

الیاس سینا پوری کی منتخب تاریخی کہانیاں

آشنا پرست



شمع بک ڈپ

آصف علی روڈ، نئی دہلی ۱۰۰۰۲

آشنا پرست

ملک کالا کو اپتے چار دل بھائیوں کی طرح ان دونوں اکرنے پر منظر تھا، ان کا پاپ ملک بہرام سعادت کی غرض سے مٹان آیا اور ہزاریں کا ہوتا۔ اس نے بینے آن پاس بروگیرہ دیکھا اور دس سوچی کو کوئی مقام حاصل نہیں تھا۔ ہر طرف ہمدردی کے مزے تھے۔ تا جران کے علام تھے۔ اور ان کی یہ مجال نہ تھی کہ کسی حکمران کی خوشودی حاصل کئے بغیر اپنی مرثی اور من انی قیمت بے اپنی ہیزیں پڑھ سکتے۔ ملک بہرام آؤاس کے پیٹھے تے بہت مایوس کیا۔ مٹان کا حاکم اس سے بوجھ خریدتا اس کی قیمت کا نیچیں بھی وہ اپنی مرثی سے کرتا۔ جس سے ملک بہرام اتفاق نہ کرنے کے پادجدمان لیٹھے بہ جبود ہو جاتا۔ اس کے حللات سے حل بہرا شہ اور کراپش پاچھوں ہیٹھوں کو یک جا کیا اور اپنیا انقلابی میصلہ سنادیا کہ "اب سملہ سعادت ملقوف، اکیں خاہی ملائمت کا پیشہ اختیار کرنا چاہیے"۔

پاچھوں ہیٹھوں نے باپ کی بھجوبرز سے اختلاف کیا، کیونکہ انہوں نے آزاد نضا بینا آنکھیں کھوئی تھیں۔ اور انہیں لفظ توکری یا چاکری سے مدد نظرت تھی۔ ملک کالانے باپ سے پوچھا۔ "یادا جان! ہم آزاد در بند دہل کو ہاتاں مسلمانوں کے رہنے والے ملازمت یا چاکری سے کس طرح کبودت کریں۔ پیری سمجھو جس نہیں آتا کہ آپ کو" فریب کیا سو جھی۔"

باپ نے جواب دیا۔ "پیرے بھجو جس کو تم زندگانی سے ذلیل اور حنیف سمجھ رہے ہو، دنیا دا حاصل دسیلہ۔ ظفر ہے۔ جس سے بہنیں کہتا کہ تم بیتلاؤں کی ناگری کرو یا اسی تا جمری چاکری میں چلے جاؤ۔ تم جنگ ٹو خاندان سے تعلق رکھتے ہو۔ اس لیتے شاہوں کی ملازمت میں پھٹل جاؤ۔ شاہوں کی ملازمت سے تمہیں ہو قائد سے عاصل ہوں گے ان میں دد مر پرست اور گمراہ ہایہ بیس۔"

ہر سے بیٹے ملک سلطان شر نے ہیرت سے پوچھا۔ "بس دد فائدے بنادر بھئے بھئیہ میں خود سمجھ لوں گا"۔

باپ نے بول دیا۔ اس کا ایک فائدہ تو یہ حاصل ہو گا کہ سعادت نے ہمارے سمجھیاروں

کو جزو نگ لگادیا ہے وہ خریدنیں گئے گا۔ اور ہم اپنے اختیاروں کو دو دیوارہ کا راتم کر سکیں گے۔
دوسرا بڑا فائزہ یہ حاصل ہوا کہ اس طالع آسمانی میں ہیں حکومت مل سکتی ہے اور ہم ہندستان
کے بادشاہ بن سکتے ہیں۔“

ملک کا لانے پہنچتے ہوتے پاپ کی طرف دیکھا اور طنز لگتا۔ پادشاہ انہیں ایک کی سوچ کیا
ہو گئی ہے۔ بادشاہ اور تاجر میں زین آسمان کا ذرق موجود ہے جو اپنے ایک بادشاہ اگرچہ تو ہم نہیں
تاجر بن سکتا ہے لیکن ایک تاجر ہمترین حکمران ہیں جن سکتا۔“

ملک ہمارا اپنی جگہ سے اٹھا اور دیوار پر بجھے ہو گئے اختیاروں کو اتنا اتنا کمر پہنچ جنم
پر سچانے لگا۔ تلوار کو نیام میں ڈال کر جلوہ بن لکھا اور ترکش باہت طرف پشت پر ڈال دی۔ کان بغل
سے گزر کر داہتی طرف شانے پر جلوہ لگتی۔ تاجر باہت طرف پست پا جائے میں اُوس بیانیا۔ اور ہر سے
فائدہ ہوتے کے بعد اس نے ملک کا لاکو جواب دیا۔ ہم تو کیا کہم سماں بادشاہ اور تاجر میں
آسمان کا ذرق اس طرح پایا جاتا ہے اور سچھ سے یہ سکھ نے ہمدردیا کیا ایک بادشاہ اگرچہ تو ہم نہیں
تاجر بن سکتا ہے مگر ایک تاجر ہمترین حکمران ہیں جن سکتے ہیں۔ میری بات ہذا غرض سے سن،
جس طرز ایک بادشاہ اچھا تاجر بن سکتا ہے، اسی طرز ایک تاجر ہمترین حکمران بھی بن سکتا
ہے۔ ان دونوں میں چند قدر مشرک پافی جاتی ہیں۔ دونوں ہی انسانوں کی مرشدت سے اپنی
طریقہ دافت ہوتے ہیں۔ انہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ کون شخص کس جگہ ملک کھاتا ہے۔ اس اذن کو
اپنی خواہش اور مرغی کا تابع کس طرز رکھا جا سکتا ہے۔ دونوں ہی اپنا مقصد حاصل کرنے میں
بے رحم اور مساک اوتے ہیں۔ بلکہ مصلحت اندیش اور غصب کے مطلب پرست۔ اپنے
معنوی فائدے پر دسرے کا بڑا نقصان کر دیا، مودا کرنے میں خسارے کا خیال نکل دیا
ہیں نہ لانا۔ کیا یہ وہ خوبیاں نہیں ہیں جو ایک حکمران اور تاجر میں یکسان پافی جاتی ہیں؟“

ملک ہمارا کے پانچوں بیٹے لا جا بول ہو گئے۔ انہوں نے غیرت و احترام سے والد
کی طرف دیکھا اور پھر اس کی ایجاد اور تعلیم بیٹے اپنے جسموں پر اختیار سچانے لگے۔
ان لوگوں نے تجارت کو بالاتے طاق رکھا اور طیار کے ہاتھ مروان دوست کی
ملازمت اختیار کرنی اور پانچوں بیٹے اپنے پاپ کی صورتی اور تنگی میں امور جہاں پافی اور جزو
بھائیوں کا دست دیتے لگے۔ باپ کا منتقال ہوا تو ملک سلطان شاہ مطہانی دربار سے والیتہ ہو گیا ملک
کا حاکم مروان دوست چل بسا اور اس کی جگہ خضرخان نے منصوبی۔ اس نے ملک سلطان شاہ کے
پیر معمولی کارناموں سے متاثر ہو کر اس کو اسلام خان کے لقب سے لفاز دیا اور اس نے پلے نہیں
باپ کی طرح اپنے چاروں بھائیوں کی ذمہ داری بھی قبول کی۔ کچھ عرصہ بعد خضرخان نے اسلام خان

کو سرہنگ کا حاکم بنا دیا۔ اور بڑگ طنک سے سرجمند چلے گئے۔ دہان پڑے بھائی اسلام خان کا طلبی لوٹے نکلا۔ اور بقیہ چاروں بھائی پیغمبیر اسلام خان اسی کے ساتھ رہتے گئے۔

ملک کالا کی بے چین اطیعت اپنے بھائی کی سرپرستی کے خلاف قدم اٹھانے کو مجبوب رہی تھی۔ ملک کالا کی شادی خالہزادہ ہیں سے کر دی گئی۔ اور اس طرح ملک کالا گھر نامی ایک چھوٹی سی امیاست کا حکمران ہو گیا۔ اس نے اپنے بھائی سے درخواست کی کہ اس کو بھی دہلوی کے حکمران سے سفارش کر کے چند پر گئے دلوادیتے جائیں۔ جہاں وہ حکومت بھی کر سے اور ٹھرانی کے سبق بھی لیتا رہے۔ بھائی اسلام خان کی جنیش ابرہست دهدالا پر گئے کی حکومت ملک کالا کے پرد ہوئی اور وہ اپنی بیوی کوئے کر دکھلا چلا گی۔

ملک کالا نے دہلہ میں ایک چھوٹی سی بستی کو اپنے روزمرہ دست بستہ کھڑے دیکھا تو حکومت کا مرزا آگیا۔ اس کی بیوی پر دسکے کے پیچھے سے اپنے شوہر کی بڑائی اور عظمت کا نثارہ کر رہی تھی اور بچھوٹی سے سماں تھی۔ کچھ دیر پر درجیب ملک کالا اندر بیوی بیوی کے پاس بیٹھا تو اس کے چہرے کی شادی اور خصوصیات بھی اور سپاٹ بھرے پر فتنات کا نام دشکش نکل تباہیا جاتا تھا۔ بیوی نے اپنے شوہر کو کہا۔ ”تیرہم لوگوں نے کبھی یہ سوچا بھی رہ تھا کہ تجارت کرتے سیاحدت حاصل کر لیں گے۔ آج جب میں نے دہلہ لاکے لوگوں کو اپ کے روزمرہ دست بستہ کھڑے دیکھا تو بھی لوں محسوس ہوا تو بیمار ادل فرطِ خوشی سے رضو و کر بیسے سے باہر آ جاتے ہا۔“ ملک کالا نے صدر ہری سے بیوی کی طرف دیکھا اور ستمکم لپھے ہیں جواب دیا۔ ”بڑی دل رہیں بھی ہوت خوش ادا احتفا، مگر فدا می دیر کر لیتے پھر ہی سوچ کر طول بہیگا ایک ذرا سے پہنچنے کی حکومت ای کیا؟“ میں پر گئے بر حکومت کر دیا۔ محمد پر دھرمے کی حکومت کر دیں گے۔ اب میں اس وقت تک خوش اہمیں اور مستحاب ملک کو پورا احمد دستان ایسے روزمرہ دست بستہ کھڑا کو جلتے ہیں پھر سے ملک کا حکمران بنتا چاہتا ہوں۔ تاکہ میں اپنے رہنماء ہر ایک کو دست بستہ کھڑا کر سکوں مگر بھے کوئی بھی لکھا نہ کر سکے؟“

بیوی کے پیٹ میں دید اکھا اور اس نے اپنے دلوں ہاتھوں سے کوکھ دیا اور جہاں کھڑی تھی، درپن بیٹھ گئی۔

ملک کالا بھاگ کر اس کے پاس بیٹھا اور اس کی پشت سہلانے لگا۔ بیٹھا۔ ”لیا بات ہے یہ درد کیسا کون سام جو من جسما ہے یہ.....“

بیوی نے ہونگی کو دیا کہ دس کو برداشت کرنے کی کوشش کی۔ اور رُک کر تجربہ دیا ”دن پورے اڑپکے ہیں۔ دن اکھی پے کہ آئنے والا کسی بھی دقت آ سکتا ہے؟“

ملک کالا نے بیچنے کر حکم دیا۔ اسے کوئی بے ہو جاؤ کر جواہر داری کو ملا۔ اس کے بعد یہ ری سے کہا۔ ان دلزوں تو بڑی محنت اگری پڑتی ہے۔ نامولود، اس گری کو اس طرح بہادشت کرے گا یہ۔

وہ کچھ دیر کے لئے سفر جبکہ کر پڑیا۔ اور معلوم ہیں کیا کچھ سوچتا ہے۔
یہ ری بد صورت زین پر یقینی منہ قیصر چاہا تر چاہ کر رہی تھی۔ اس نے اپنے شوہر کو پایا طرف سے لاپرداہ اور خیالوں میں جگن دیکھا اور آہستہ سے کہا۔ جناب! اذنا سی ذہمت تو ہرگزی مجھے میرے بستریک یہ خدا یہ سیستے۔

ملک کالا جو نک کر کھڑا ہو گیا۔ اور اپنے چوری سے چکلے ہاتھوں پہنچا یہ ری کو کہا۔ اک
بستری برآہستہ سے شادیا، بولا؟ یہم! ہمارے ہاتھا اس وقت میں تیری ای بابت سوچ سہا تھا! میں
نے تیرے اور تیرے بجے کے لئے ایک نی کوشک بنوادی ہے۔ اس کی چھت پر متنی کی آنحضرت
جہانی چار ہے تاکہ وہ گری سے پہنچے نامولود اور تو بڑے آدم سے بڑی
آنام کرنی رہے۔

یہ ری نے در دل کی اذمت سے حنزا یا اور آنکھیں بند کر لیں۔

کچھ دیر بعد میں آگئی اور ملک کالا کو باہر چلا جانا پڑا۔ دہ بڑی بے جسمی سے ٹھیک ہوں کر
دانی کا انتقال کرتے رہا۔ مکان کے باہر دوڑا لائے دو گھنگاری میں جمع ہونے لگے۔ کچھ نکلا میں یہ
بات معلوم ہو گئی تھی کہ پرگنہ دار ملک کالا کی یہ ری کی حالت ناذراں سے۔ بیتی کی طور میں اندھہ داری
کے پاس چلی گئیں اور حامل کی دلکشی بھی اور جو اسی میں مدد کرنے لگیں۔ ملک کالا نے ایک گورت
کو دانی کے پاس بطور غاصی بھی اور اس سے کہا۔ تو دانی سے میں اتنی بات کرنے کو کوئی خاص
بات تو نہیں ہے۔ اور وہ کھامل کی تندی کو کوئی خطرہ لازمیں۔

فرما سی اسے بعد عورت واپس آگئی اور اس نے مطلع کیا کہ یوں تو کوئی خطرہ نہیں اگر نہ مگدی
اور جوہت پر انسان کو قدرت بخیا حاصل نہیں دیتے دانی کہی ہے کہ ابھی دو تین دن اور نہیں گے۔
ملک کالا کو دراطی بیان ہوا تو وہ نیز تغیر کوشک کی طرف چلا گیا۔ جو اس مکان سے ملحق
تیار ہو رہی تھی۔ بہت سے مزادر چھت پر پڑھتے تھی کی تھی، جو اس سے تھے۔ پڑھنے کی وجہ سے اور
پنجھے سے اپنے تکمیل دہدوں کے پاٹھوں کو خود کا عمل کی طرح ایک سے دوسروں سے،
دوسروں سے تیسرے اور تیسرے سے پنجھے تک پہنچانے میں معروف تھے۔ انہوں نے اپنے
صانعہ ملک کالا کو دیکھا تو کام میں زیادہ تیری آئی۔ انہی میں ایک اسامنہ درجی تھا جس میں
دد صرف دا جسی تیری آنہیں تھی اس کی عمر سبی چالیس سے اور پرہی اگو۔ اس نے اچھی نظر دیں

سے ملک کا لاگو دیکھا اور اس کے کام میں علاضی طور پر جستی پیدا ہو گئی۔

ملک کالا کے آس پاس صاحبِ حصن بھی موجود تھے۔ ان میں ایک دبلائٹاً صحفی سا
شخص بھی تھا۔ ملک کالا نے اس سے پوچھا۔ ”تو تو اس بستی کا برانا یا میں بے شایر؟“

اس نے جواب دیا۔ ”بھی بندہ پرورد افرمایش میں تین پشتون سے اس بستی ہے...“

ملک کالا نے اس کی بات کاٹ دی اور سست مگر علاوہ پست مرودر کی طرف اشارہ
کرتے ہوئے پوچھا۔ ”یہ کون شخص ہے؟ میں دیکھ رہا ہوں کہ اس کا کام میں دل انہیں لگ رہا اور
شاپریدہ پتنے اس کام سے خوش بھی نہیں ہے؟“

صاحبِ مکران نے لگا، بولا۔ ”آپ نے درست اندازہ لگایا۔ خدا نے کیا نظر میں بختی
میں آپ کو، کمال کی بات کہدی آپ نے۔ جناب یہ دفعہ خصوصی ہے جس کا باب پہنچی پر گمراہ اور ہوا
کرتا تھا۔ آج اس کی بدلتی تھی تے پتے، کا دل انہوں نے ایک ایک حکومت میں مردوں بنے کے اس کے ساتھ
ٹھیکین مذاق کیا ہے؟“

ملک کالا کا اور زیر اധہ مزہ آیا۔ خوش تھی اور اقبال مندی نے سابق حاکم کی اولاد کو اس کا
حکومت ہما دیا تھا۔ ملک کالا اس مرودر کے پاس خود کی اور اس کی پشت پر بانقر کھڑا دیا۔ ”ددست!
صرکر،“ ابھی ابھی مجھے معلوم ہوا ہے کہ تیری اپنے جہاں کا یہ گردواراً و اکرم تھا۔ اور میں تیری حکومت کی
یکن اس وقت تو حکومت ہے، اور میں حاکم۔ اگر تو صاحبِ حوصلہ ہے تو اپنے دل کی امیر میں چھپ رہا
اور اگر دوستی چھتے تو پتے اس حال پر قائم رہ۔“

اس شخصی نے حق کا لڑکا لپٹے اگلے ساتھی کو سونپ دیا اور خود ملک کالا کے پاس آگھڑا لے لیا۔
بولا۔ ”ملک کالا! یہ وقت وقعت کی بات ہے اگر تیری بھائی سرمند کا حاکم اور دہلوی اور باریں اخوات کا خان
میں سورت اُتھجئے جگہ نہیں ہوتی۔ اور میں مردوں کی صفت میں نہ کھڑا ہوتا۔ میں اپنی جگہ پر طبق ہوں
کہ میں نے جو انہیں امر تھا اور عزم کھوئی ہے۔ اس میں میر کانالہی سے زیر اധہ تیرے بھائی اسلام خان
کی زبردستی شامل تھی۔ اور تو نے جو مر مقام حاصل کیا ہے تو میں میں تیری یادت اور صلاحیت کا کوئی
ہاتھ نہیں۔ تیرے بھائی اسلام خان کے لیے یہ تھیوں نے تجھے سرمند سے اخواز کہاں جھوپا ہیے
اور تو مزے میں حکومت کرنے لگا، کیونکہ اور کے تیرے بھائی سے زیر اധہ لیے ہاتھ کسی اور کوئی جگہ
بچا دی دیگے۔ اور شاید اس وقت تو یا تیری ادل دل میری طرح زبردستی کھڑی کر دی جاتے۔ اس میں مابہ
حوصلہ یا دوں یا چھت ہوتا بھاگا ہے：“

ملک کالا کو اس جرأت منذرہ جواب پر غضا گیا۔ اس نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا۔ ”اس کو
اد پر سے نیچے گرا جاؤ۔ تاکہ اس کے دل ددامع میں موجود خالنگ ای بیرتی کا رہا۔ اس احساں بھی

و رخصت ہو جاتے ۔

حکم کے بندوں نے اس پر طفاف کر دیا اور نظر بگزی بلندی سے کھینچ کر نیچے گلادیا گئی
پشت کے بلندی پر گرا تو اس کے منہ سے خون چاری ہو گیا۔ وہ اس وقت بھی ہوشی میں تھا اس
نے بڑی کاشش کی کہ ملک کالائی شکل آپھی طرح دیکھتے تھے اس نے پرانی آنکھوں کے ماتے ہوئی
ادم دیہ ز دھنک چادر حائی محسوس کی۔ اس نے پٹے ایک پا تھے سے آرتے کا دام پکڑا دسرے
سے منہ کا خون پر پھٹک لگا۔ ساقی ای ملک کا لاسے کہنا۔ پر گند دار ایدے تو نے اچھا ہمیں کیا، میں جس
کتبے کا کنبلیں ہوں۔ اس میں چاری ہمیں ادھر کے اور ایک یورو شامل ہیں۔ یہری پر دعا ویں ہیں ان کی
پدر دعائیں بھی شامل الچاریں گی۔ پھر معلم ہمیں تیر کیا حشر، شایم مرے پاپ نے ہیں اسی سکھی کر
ستیا ہو گا۔ جو ملک کا فاتح عمل کی چکی ہیں پس سہا ہوں ۔

ملک کا لانے درست پڑیے میں اپنے منحصری مصحاب کو حکم دیا۔ میں چاری ہوں اس کو
اس کے گھر بھجوادیا جائتے ۔

منحصری مصاحب تے اس کو گھر بھجوادیا۔ ملک کا لاد دربارہ یعنی یورو کے پاس ہی ہیخا۔ وہ
بستر پر دھماکہ رہی تھی۔

تیسروں دن ملک کا لانے دکد لاکی مسجد میں فیکری نماز ادا کی۔ دہاں اس کے بالکل پیچے
منحصری مصاحب ہی کی ہو گرد تھا۔ ملک کا لانے نماز کے بعد مسجد سے نکلا چاہا تو منحصری مصاحب نے
اں کو روک لیا اور سرگوشی میں کہا۔ جواب: پرسون والا شخصی رات مر گیا۔

ملک کا لانے بے اختیار اس کا جلد دھریا۔ پرسون والا شخصی مر گیا کیا مریخ بخت اس کو
کہوں مر گیا؟

صاحب نے جواب دیا۔ کہتے ہیں اور پہلے سے گرنے کی وجہ سے اس کے پیچھے
زخمی ہو گئے تھے؟

ملک کا لائے دل پر اس خبر سے کوئی اثر نہیں ہوا، میں کریولہ۔ حاکوں کو دہ مدرسہ کی
بھرست کیے معلم ہمیں کیا کچھ کہنا پڑتا ہے؟

صاحب نے بھی انس کر کہا۔ کچھ تباہیں یہ کہتی پھر ہی وہ کہ مر جوم کا جب کوئی جرم ہے
نکا لانے سے گرا کر ملائکہ کیا گیا؟

ملک کا لانے سختی سے جواب دیا۔ انہیں جنادے کمرنے والا خدا کا ناشکرا اور شاگی تھا
اس نا شکرے اور خدا کے شائی کو میں نے کوئی مرا نہیں دی، اس کو تو خدا نے مزداد کا ہے۔

صاحب استفہا میر نظر ولاتے ملک کالا کو دیکھنے لگا۔

ملک کالانے درشتی سے کہا۔ میری تھل کیا رکھتا ہے۔ وہ جس خاندان سے تعلق رکھتا ہے
وہ نہیں ہوتا، میکن ان لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ عترت دار گھر نے کافر دعا۔ اور بدعتی نے اس کو خورد
زیبیں کر رکھا تھا اور حرم کا یہ فرض بھاکر بینی تواری اور زبانی ایک کو منیاب اللہ صاحب کر شاہزاد قاتم ہو
جاتا۔ لیکن اس نے ایسا نہیں کیا، اور اپنی منزا کو چھوڑا۔
صاحب نے اپنے سے بڑھ کیا۔ جناب والا! میں نے تو ایک عجیب بات سنی
ہے۔

ملک کالانے پوچھا۔ وہ کیا؟

صاحب نے جواب دیا۔ ایک ایسی بات کہ عقل باور نہیں کرنی، کان احتساب
نہیں کرتے۔

ملک کالانے صاحب کو شalon سے پکڑ لیا اور مسجد کے اندر ہمبوکے پاس نے چلا گیا،
بولا۔ ادھار کھڑے کھڑے باتیں کرنے میں مزہ نہیں اکھاکا بنا دو کون سی بات ہے جو عقل بادر
اور کان احتساب کرنے کو قیاد نہیں ہوتے؟

مسجد کا امام اسی وقت بھی دریں موجود تھا۔ اسی دلوں کو توک دیا۔ جواب! یہ خدا کا
گھر ہے، یہاں بیٹھ کر دنیا ری کی باتیں آئیں کرنا چاہیں۔

ملک کالانے اس کو ڈانت دیا۔ حب رہ، درم کل سے کسی اور امام کو کھڑا کر دوں گا۔
اس نے جواب دیا۔ میں چیپ ہوں رہ سکتا۔ یہ نکر ظالم کو اس کے منہ پر ڈال کرہ دینا
بھی دشمنی اور تقویٰ میں آتا ہے اگر تو مجھے ہمارے نکال دے گا تو میں بھی ہمارے ہنسی
خوشی چلا جاویں گا۔ قلم و زیادتی کی سر زینت سے نکل جانا خوش قسمتی میں داخل ہے۔

ملک کالا کو عقرت تو بے حد آیا لیکن برداشت سے کام لیا، بولہ۔ ایسا اب اپنی تحریر تحر
بند کر، تجوہ سے بعد میں بھی باتیں ہو سکتی ہیں۔ پھر فرمائی صاحب سے کہا۔ ہبہ تو اب تو بتا کر دہ
کیا بات ہے۔ ۶۔

صاحب نے بڑھ کیا۔ جواب والا! مر جنم کے درتاوا کا بیان ہے کہ جب وہ نزدیکے عالم
میں بھا تو ہم رہا تھا اور ہمیں کر کچھ کہہ بھا تھا میں نے ظالم بھگت دار سے اپنا بدلہ لے لیا۔
ہم نے ملک کالا سے انتقام لے لیا۔

ملک کالانے بھکی سکراہت سے کہا۔ ایسا دھمیران میں کہہ دھما ہو گا۔

صاحب نے جواب دیا۔ جواب والا! من نے سچھلے میں نے اپنے تین غریب دلوں سے
بوجو باتیں کی ہیں ان سے آپ کے خیال کی تمدید ہو جاتی ہے؟

ملک کالائے چڑھ رکھا؟ مجھے تو کچھ بتہ نہیں کہ اس نے مجھ سے کس قسم کا انتقام لیا
ہے جس کا مجھے یا کسی اور کوئی اعلیٰ نہیں؟

مصاحبے نے قدرتے عرض کیا۔ حضور والا! اس لاعلمی میں کسی اور کوئی شانی بحث
اپ کو اس کا علم نہیں لیکن مجھے اور دوسروں کو اس کا ادعا اعلام ہے؟

ملک کالا سمیں گیا۔ نرمی سے پوچھا۔ مجھے علم ہے؟ کیا علم ہے؟ اس نے مجھ سے کس
قسم کا انتقام لیا ہے کہ میں اس سے یہ خیر ہوں؟

مصاحبے نے عرض کیا۔ حضور والا! مرحوم کہہ باتھا کہ میں تمہارا ذکر لا اگر میں نے
ایک ایسا انتقام کر دیا ہے جس سے برگتہ دار کی یہی اور لذت عورت بھی دلوں ہی زندگی سے
باہر دھوکہ لیں گے؟

ملک کالا ترپ کر کھلا ہو گیا۔ یہ کیا کہہ رہا تھا وہ؟ اس کا مطلب ہے وہ یہی یہی
ادمی سے نہ عورت کو افریق طرح بلاک کرے گا؟ کیا اس سبب بن کر؟ یا اس نے اس کا کام پر کسی
ادم کو تعین کر دیا ہے؟

مصاحبے نے عرض کیا۔ حضور والا! میں کچھ نہیں جانتا۔ لیکن یہ سے کافونتے تو کچھ
ستاخا اپکے گوش گزرا کر دیا!

ملک کالا انہیں فکر مند اٹھا اور مصاحبے کو یہ کہہ کر رخصت کر دیا کہ۔ چاہے اور اس
سلسلہ میں کچھ اور معلومات کرتے کی کوشش کر دیں یہی یہی کے گرد یہ رہ بھائی دینا
ہوں۔

ملک کالا سیدھا اپنی یہی کے پاس ہے پھر اور اس کے آس پاس موجود عورتوں کو
شک و ضرب سے در بترک در بختارہا۔ عورتوں نے عوف اور پریشانی میں پس منہ پھیر لئے اور عہد
سے مرکت کی مدد پختے گئیں۔

ملک کالائے بھی عورتوں کو مخاطب کیا۔ کیا تم میں کوئی ایسوی طورت بھی ہے جس کا تعلق
صلاق پرستگے دارکے خاندان سے ہے؟

سب نے ایک منہ جو لب دیا۔ نہیں! ہم یہ سے کسی کا بھی مکروہ خانہ کے کوئی
تعلق نہیں۔

ملک کالائے تمہاری آئینہ لیجئے میں کہا۔ پھر بھی تم سب کاں کھولوں کرس ایک اگر تم میں
سے کسی ایک نے بھی یہی یہی دیا اور یہ سے نہ عورت کو دکھپاٹے کی کوشش کی تو میں اس سے
نہایت بھیانک انتقام لوں گا۔ ایسا بھیانک کہ دوسرا ہمیشہ یاد رکھیں گے؟

یکن ملک کالا اس دمگی کے بعد بھی مطہر نہ ہوا۔ اور اس نے ان تمام خواتین کو اپنی بیوی کے پاس سے چادری۔ اور ان کی جگہ چار نہایت قابلِ اعتبار عورتیں اپنی بیوی کے پاس بھی چادری۔ ان عورتیں کو کوئی حکم دیا گیا تھا۔ بیوی کی جانب خطرے میں ہے اس کوہر حال میں، کیا نہ ہے؟ شام سے پہلے ابی اس نے اپنے مکان کو بھی چھوڑ دیا اور نیکوٹ میں منتقل ہو گیا۔ اب اس کو یہ اطمینان تھا کہ اس نے اور صبور طور کوٹ میں اس کی بیوی اور اس کے پیٹ میں پہنچنے والا بھی ہر طرح محفوظ اور امن ہے۔ اس نے کوشش کے اردوگرد ہمراہ دارِ چادریٰ اور انہیں حکم دیا کہ کسی بھی شخص کو اونکہ نہ جانتے دیا جائے۔

اس نے شام تک صاحب کا بڑی بھی جانی سے انتظار کیا اور جب وہ ہمیں آیا تو اس کو شپری گز کر صاحب کو غایباً سب کوہ معلوم ہے۔ مگر وہ کسی وحی سے بتا ہیں رہا ہے اس نے صاحب کے گھر وہ آدی بیکھ دیتے اور انہیں حکم دیا کہ وہ اس حال میں بھی ہو گز لاد۔ مغرب کی خاکہ سب ہیں ادا کی۔ صاحب تمازیوں میں بھی ہمیں رہتا۔ ملک کا لامازہ ہر طرف پکنے کے بعد وہ فیض پر چھنے لگا اور وہی سے رخصت ہوتے دلتے تمازیوں کو دیکھتا رہا۔ امام اب بھی مسجد میں موجود تھا۔ اس نے ملک کا لاکون فرت اکیر نظر میں سے دیکھا اور اپنے تجربے کی طرف جائے۔

ملک کا لاتے اس کو آواز دی۔ امام ٹھہر جا۔ میں تجھ سے باقیں کرنا چاہتا ہوں۔

امام نے طنز پوچھا۔ پر گندار اکیا کسی دمر سے امام کا انتظام کر لیا ہے؟

ملک کا لاتے جواب دیا۔ ہمیں، تو نمازی بھاتا رہا۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ میں یہے معاملات میں ادخل دیتے سے پر بیز کر۔

امام نے کہا۔ یہ خیالِ خام تکال دے اپنے طے سے۔

ملک کا لاتے درست ہے۔ میں کہا۔ مجیب بے بودہ انسان ہے تو۔ ہر وقت جگہ کے قابوں آنادہ رہتا ہے، اور اسے احتی میں تجھ سے چند باتیں پوچھنا چاہتا ہوں، کیونکہ ان کے جوابات تجھ سے بہتر کوئی اور نہیں دے سکتا۔

امام کو خوشی ہوئی۔ ملک کالا اس کے علمِ ذریں کا انتراف کر رہا تھا۔ ایک دن نرم پر جیسا پوچھا۔ پاں پوچھ، کیا پوچھنا چاہتا ہے تو۔

ملک کا لاتے پوچھا۔ بیاد نہیں اس علاجِ خوبیت میں موجود ہیں؟

امام نے علیٰ چوہ دیا۔ پدام اور سقل افعال کے مرکب انسانوں میں اندھائے خمیشی تو اوقی ہیں جو دنیا میں قدر و مناد پھیلانی رہتی ہیں۔

ملک کالانے تھی سے کہا۔ خدا شجھے غارت کرے، لاخواہ مخدواہ یہ را پھری کی بائیں کر دیا۔ یہی تھوڑے سے یہ بچپن رہا ہوں کہ مرے ہوتے تھے اُڑیسہ کی رو جوں کیا اس دنیا دھا موجود رہتی ہیں اور تو کوئی اندھی جواب دے سا ہے؟

امام نے جواب دیا۔ ہاں جو لوگ توب استغفار کے بغیر ناپاک ای مرحلتے ہیں ان کی روں اس دنیا میں آزادہ دپر بیٹاں پھر فتھتی ہیں۔

ملک کالا کے پھرے پر بیان احمد بن انگی دوڑ لگتی۔ خدا تیرا بھلا کرے، اب کام کی بات کی تو نہ۔ اب یہ تاکہ اگر کوئی آیسی روح کسی شخص کو سنانے لگے تو اس سے حفاظت بخوبی کر حاصل کی جاتے۔ ۴

امام نے جواب دیا۔ اس کے لئے آیاتِ سبائی ہیں؟

ملک کالانے کہا۔ امام: سابق پر گز خارکے بیٹے کی درج یہ ری یہی کو ستاد ہی ہے۔ تو اس سفلتی ہیں یہ ری مذکور، یہی نے منا پے کہ اس نے حرثے سے پیٹے بیدھکی دیا ہے کہ رو جویں یہی اور اس کے پیٹ یہاں بہر دوش پانے والے پتے سے انتقام لے گا۔ خدا کے نے تو یہ ری مذکور ہیں جہت پر لشان ہوں۔^۵

امام نے مکوت اختیار کیا، کچھ دیر بعد کہا۔ اگر یہ بات درست ہے تو یہی تمہاری مدد حضور کرکے دل گا۔

ملک کالانے کہا۔ تو اسی دقت یہ رے ساختہ چل، اب وقت ہیں ہے؟

لیکن اسی وقت صاحب کے دروازے سے کسی کے گھن کارنے کی آذانِ صافی دیا۔ امام اور ملک کالانے ایک ساتھ دروازے کی طرف دیکھا اور ان مخفی مصاحب ملک کالانے کے دراڈیوں میں گھرا کھڑا تھا۔ ملک کالانہ تو اسکے پیٹ کر باہر چلا گیا۔

ملک کالا باہر چلتے ہی اپنے مصاحب پر گرم ہو گیا۔ تو یہاں مرگیانغا اگر یہیں جیسے بلدا نہ لڑتا یہ تو ابھی نہ لتا۔ بتایا کچھ معلوم ہوا؟

مخفی مصاحب نے جواب دیا۔ میں معلوم کرنے کی کوششی کر دیا اعلیٰ جیسے ای معلوم ہو گا۔ آپ کو بتا دیں گا۔

ملک کالانے اس کو اتنی لذت سے دھکا دیا کہ وہ گریا۔ یونچ کر کھا۔ جواں بھاگ چاہ دراس دقت تک نظروں سے دور رہ، جب تک کہ پوری بات معلوم نہ کر لے۔

مصطفیٰ مصاحب یہیں بھاگا۔ ہم طرف زندگی سے کوئی قیدی۔

ملک کالانی کو شک پہنچا اور یہ رے دراولہ کے حقِ انتقام سے بھی خوش ہو گیا۔ اندھر یہی

پھولوں کے بستہ پر دلارِ میمی نین رسوئی تھی۔ ملک کالا اس کے پاس ہی بیٹھ گیا۔ مختلف پھولوں کی ملی جانی تو شوہر سے پورا مگرہ چمک رہا تھا۔ وہ یہوی کمپ ہر سے پر جمک گیا۔ تینگ خانہ شش کی روشنی میں یہوی کا سرستہ دسفید ہمہ دہمہ دہمہ اگرہا تھا۔ سیاہ زلفوں کی چند بیش پیشاف پر سے گرفت ہوئی انکھوں پر رہایہ فنگن ہو گئی تھیں۔ ملک کالا کا دل بیٹھا جا رہا تھا اس نے یہوی کے چمک سے گرفت کر جمباں آواز ہیں کہا۔ ”یہوی! تو ہمیں جانتا کر میں تجھے کتنا چاہتا ہوں اگر تجھے کچھ کو گیا تو میرا کسی بنتے گا۔“

سوئی ہوئی یہوی خاموش رہی، ملک کالا نے ایک پار پھر اپنی ہدایت کے دعویوں کا خالدہ ہجوم لیا اور کسی نامعلوم خوف سے کا پتھنے لگا۔ وہ ہدایت دیرنگک یہوی کے پاس بیٹھا مکملہ خطرات اور نقصانات پر عقد کرتا رہا۔ کافی رات گئے وہ اپنا ادر اپنی ہدایت فیام کاہ پر جلا گیا۔ نفی مات کے بعد اس کا خاصمنی مصاحب بھی چڑھ گیا۔ اور نہایت رانہ داری سے بکھنے لگا۔ ”جناب وہ معمرہ حل ہو گیا۔ آپ اپنی اتفاق ہمترکونی کو ٹک سے ہمیں اس مکان میں بلوالیں۔ بس سراخڑھہ میں جلتے گا۔“

ملک کالا نے کہا۔ ”ایک پوری بات نہ تو نے بتائی“ ہمیں ایس کو کوٹک سے ہمیں کیوں بلوالوں۔“

صاحب تھا۔ آپ یہی بات ہمیں سمجھ رہے۔ ہم یوکم سبھا ہوں کر دہ کوٹک ہی داصل خطرے کی جگہ ہے آپ ہمیں ہمیں بلوالیں باقی تفصیل کسی اور وقت میں بیان کر دیں گا۔“

ملک کالا نے نہایت غصتہ میں جواب دیا۔ اگر تو مجھ سے اس اتحاد بات کہنے آیا ہے تو ڈرامی وقت دفعان ہو گا، ہم یہوی کوئی کوٹک سے اس لئے ہمیں بلوادن لگا کہ وہ اس جگہ سے زیادہ محفوظ ہے۔“

صاحب تھا اکر جواب دیا۔ ادیکھنے جناب: آپ مجھ پر اعتماد کیجئے اور اپنی یہوی کو ہمیں بلوایجھے۔ کیونکہ مرجم پر گئے دار کے مرجم دار کے پشت گھر میں کسی کو بتانا یا تھا کہ تی کوٹک کمزور بنیادوں پر تعمیر ہو گئے۔ اس لئے وہ کسی وقت بھی ڈھو سکتی ہے اور اس وقت اس کے پیچے جو بھی اولگا طلاق ہو جائے گا۔“

ملک کالا دریوانہ دار اپنا ادر اپنی کوٹک کی طرف بھالا۔ کی جگہ شکور کھا اور گرتے گرتے پھیا۔ اس کے پیچے پھیپھی مصاحب بھی چملا۔ ان دعویوں اسی نے درست کوٹک کے پاس لوگوں کا بھی دیکھا۔

وہ فتح نہ گون نے ملک کا لاکوڈ بیکھ کر جلانا شروع کر دیا۔ جناب کو شکر گئی اندھ جو بھی موجود تھا اچھا لگا گیا۔

ملک کا لاکوڈ پتہ کالون پر لقین نہیں آیا لیکن مصاحب کو بیرون آیا۔ جنخ مار کر رہے تھے لگا، لولا؟ جناب اسیں اپنے سے بار بار کہہ رہا تھا کہ جلد ہی کبھی، جلد ہی کبھی! لیکن اپنے سے بیڑی یات کو کوئی ہمیت اکارتے دی اور اتنا بھی ایسا نک حادثہ پیش آیا، اب کیا ہوگا۔

ملک کا لاکوڈ بحاج دیے بخوبی میں پر ڈھر کر شک کے کھنڈر میں گھسنے کے بھروسے تھے میں اسکے ساتھ تین چار آڑی اور ہو گئے۔ ملک کا لاکوڈ کی چھوٹ دلے چھوٹ میں داخل ہو گیا اور جلد ہی اس کا لمبیرہ ہٹاتے تھا۔ مخفی مصاحب بھی اس کا سامنہ دینے لگا۔ بڑی محنت اور جھٹکے بعد ملک کا لاٹ نہیں میں دیکھی یہوی کو باہر نکال لیا۔ اس وقت وہ سکر ہری تھی اس کا سر پھٹک رکھا تھا اور پورا جسم ہجہ بان تھا۔ ملک کا لاٹ نہیں گئی کہ پردہ وہ کیتے بیٹھا اپنے ہمیت سے خون میں لستہ بیٹ یہوی کو پہنچنے کا لیا۔ پھر لہا اپیٹ آٹھ آیا۔ پھر علوہ نہیں کیا اسروز کر ملک کا لاٹ اپنی یہوی کو ایک طرف ڈال دیا اور مصاحب کو حکم دیا۔ یہاں اسی وقت دنی کو بولالا۔

یہن دلی بلات سے پہنچے ہیں آچکی تھی۔ ملک کا لاٹ اس سے پوچھا۔ بتا ایرا تجھرہ کیا کہتا ہے پیٹ کا بچہ زندہ ہے یا مر گیا۔

دنا نے جواب حدا۔ اس سلطے میں میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔

اس کے بعد وہ ملک کا لاکی یہوی کے پیٹ پر کان رکھ کر لیٹ سی کی مادر پتھے کی نہیں لیتے تھی۔ پھر خوشی سے بیجھ اپنی۔ بچہ ابھی زندہ ہے۔ میں اس کے دل کی دھڑکی سننے میں کامیاب ہو گئی ہوں۔

ملک کا لاٹ اس سے ہوتے بخوبی باہر نکال لیا اور اس کی دھنار پر انگلی سکھ کر تیزی دیکھنے لگا، پھر دنی سے پوچھا۔ تیر کیا خیال ہے۔ میری یہوی زندہ پتھے گی یا نہیں۔

دنی نے جواب دیا۔ میں کیا کہوں یہ بظاہر تو ہمیں علوم اور رہائے کہ زندگی کے دن پر اسے ہو گئے اور سالشوں کی گئی پوری اخوبی ہے۔

ملک کا لاٹ اپنے ہمیں پر عزم نہیں میں کہما۔ پھر میں اپنے بچے کو اس کے پیٹ سے نلاک لیتا ہوں۔ میں کوئی کہوں لگا کہ بچہ پڑھ جاتے آگے خدا کی مرنی!

دنا اپنے بیٹات ہو گئی۔ مصاحب بھی اور هر اور دیکھ کر اپنی دحشت کا افہام سار

کرنے لگا۔

ملک کالانے آئستہ آہستہ کچھ بڑھا لاد خنجری کی لوگ ہر دم کیا۔ پھر لوگ کو یہی کے پیٹ پر رکھ کر آہستہ سے دبایا، خون ابل کروک کے چاندن طرف گئے ہوتے لگا۔ ملک کالانے دقت زدہ آواز میں کہا۔ ”اے اللہ! میں ایک زندگی سے مالیوس ہو کر دوسری زندگی کو بچانے کی کوشش میں جو کچھ کر رہا ہوں، اس میں تیری مدد اور سرم کا طالب ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ ہیں یہ جو کچھ کر رہا ہوں؛ جائز ہے یا ناجائز۔ لیکن یہ مری نیت ہائی ہے؟“

اس کے بعد اس نے مہماں سے احتیاط سے پیٹ چاپ کر دیا۔ دافی اور مصاہب کے منہ سے ایک ساتھ چیزوں نکل گئیں۔ دوسرے منہ پھر لئے۔ کچھ جھاگ کھڑے ہوتے چاک کئے ہوتے پیٹ سے خون ابل کمر اور لاد خنجری ہوتے لگا۔ ملک کے لاد خنجری کی لوگ اور دھار کو جس مٹا قی اور ہمارت سے استعمال کر دیا تھا۔ اس سے ہی معلوم ہوتا تھا تو یاد وہ حلمِ الشہود بڑا ہے۔ کچھ ای دیر بعد تھی نے یہ دلچسپ منظر دیکھا ایک منہماں تھا، پھر ملک کا لالکے بالحقیث میں ہے اس نے دافی کو آواز دی۔ اس کو اپنی چادر میں پیٹ سے اور اس کی زندگی کے لئے جو کچھ بھی کر سکتی ہے مہماں تھی تھی، ہوشیاری اور ذہانت سے کر۔ میں اس کو زندہ دیکھنا چاہتا ہوں۔“

دافی نے بچے کو لپٹا چادر میں لے لیا۔ اور ہم تھلے چلی گئی۔ لیکن انہی سے اس کا حال بہت برا تھا۔ یہ جو کچھ ہوا تھا اور اس نے جو کچھ بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ اگر اس دفعے کو کوئی اور بیان کرتا تو وہ اس پر پھر گز نیقین نہ کرنے۔

مصطفیٰ کو عشق سا لگا۔ ملک کالانے یہی کے سہہ اور نھننوں پر اپنا کان رکھ دیا۔ اس سالوں کا پتہ چلتے لگا۔ پھر دل کی جگہ انگلیاں رکھ دیں۔ لیکن دہان پھر شے ساکت تھی۔ ہر چیز خانوش تھی اس کو جب یہ لفظیں ہو گی کہ امید کے لئے کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ تو اس نے اپنی یہی کے میئے پر مرد کھو دیا اور سکر سیک کر دیتے لگا۔ اس نے بھرائی آواز میں کہا۔ ”یہو! اسیتی بہرگئے دار کے مردم بیٹھے ہم پر لڑاکم کیا ایسی اچھا ہوا کہ میں نے اس کو میٹے اسی ہلاک کر دیا۔“ وہ میں اگر میں اس کو ہلاک نہ کرتا۔ تب ابھی تو اس کی تشریفت کی نذر اور جانی، لیکن اس نے پھٹے اسی سے کوٹک گی بیٹلا۔ میں خرابیاں اور کمزوریاں پھوڑ دی تھیں۔ وہ حضر اور سے ستم انسان خود کیلئی جنم دید ہو چکا ہے۔ اس کا خیال تھا کہ اس نے ہم سب کی ہلاکت کا سامان کر دیا ہے۔ لیکن وہ تیرے سو اسی کو بھی اسیں نہ سکا۔ میں نے تیری کوکھ کے بچے تک کو صبح سلامت نہ کل لیا ہے۔ اگر تو میری آواز سن اڑی ہے اور عالم پالا میں تیری ردو کسی کے لئے کچھ کر سکتی ہے تو میں تجھے سے استدعا کروں گا کہ اپنے بیٹھے کے لئے کچھ ہزو رکر۔ اس کی زندگی، اس کی بیقا اور اس کے اقبال کے لئے کچھ کچھ ہزو رکر اس

پنے لئے کچھ آئیں چاہتا۔ لیکن نوادرد کے لئے سہمت کچھ چاہتا ہے۔ ”

ملک کالانے اپنی آنکھیں بند کر دیں۔ اور مشتمل غم سے پارہ پارہ اسوجاتے دلے دل کو تھیلیوں سے دیا کر ریلیٹ گیا۔ معلوم آئیں یہ اعیا ز تھیل تھا یا کچھ اور کہ اس نے اپنی بڑی کو سکراتے ہوتے پنے صاف کھرے دیکھا۔ وہ ہاتھ کے مٹام سے معلوم آئیں کیا ہماں تھیں کہ اس کا ایک پانچ اسی سمت میں بار بار اکھر رہا تھا۔ جلد ہر دن بیچے کوئے کر گئی تھیں۔ بڑی کے ہوتے بھیں ہل رہے تھے۔ اس کے بعد وہ آہستہ آہستہ فضایاں اٹھنے لگی۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے یا تو خدا یا تھیل اور گتی یا خلا میں پرداز کر گئی۔ ملک کالانے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔ اب دہان سائنس یزدی کی لاش پرڑی بڑی تھی بے شیش و سکست، اخون میں لست پت۔

* * *

دافت بیچے کو نہ لاد تھلا اور دیکھتے ہے بہنا کمر لائی تو ملک کالا بھولا نہ سما یا۔ اس نے گھٹے میں دیکھے ہوتے بیچے کو گود میں لے دیا۔ اور پیش ان اور خاروں کو چوتا بھا۔ بیچے کی لفڑیں کسی جگہ ہم آئیں رہی تھیں ماس پر باب کا گرم ہوشی اور محبت کا کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ تھیل بیچے کوہ تر دیکھنے کے اندر میں آنکھیں کھوئے ہوئے تھے۔

بیچے کو دیکھتے کے لئے کتنے ہی آدمی ہیں ہو گئے۔ منہنی مصاحب بھی ان میں شامل تھا۔ دنہارا لوں کا سب سے پسندیدہ اور دلچسپ موظیوں یہ بیچے تھا۔ وہ اپس میں ہمیں کچھ تھے کہ ان کے علم اور شعر میں آت تک کوئی۔ بیچے اس طرح نہیں پیدا ہوا۔ ان کا خیال تھا کہ یہ بیچے زیادہ دن نہیں بیچے لایکن سردمست تروہ زندہ تھا اور سب کو حیرت زدہ کیتے ہوئے تھے۔ منہنی مصاحبے دو لبز باند پھیلا دیئے اور بیچے کو گود میں لینا چاہا۔ ملک کالا نے بیچے کو دافت کے حوالے کر دیا اور کہا۔ ” دیکھو، اس کا لپٹا اولاد سے زیادہ خیال رکھ۔ اس بیچے کے طفیل میں نیزے پورے خاندان کی پروردگاری کرنے کو تیار ہوں اس کو زندہ رکھو، اس کو زندہ رہنا ہے؟ ”

اس کے بعد اس نے منہنی مصاحب کی طرف دیکھا اور کہا۔ ” اب تو جا سکتا ہے ”

صاحب تھ خشام کی۔ ” بُرگشِ دار، میں اس بیچے کو اپنی گود میں لینا چاہتا ہوں ”

ملک کالانے لا پرداز سے کہا۔ ” میں نے کہہ جو دیا کہ اب تو جا سکتا ہے ”

صاحب نے گھنچیا تے انداز میں عرض کیا۔ پر گذار: میں بھی کچھ عرض کر رہا ہوں۔ میں اس پتے کو اپنی گود میں بینا چاہتا ہوں۔“

لک کالائے بندہ تری درستی احتیار کی۔ میں سمجھ کو اپنی بیوی کی پاکت کا سب سمجھتا ہوں۔ تو نے اپنا اعتماد کھو دیا اور میرے دل میں لپٹنے روپتے سے شک در شہ کا رنگ بودیا۔ میں دُرتا ہوں کہ گھیں تو گود میں سے کر رہے بچے کو نقصان نہیں خیال دے:

صاحب کے پھر سے کارٹن لا لگیا، بولا۔ ”یری خطا، میرا جرم ۹۶“

لک کالائے کہا۔ ”اگر تو نے آتے ہی کچھ کوئے بتا دیا ہوتا کہ کوشک کی بینادر بن بطور فدا حق کز در کھی گئی ہیں اس لئے بیوی کو دہان سے فوراً ہی نکال لیا جاتے تو شاید یہ حادثہ نہ پیش آتا۔ اور یہری یہ زندہ پڑے جاتی۔“

صاحب نے عرض کیا۔ ”اگر اس کو آپ نے یہری ملطی اور خطاب میں شمار کیا ہے تو میں داقعی گھنگار ہوں۔ آپ کا خطاب ہوں لیکن اس میں یہری تساہی غفلت اور سستی کو اس حدت کا سبب قراہ دیا جاسکتا ہے، مگر یہری نیت پر شیرہ نہیں کیا جاسکتا۔ میں اگر بدیعت اتنا تو مغلی ہو چانے کے باوجود کمزوری اور اس بات کو پہنچ سینے ہی میں دن کر دیتا مگر میں نے نیک شق سے آپ کو سب کچھ بتا دیا۔ آپ مجھے مرثیہ کر رہے ہیں، یکجتنے، کرتے رہتے۔ میں کیا کر سکتا ہوں۔ پھر آپ جب بیکھتے ہیں کہ آپ اپنی بیوی کو مرنے سے روک سکتے تھے بشرطیکہ آپ کو اس سے پہلے ہی بتا دیا گیا ہوتا گویا آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ موت کو نکال سکتے تھے۔ خدا کے حکم کو ملتی کر سکتے تھے۔ پر گستہ دار: ایسا سوچنا بھی کفر ہے۔“

لک کالا لاجواب ہو گیا۔ لیکن ہست دھری ہیں چھوڑی اور قریش لیجئے ہیں کہا۔ ”ہر حال کچھ بھی ہوا میں تجھ کو اپنی بیوی کی موت کا ذرہ دار سمجھتا ہوں اور اسی شہ سچتا رہوں گا۔ یہ یہری اتل مانتے ہے۔ جس میں کبھی بھی کسی تبدیلی کا امکان نہیں؟“

صاحب کو کچھ دیر بعد دھکے دے کر بچھا دیا گیا۔

لک کالائے اپنی داستان علم اپنے بھائی اسلام خان کو سرہندر مکھ کر بچھ دی۔ اور سیکے کی بابت لکھا کہ: ”یہ زادہ روزگار دھن تاریخی بادگار تابت اوسکتا ہے۔“ اس نے یہ بھی تکھا کہ: ”بچے کی پرقدش ہمت احتیاط سے کی جائے۔“ مگر دو لاکے لوگ سخت ناقابل اعتماد ہیں۔ جو دافی اور اس کے متعلقین بچے کا پرہ رش دیر راحت پر لگاتے گئے ہیں وہ بھی اس لائی ہیں۔ میں کہ ان پر پوری طرف بھروسہ کر لیا جاتے۔ میں پریشان ہوں کہ اس نازکی

اور جنابی بچے کو زندہ رکھنے کے لئے کیا کچھ کر دیں۔ جنراپت مقدمہ میں کامیابی حاصل گردی۔
 جواب میں اسلام خان نے سچھ بھیجا؟ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ بچے کی زندگی خطرے میں ہے
 تو اس کو ہمیرے پاس بچھ دد۔ میں پال لوں گا اور کوشش کروں گا لیسا کی کچھ اس طرح تربیت کی
 جائے کہ یہ واقعی تاریخی شخصیت ثابت ہو۔ تم نے بچے کی پیدائش کے لیے جو طریقہ کار اختیار کیا
 بھیج اور بے خل ہے۔ اور اس سے میں اس نئیجہ بیرون ہمپا ہوں کہ جس خدا نے اس کو ہوت کی کوھری
 سے نکال کر تیرے گولے کر دیا ہے۔ دد اس کو زندہ بھی رکھے گا۔ اور شاید اس سے کوئی اہم کام
 لے ادا اس کی وجہ سے ہمارا خانمان تاریخی بن جاتے۔ میں اس بچے کو منبنا کرنے پر تیار ہوں گا اس
 کو ہمیرے پاس بچھ دد۔

ملک کالا کو جب اپنے بھائی کا لیے محبت بھرا خط ملک تو وہ تردد میں برقرار گیا۔ بیٹے کی
 محبت اس کو منہ کر دی تھی کہ وہ سر زندہ بھیجے، اپنے پاس رکھے۔ یعنی مصلحت اندریشیان
 اور عرض و طرح اس کو بچھ دینے کا مشورہ دے رہے تھے۔ محبت پر عرض دفعہ اور مصلحت اندریشی
 غالب گئیں۔ ملک کالا اپنے بھائی اسلام خان کی آنونش میں پروردش پلتے ہیں اپنے بچے کا
 شاندار مستقبل دیکھ رہا تھا۔ اس نے بے چون وچڑاپنے بچے کو اسلام خان کے حولے کر دیا۔

ملک کالا چند دنوں کے لئے اپنے بھائی کے پاس آئی تھر گیا۔ اسلام خان نے بچے کو اپنی
 گود میں بیا اور شفیقی نگائے دیکھتا ہوا۔ وہ اس کی صوبت دیکھو رہا تھا۔ اور تصور کی ہے تھے کہ
 ملادت کا منظر دیکھ رہا تھا۔ ایک زخمی۔ مکان کے میلے میں دبی آؤتی بلوہستان عورت کا
 خیبر کی لاکت پیٹ چاک کر دیا ایسا اور اندر سے بچے کو نہایت احتیاط سے نکال دیا گیا۔
 اسلام خان نے سوچتے سوچتے جھر جھری فی اور مکا اور اپنے بھائی ملک کالا کو دیکھا۔
 ”ملک کالا! یہ ہے! اس بچے کی پیدائش کی قورنے جو داستان بکھو تھی۔ کیا ہد دست
 ہے۔“

ملک کالا نے جواب دیا۔ ”بھائی! آپ دکھلا کے ایک ایک فرز سے اس کی نصیرتی
 فرمائے ہیں اور پھر میں اس قسم کی فرضی دامتان شہر کر کے اس سے فائزہ کیا حاصل کروں گا۔
 یہ بھائی تو سوچتے آپ؟“

اسلام خان نے کہا۔ ”بھر جا کچھ کیا ہو؟ یہ میرا بیٹا ہے۔ میں نے اس کو اپنا بیٹا بنالیا۔“
 پھر لے لیا۔ اتوتے میں کا کوئی نام بھی رکھا ہے؟
 ملک کالا نے جواب دیا۔ ”ابھی ملک نہیں اجب یہ بیٹا آپ کا ہے تو اس کا نام بھی آپ
 ہی ارکھیں گے؟“

اسلام خان نے سچے کو عورتوں میں بھیج دیا۔ جہاں وہ باختلوں باختہ یا ایسا افراد خود دوستوں میں بھجوگر سچے کے نام کی جستیوں ہیں رکھ گیا۔ اس نے اپنے دوستوں سے بھی صلاح مشورہ کیا۔ انہوں نے فراز فرداً ہمت سارے نام بتائے مگر اسلام خان کو ایک بھی نام پسند نہ آیا۔ بڑی دیر بعد اسلام خان نے کہا۔ ”دوستوں ہم سے ذہن میں ریک نام یا باراہ تھا۔ پسند نہیں، وہ تمہیں بھی پسند آتا ہے یا نہیں۔“

دوسٹوں نے پر مشوق ہبھی میں جواب دیا۔ ”ہاں، جاتا ہے تا پھر، تکلف کیوں ہے یہ تباہ کس لئے۔؟“

اسلام خان نے کہا۔ ”دوستوں، عبایمیوں کے دوسرے بن ایک عقل مند دیوانہ گزدا ہے۔ وہ بظاہر دیوانہ علوم ہوتا تھا مگر وہ اپنے نسل نے کا دانا تینیں انسان تھا۔ ہم لوں دان، یہ ہم لوں نام کیسا رہے گا۔؟“

دوستوں نے اس نام کو کچھ عجیب سمجھا۔ انہیں یہ نام پسند نہیں آیا۔ ایک نے کہا۔ ”ہم لوں ہی کیسا نام ہے یہ ہم سے توگ تو اس نام کو صحیح طور پر لے بھی نہیں سکیں گے۔؟“

ملک کالا نے اعلان کیا۔ ”میتے یہ نام پسند ہے لیس اب اس سے پہلا نام نہیں مل سکتا۔“

کسی دوست نے کہا۔ ”دوست، کسی پاٹی دیولے کے نام پر اس عرصم کا نام نہ رکھو۔ کہتے ہیں ناسوں میں بھی اثر ہونا ہے کہیں یہ بھی جوان ہو کر ہم لوں باذلانہ ہو جائے۔“

اسلام خان کا ہر سے شفقت کے رنگ اسی پدل گیا۔ تھنی سے بولا۔ ”بھاڑا تو ہم لوں دل مشورہ ہے، ہم لوں باذلانہ تو ہم نے آج ٹک ہبھی سنایا۔“

ایک دوست نے بھث دکڑا کو رفع دفع کرنے کی کوشش کی بولا۔ ”ہم لوں اچھا نام پر مکن ہے اس نام کی برکت اسی کچھ کو گزرے۔“

اسلام خان نے اسی وقت اتفاق ہیوں کے ٹوکرے مٹکوائے اور پچھے کا نام رکھنے کی خوشی میں اس کو تقصیم کرنا شروع کر دیا۔ ملک کالا کے منہ میں اسلام خان نے ایسے ہاتھ سے قلائد کا ایک تکڑا کھدیا۔ جوابی کارروائی میں ملک کالا نے بھی ہم ہی کیا۔ اور ایک غائب جامن پتے بھائی کے منہ میں سکھ دی جھقانی کے دل لاگرے اندر کبھی بھجوگر دیتے گے۔“

ملت کو ایک شاندار تقریب منعقد ہوئی۔ اس میں اس انوکھی پیدائشی دلخیل ہے کہ بوجہی عقل میں گھمیا پھرایا گیا۔ ملک کالا ہم سے خوش تھا۔ اور حضیرم تھوڑے اس کا خیس انہیں بنا کیا۔

ستقبل دیکھ رہا تھا اسی رات ملک کالا لے اپنی مر جوم بیوی کو خواب میں پہنچتے ہوتے دیکھا۔ وہ ملک کالا لے کہہ دی تھی "اپنے میرے سے کی خوش قسمتی پر خود کیا ہے نے لمحہ محفوظ میں اس کے درختان ستقبل کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ مگر مدد ہونے کی کوئی خروجت ہمیں نہیں؟" ملک کالا بھی بیوی سے یہ پوچھنے والا انداز کو تو سے لوگ محفوظ ہیں کس قسم کا درختان ستقبل دریکھا ہے لیکن آنکھ کھل گئی۔ وہ آنکھیں بند کر کے دربارہ سونے کی کوشش کرنے لگا۔ تاکہ وہ خوب میں اپنی بیوی سے یہ سوال کر سکے مگر ہمیں ہوا سکا۔ اور دوسرا سے دن سورا تو بیوی ہمیں آئی، جس سے سوال کرتا۔

ملک کالا کا سید سے چھوٹا بھائی فیروزخان اور اسلام خان کا بیٹا قطب خان، دہلویں ہی اس بیٹے میں شری دھرمی یعنی تھے۔ اس وقت فیروزخان بمشکل آنکھ سال کارہا ہوا کا اور قطب خان پاپڑ پھنساں کا۔ یہ دو لفڑی ہملوں کو گود میں لے کر خوب خوب سیر و تفریح کرتے اور پول سے ہملوں کے بیجا تے بلوچتے۔

ہملوں نہایت نازد فتح میں پروردش پاتا رہا۔ تین سال کی عمر میں ایسی ارشادی اور عقل مندی کی باتیں کرتا کہ اسلام خان اونچ رہ جاتا۔ وہ اپنے چیافیز فیروزخان اور تیاناند بھائی قطب خان کو خاطر ہی میں نہ لاتا۔ اس کی تھی سی عقل میں معلوم ہیں کس طرح یہ بات سماں تک تھی کہ وہ عام لوگوں جیسا نہیں ہے کیونکہ اس کی ولادت عام پھتوں کی طرح ہیں ہوئی۔ اس کو یہ زعم بھی بھاگ کر اس کی ماں کی روح اس کی حفاظت اور رہنمائی کرنی رہتی ہے اس لئے وہ کسی سے بھی نہیں ڈرتا تھا۔

جب چھوٹا سال کا ہوا تو اسلام خان کے بھوٹوں میں اس کے خلاف حمد و مقابت کی ۶۰ کھڑک اٹھی۔ قطب خان بطور خاص جلنے لایا تھا۔ وہ جب تب طنز سے کہ دیتا۔ بلو، تو اس گھر میں کتب سُک رہے گا؛ لیتے بایک کے پاس کیوں نہیں چلا جاتا۔"

"ہملوں جو اس بیٹے کے پاس کیوں نہیں چلا جاتا۔" اور دوسرا بایپ اپنے اصل بایپ ملک کالا پہنچا۔ اپنے اپنے بایپ کے پاس کیوں نہیں چلا جاتا۔" قطب خان نے کہا۔ "میکھ بلو، اس گھر کا دلی ہمہ ہوں،" جب لا چھتا ہوں اس گھر میں نیڑی کیا جیشیت ہے۔"

ہملوں نے سکرا کر جواب دیا۔ "یہ ہیں جاتا کہ اس گھر کا دلی ہمہ کہنا ہے لیکن یہ مفرغ رہ جاتا ہوں کہ یہاں کا دلی ہمہ میں ہوں۔" اس نے گفتا یا اسلام خان بھی ہی کہتے ہیں۔"

قطب خان غصہ میں تملک کر دے گیا تولا۔ کچھ بھی ساری اگر بلا جان تے یہ غلطی کی تو آئیں
بڑی پریشان اٹھانا پڑے گی۔ کیونکہ میں اپنے حق سے کسی طور بھی دست بردار ہونے کو تیار نہیں۔
میں اس نام لٹک کی ہلت کسی طور بھی سننے کو تیار نہیں۔ میں اس کو ایسی متراودوں گا کہ پوری کانندگی
نہ بھولے ۴

ان دونوں میں تو یہ حیرت ہوئی رہی اور اسلام خان دن میں کوئی کھی با رپٹے بھیجیے میں ملتا
اور اس کی تحریک میں ڈھونی ہوئی بائیں بڑے شوق سے سنا ہتا، اور بڑی بھر کے دل دینا رہتا اس کا
اپنا پاپ ملک کالا ہمت عرصے سے سرہنہ نہیں آیا تھا۔

جب ہم لوں دس سال کا ہو گیا تو اس کا جسم اور باتیں دیکھنا اور سننے سے تعلق رکھنی
چکیں۔ جب دس سال پر ہو رہے ہو گئے تو اسلام خان نے ہم لوں کی علیکی ایک دہائی بیت جاتے کی
خوشی میں ہیک شاندار تقریب مغدقہ کی بڑے بڑے امراء اور صداروں کو اس تقریب میں مدھوں کیا
گیا۔ ہم لوں کی پیدائش والی بات تقریباً ہم کوئی چانتا تھا اور جو ہمیں جانتا تھا اس کو لوگ باقیوں ای
باقیوں میں بتا دیتے تھے۔ شاندار بیاس میں مددوس ہم لوں کو جب تمام ہم جانوں سے مولیٰ گیا تو ہم لوں کی
تیزی و پڑائی اور بیلا کی خود اعتمادی نے ہم کو مغرب اور متنازع کر دیا۔ وہ بڑی دیر تک مردہ
ہی میں گھومتا پھرتا اور باتیں کرتا رہا۔ اب اس بات کی بڑی خوشی تھی کہ پوری محفل میں
اس سے زیادہ کسی پر بھی توجہ نہیں دی جا رہی تھی۔ ہرگز ہم لوں ہی کے ۲۰ پاں پہنچا رہتا۔
اسلام خان کو اپنے بھائی ملک کالا کا بڑا انتظار تھا، اس کو جیرت تھی کہ آخر وہ آئے گوں
نہیں۔ اس نے پت دل میں یہ فیصلہ کر دیا تھا کہ ملک کالا جیسے ہی اس کے مانع آئے گا اس
کو خوب خوب ڈالنے گا۔

ہم لوں بھائیوں سے ملتے تھک گیا۔ اس کو نیند موس ہو رہی تھی۔ اس نے اپنے
تیا اسلام خان سے کہا۔ ”تایا ایا؟“ میں بہت تھک گیا ہوں یعنی دھمکے سے۔ ”میں بند ہوئی چاری
ہیں۔ کیا آپ سبکو سوچا تھے کی اہانت مرحمت درازیں گے؟“ ۵

اسلام خان نے کہا۔ ”یوں یہ تقریب ہے اور جانِ محفل تھے۔ کچھ دیر کے لئے نیند کو
پھکا دے اور قطب خان کو اپنے پاس بلاؤ کر بالآخر میں لگا دے؟“
ہم لوں نے منہ بن کر کہا۔ ”کیا ایا؟ میں بھائی قطب خان کو اس نے نہیں بلادتی گا،
کہ وہ صحیح سے ناجوش گوار بائیں کرتے تھے میں میں خوش ہو جانا ہوں۔“

اسلام خان نے اسی وقت قطب خان کو بلاؤ اور اس کو ہم لوں کے سامنے جوڑوں کی
طریقہ کھڑا کر دیا اور ہم لوں سے کہا۔ ”یلو! بھی ابھی تو جو کچھ کہ سبسا تھا اس کے سامنے بھی دیکھ دیجئے۔“

قطب خان نے ہملوں سے پیٹھی بولنا شروع کر دیا۔ قطب خان کی ذہان قیمتی کی طرح چل رہی تھی دہ اپنے باپ سے کہہ رہا تھا کہ "بین لوگوں نے ہملوں پر خاص توجہ دی ہے اور اس کے ذکر اور بیان میں ایک لنت سی محروم گھستے ہیں، وہ ہملوں کو معلوم نہیں کیا۔ سمجھتے ہیں یہ سازی بایسیں یہرے لئے ناقابل برداشت ہیں اس لئے ہیں ہملوں سے تقدیر سکر رہتا ہوں ॥"

اسلام خان نے قطب خان کو ٹھانٹ دیا، مزینا کہ قطب خان کے لب والہمہ کی نقل کی۔ اس لئے ہیں ہملوں سے دُقدِ دُقدِ رہتا ہوں! ہمچنان اللہ دُقدِ دُقدِ رہتے کہ کیا شاندار سبب بیان فرمایا ہے صابر رہتے نے۔ "اس کے بعد قطبی حکم دیا۔" قطب خان! ہیں جمعیتِ حکم دستا ہوں کہ تو ہملوں سے دُقدِ دُقدِ رہتیں رہے گا۔ تجھ کو اس کے ساتھ رہتا ہو گا۔ یہ یہر احکم ہے۔ تجوید اس کی تعلیم فرض ہو چکی ہے!

قطب خان نے پڑھا۔ "یادا جان! یہ آپ کا سب سے بڑا ایسا ہوں اور صلاحیتوں میں بھی کسی سے کم نہیں۔ مجھے صرف یہ بتا دیجئے، کہ اس گھر میں ہم دونوں کی کیا حیثیت ہو گی۔"

اسلام خان نے جواب دیا۔ "قطب خان! یہ تیری صلاحیتوں کا معرفت ہوں یہیں ہملوں کو تجوید، پر مشرف و فضیلت حاصل ہے۔ اس لئے تو یہیست اس کی ما سختی اور مگرائی میں رہتے گا۔"

قطب خان نے بھر جھر سے کام لیا۔ "اگر یہ آپ کا حکم ہے تو یہ اس کی تعلیم کروں گا اور اگر یہ حکم نہیں ہے تو پھر میں امر ہوں گا۔"

اسلام خان نے کہا۔ "کیا تو یہ میری بات سننی نہیں، یہ تیرے سوال سے پیٹھے ایسا تجوید پر داشت کر چکا ہوں کہ یہ میرا حکم ہے اور تو اس کی تعلیم کرے گا۔" کچھ درمکے لیئے خاموشی چھاؤتی، گویا کسی کے پاس بھی بات کرنے کے لئے افلاں پھٹ۔ آخر اسلام خان نے قطب خان کو دوسرا حکم دیا۔ "اب تو ہما سکتا ہے۔"

قطب خان چلا گیا۔ اسلام خان نے ہملوں سے کہا۔ "قطب خان! ہم نہیں ہے، تیرے حاسماں کو بھر کاتے رہتے ہوں گے۔ یہ تو بھی نا سمجھ رہا رہتے۔ تا سمجھ رہا کاروں پر بالوں کا جادو چل جاتا ہے، اگر مسلسل پھونک ساری جاتے، تو گلبی مکھیاں بھی جلنے لگتی ہیں۔ اب تیراں کام ہے کہ قطب خان کا دل ہاتھ ہیں لے لے۔ کیونکہ اگر قطب خان کو حکما تجوید پر مائل کیا گیا۔ تو یہ عارضی اور وقتی اثر ہو گا، ہالی اگر کسی طرح تو نے اس کا دل جیت یا تو ہم است

فائدے ہیں رہے گا؟

ہملوں نے جواب دیا۔ آپس کی ناتفاقی ان خانہ لوں کو تباہی اور بربادی کی طرف لے جانی ہیں اور اسی ادارے افیال اور کلکان کی طرف، میں نے یہ سختے خود بخوبی سمجھ لئے ہیں؛ اسلام خان کو ہملوں کی باتیں ہوتی اچھی نگینے پر اختیار ہیٹھ سے کالیا۔ میں جب ت خوش ہوں کہ ہیں نے سمجھ کو سمجھنے میں غلطی نہیں کی، تو ہبہت بالصلاحیت ہے خدا تعالیٰ ہی ش کامیاب دکامران رکھے۔

کچھ دیر بعد انہوں نے بیلاڈ آگئیا کم۔ عورتیں اسی عجیب دنیو ہبہ پر لائش والے پیچے کو دیکھنے کے لئے چیزیں ہیں۔ اس کو انہوں نے صحیح دیا جاتے؟ اسلام خان نے ہملوں کو انہوں نے صحیح دیا۔ ہمدوں نے اس کو چار دن طرف سے گھر بیا۔ اور جری دلیری اور بے حیاتی سے ہملوں کو دیکھنے نگینے ہملوں اتنی ہبہت صاری نظروں کا تحمل نہ ہو سکا اور اچھی بھی (قطب خان کی ماں) کے پاس چلا گیا۔ قطب خان نے اپنا ماں کو پہنچائی سے در غلار لگھا تھا۔ اس نے بڑی بے رُشی سے پوچھا۔ یہ تو ہیرے تایا نے سمجھ سے کیا کہا تھا؟

ہملوں نے کہا۔ اکس سلطے ہیں ہیں؟

بچپی نے جواب دیا۔ ہیرے اپنے سلطے ہیں۔ کیا آئے قطب خان اور تیری آپس ہیں تعلق کلامی ہو گئی۔

ہملوں نے کہا۔ نہیں ابھی نہ کوئی بات ہیں۔ قطب خان ہیرے بڑے بھائی ہیں میں تو ان سے تعلق کلامی کی بحث نہیں کر سکتا۔

بچپی نے ہملوں کی پشت پھر پھانی اور کہا۔ دری تو میں کہوں کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ ہم لوں قطب خان کا بھائی ہے اور بھائی اُن فریجہانی ہو ہوئے۔

اہمہ آہمہ عورتوں اور ارکیوں نے ہملوں کو لیتے گھیرے میں لینا منزوع کر دیا۔ وہ سب آپس میں دھکہ پیل کر رہی تھیں اور آگے ملینے کی تکریں ملکیتیں دھکہ پیل کر رہی تھیں کہ ان کی سانسیں تک سفی جا سکتی تھیں اور بھنوں کے جسم اس کے جسم سے مس ہو رہے تھے۔ ان کے جسم زیورات سے لدے ہوئے تھے۔ اور مٹک بڑے ہوئے مٹک چن کا مرغ پیش کر دیا تھا، ان میں بعض اتنی دلیر تھیں کہ ہملوں کو عدویوں باتوں سے پیڑا پکڑ کر دیکھنا منزوع کر دیا قطب خان کی مال منس ہسن کر رہا تھا۔ شریف عذرلو ایم میر جعیجیا سے اس کو اتنا مٹک کر کر کہ اس کا دام ہی گھٹ جاتے۔ دیکھو تو یہ ہیستے میں تمہارا ہو ہے اس کی جواہر چھوڑ ددی۔

جھٹ سے کھڑے کا بڑا سایکھا لٹا ہوا تھا۔ ایک آنکھ سالہ بچتے اس کی ڈودھی پکڑ کر ہلانا شرط کیا پڑھتے کی جھال میں سے اخافزہ ہونے لگی۔ جب یہ ہوا پسند آؤ د جسم میں لگی تو ان کے چہرے پر خوشی سے مکاہست خودار ہو گئی۔

ہم لوں اس غصی منی لڑکی کو پڑھتے کی ڈودھی پکڑے ہلاتے دیکھ رہا تھا۔ دبایی یعنی لڑکی اپنی بوری قوت سے جلدی ڈودھی کو کھینچ اور چھوڑ رہی تھی۔ ہم لوں دللوں ہاتھوں سے ہم لوں کو پہنچتا ادا الذکر کے پاس پہنچ گی، اور پڑھا۔ ”تو کون ہے۔؟“ لڑکی نے مٹرا کر جواب دیا۔ ”لڑکی ہوں۔“

ہم لوں کو اس کا جواب اور جو لئے کا اندان ہم تھا جھانگ۔ ہمسن کر کھا۔ وہ اور ہم خود بھی دیکھدہ ہوں کہ تو ایک لڑکی ہے، مگر میں پوچھ دہا ہوں کہ تیرناام کیا ہے۔؟“

عہم تھیں ان دللوں کی باتیں بڑی دلچسپی سے سن رہی تھیں۔ اتنی دیر ہیں اس کی، جی بھی ان دللوں کے پاس ہیچنہ گئی۔ اس نے ہم لوں کو شالوں سے پکڑ لیا۔ ادنیک طرف لے جاتی ہوئی بولی۔ ”بلوہ ساری کی بیٹھی صبوری ہے اس کا پاپ ہیں تیار اسٹوپ وغیرہ پیار کر کے ہی خیال رہتا ہے اس کے خاندان کا شمار پر جوں میں ہوتا ہے اس نے ہمارے خاندان کے لڑکوں کو یہ زیب ہمیں دیتا کہ وہ ان میں دلپسی لیں۔“

ہم لوں نے جواب دیا۔ ”بچی! میں نے اس لڑکی میں کوئی دلپسی نہیں لی۔ آپ نے اس کا کیا نام بتایا تھا ابھی۔؟“

”بچی نے کھڑے ہبھے میں جواب دیا۔“ جس میں دلپسی نہیں لیتا اس کا نام کیا بوچھنا۔“

ہم لوں نے گھوم کر ساری کی بیٹھی کی طرف دیکھا۔ وہاب بچی پٹکھے کی ڈودھی پکڑے اسی کی طرف دیکھ رہی تھی۔ ہم لوں کو اس کی بیساکا درمزیادہ بھج گئی ہے اخیار دل یہ چاہا کہ وہ بچی کے پاس سے بھاگ کر اس لڑکی کے پاس پہنچ جلتے۔ لیکن سخت ممتاز بچی کی موجودگی میں اتنی ہممت نہ کرو سکا۔

عورتوں کو ہم لوں کی جھی کی بیساکا درمزیادہ روزگار شے کو ان کے درجیان سے لے لائیں۔ یہند شوٹ اور جرأت مند لڑکیوں نے مرید انتکار کے بیغیر بچی کے پاس جانے کی حمارت کی اور شکایت نہ کیا۔ ”حمر خالوں ہم لوگ کافی مسافت ٹھے کر کے ہمارا تک پہنچنے ہیں تاکہ اس توجیب و نزیب شخصیت کو اپنی ممکنہوں سے دیکھ لیں جسے موت کے حنے سے بہ نوک غنہ نکال لیا گیا لیکن آپ اس کو لے کر ابھر چلی آئیں۔ خدا کے لیے اس کا جلوہ عام کر دیجئے درست لوگ مالوس

ہو جاتا گے اور نندگا بھر گئے شکوئے کرتے رہیں گے؟"

بچی نے ۲۰ ملروں کو ایک دوسرے کمرے میں پہنچا دیا اور خاندان کی لاکیوں سے کہا۔ تم سب یہیں آجاؤ۔ اور اپنے مطلب سے مل لو۔ بچوں میں یہ ناپسند کرنی ہوں کہ ہماری بجا لٹکیاں ہماں بچوں پر محبت کی مکملیں ہیں لیکن یہیں ذات لاکیوں کو کسی طرح بھی ہیں آئندہ دل گی؟"

ہم لوں اپنی بچی کی بائیں بڑی توجہ سے سارہاتھا، بولا۔ "بچی اسلام میں ذات اور نسل کا کوئی تفصیر نہیں۔ آپ کیا چاہتی ہیں اور کیا ہم نیں چاہتے۔ میں اس کی بات ہمیں کر دیں گا۔ میکن میں ساروں کو نہ ہمیں کہتا۔"

بچی نے بڑیم اکڑ کر کہا۔ تو چبڑہ لڑکے، ان بالوں کو توکی گی جانے میں نے اپنے خاندان کا ایک اہم اور قطعی فضل سدادیا، اب اس پر عمل کرنا لازم ہوا۔ اون میں پہنچ گئی ساری بیٹی اس

وقت بچی اسی جگہ کھڑی شاید ہم لوں کا انتظار کر رہی تھی لڑکی کی ماں اور وہنہ بربل ڈلے اور شکن آؤ وہ پیشانی لے لی بیتی کے پاس ہنپتھی اور اس کو بچوں سے پکڑ کر اپنے خاندان کی دوسری عورتوں کے پاس لے گئی اور دو تین طالبے پر لگا کر بڑھ لئے گئی؟ امراض کی محفل میں انشتمان بیٹھنے کا ڈھنگ میکھ، اب آنایم ساخت۔ بھری محفل میں بے حریق گردی؟

بچی نے ساری بیٹی کو پستہ دیکھا تو من پھیر دیا اور اس میں اخلاقی مراحلت نکلنے کی۔ رہکی سکیاں لے لے کر دنے کی۔ سارے خاندان کی کسی بڑی بورھی نے کہا؟ پیشہ حبیب اللہ۔ سار کا پیشہ اتنا بہرا تو ہمیں کہنا ہمادھر فاء ہیں کیون اور نہ سمجھنے گیں؟

بچی شیر فی کی طرح ہپھ کر بڑی بی کے سر پر عکس لئی اور لعنت طامت کرنے لگیں۔ بڑی بی این لئے ترکوں کے لئے یہ جگہ خیز موندوں ہے، یہ سپاہیوں اور ہمادھوں کا مسکن ہے۔ اس محفل میں سو سادی کو قابل تعظیم صحاجا تھا۔ اپنی زبان بند رکھو، درجنہ جان سے باخت دھو سیکھو گی۔

بڑی بی نے مصلحت اندیشی سے نرم ہبھی میں کہا۔ "میں موت سے ہمیں ذمہ فی۔ یکوں کو لوں بھی قبر میں پادری نکلتے بلیتھی ہوں۔ اگر ہم لوگ اتنے ہی کیں کھئے تو ایسیں ہمہ بڑا یا کیوں گیا تھا۔"

بڑی بی کے قلعوں میں ہمارا دری اور پیچے میں موت کا خوف موجود تھا۔ بچی اس جواب کی محفل نہ ہو سکیں۔ اور بوری محفل کو سر پر اٹھا دیا۔ عمر تینی خود زدہ ہو کر ادھر ادھر اوگیں۔ یہ

خبر بسی محمل کے باہر پہنچاں تو اسلام خان بھی ڈیور ہی میں آگیا۔ اور شدروخل کا سبب پوچھنے کا
جسپر بور کار دلائل عنوم اکوف توانے پڑی جو ہی کربلا کسر صحیحاً ہوا اور اس سنا خاندان کو اس نے
مدحکیا افضل کیونکہ یہ ساروں میں معزز مریض خاندان ہے۔

بھی اپنے شوہر کے سامنے وہ تیر کا طاری تو ہمیں دکھا سکی، مگر اس نے دبے لفظوں میں
طنز عزوفہ کیا۔ اس نے کہا۔ ”بھی یہ ہمیں سمجھ سکی، اکہ بڑے لوگوں میں معزز مریض برے کا کیا
مطلوب ہوتا ہے۔؟“

بھی کی عدم موجودگی میں ہم لوگوں پیش کرنے سے باہر نکلا اور در حقیقی طاری کے پاس پہنچا
شورتوں سے پوچھا۔ ”یہ کیوں مرد رہی ہے۔؟“

لڑکی کی ماں نے طلب چلے آئیں میں کہا۔ ”ایم زادے! آپ کہہ سے بات ہیں کہنا چاہیے
میں نے اپنے جگر کے تکھے کو صرف آپ کی وجہ سے مارا ہے۔“

ہم لوگوں نے جواب دیا۔ ”میری بچی خاندان بڑا کی بڑی دلداد ہے میں تم لوگوں سے
پھر ملوں گا۔؟“

لڑکی کی ماں نے کہا۔ ”ہم سے ملنے کی کوئی حوصلت نہیں میں اس محفل میں بہت
خادم ہوئی ہوں۔“

بڑی بیٹے لڑکی کی ماں کو ڈانت دیا۔ ”عورتِ توبیادہ پائیتی رہ بنا۔ ایم زادہ آنے کو کہتا
ہے تو آنے دے۔“ شاید اس طرح ہم لوگ صاحبِ عزت پہلانے لگیں۔

ہم لوگوں نے بڑی بیٹے کو ہدایت کیا پہنچ دیتی جا رہے۔ میں ہر دادا میں گا۔

لڑکی نے ہم لوگوں کی بائیں میں تو چیب ہو گئی۔ اور اس کے پاس جا کر پوچھا۔ ”تو تم
ہر سے گھر آؤ گے۔؟“

ہم لوگوں نے جواب دیا۔ ”ہاں میں بیرے گھر فردآں گا۔“

لڑکی نے معصومیت سے پوچھا۔ ”اہدیہ لڑاکا عورت اگر تھیں مدد کئے تو۔؟“

ہم لوگوں نے جواب دیا۔ ”یہ عورت میری بچی ہے اور اس کی حکومت اس محفل کے اندر
نک مدد دے۔“

بڑی بیٹے کہا۔ ”ایم زادے! آپ ہمارے گھر جب چاہیں آ جائیں تیکن پہلے پیش
بھی اسلام خان کو اپنے اعتماد میں لے لینا یہ مشریف انسان ہماری عزت کرتا ہے۔“

ہم لوگوں نے جواب دیا۔ ”بندگ خالتوں! یہ میرا مسلک ہے، مجھے کیا کہنا پے اور کیا اہمیں
کہنا، میں جانتا ہوں۔“

بڑی بی بی نے کہا۔ یہ مخفی آپ اسی کا سلسلہ نہیں، ہذا سلسلہ بھی ہے پر تو نکل آپ ہمارے گھر آئیں گے، اس لئے یہ ہذا سلسلہ بھی ہے۔ ایززادے! آپ کو یہی بابت معلوم ہونا چاہیتے کہ یہ اس لڑکی کی دادی ہوں۔

ہملوں نے لڑکی سے پوچھا۔ “یرانام کیا ہے؟”

لڑکی نے جواب دیا۔ “زیبی۔”

ہملوں چونکہ بڑا بولا۔ لیکن میری بیوی نے تو کوئی گدوس رائی نام بتایا تھا، شاید تمہوں بتایا رکھا۔

لڑکی کی دادی نے جواب دیا۔ اس نے غلط بتایا تھا۔ میری بیوی کا صرف ایک نام ہے

زیبی۔ یہ کسی دوسرے نام سے مختلف نہیں۔

ہملوں نے ایک بار پھر اصرار کیا۔ “تم لوگوں نے مجھے اپنا پتہ نہیں بتایا۔”

لڑکی کی ماں نے اس کو اپنا پتہ سمجھا۔ جس کو ہملوں نے خوب لمحی طرح ذہن نہیں کر لیا۔ لیکن اسی وقت پیچی دالیں آگئیں۔ انہوں نے ہملوں کو سارے خاندان کی عورتوں کے پاس کھڑے دیکھا تو قرآن و نظروں سے گھوڑی ہوئی تاں کے پاس یہیں پیش احمد ہملوں کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچیا۔ بلو تو نہیں جانتا کہم سب یہ اتنا خیال کیوں رکھتے ہیں تیرے چڑی نے تجھے اپنا بیٹا پناہ میا۔ اور اس کے بعد تو ہی پیٹے پیچا کا جانشین ہو گا۔ اس کا ندانہ ہمتوں کو بھی ہو گیا۔ اسے احمد وہ سب، امن پتلہ ہیں ہیں کہ ٹھوپ پر قبل از وقت اسی مکہ میں ٹال کر قابو ہیں کریں، لیکن جب تک یہن جو یورڈ ہوں ایسا نہیں ہونے دیتے گی۔

لڑکی کی دادی اور ماں نے بڑا سامنہ بتایا اور دالیں چلتے کی تباہیاں کرنے لگیں۔

ہملوں نے شرارتاً پوچھا۔ “آپ کو چھانے ڈیوڑھی ہیں کیوں بلا یا تھا۔”

پیچی نے داشت لہجے میں جواب دیا۔ “یرا جیسا کہتا تھا کہ سارے خاندان مباروں ہیں معزز تریں ہے لیکن میں نے بھی اس سے کہہ دیا کہ میں اس کی بالوں کا مطلب ہیں سمجھ مکی۔ بڑے لوگوں ہیں معزز تریں بڑے لوگ، اس کا مطلب کیا ہوتا ہے؟”

ہملوں نے لپٹنے پیچی کو اپنا ہم خیال اور جانبی محروم کیا، ایک بار پھر شرارتاً پیچی سے پلا پھا پیچی ایک نے اس لڑکی کا نام نہیں بتایا۔

پیچی نے ہملوں کو معنی خیز نظروں سے دیکھ کر لڑکی اور اس کے بعد اس کی ماں اور دادی کی طرف دیکھ کر جواب دیا۔ “لڑکی کا نام سچھے بتادیا گیا اخوب حب نام معلوم ہی بوجھ کے ہے تو یہ بار بار مجھ سے پوچھتے کا مطلب ہے۔”

سادھو رہیں اسی دقت وہاں سے چلی آئی۔ ان کے جلتے ہی پچھے نے سکھ کی سانس لی، ادھر کھلا۔ لیں آئندہ اپنی محفل میں ایسی عورتوں کو ہمیں آئے دھولی گی؟

ہملوں نے پہنچے گرد پیش عورتوں اور اکیلوں کی بھیر بزارِ دکھنی لیکن یہ سب مشریف خانہ لوں سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان میں اسلام خان کے بیٹے قطب خان ادھری سی خان بھی شام ہو گئے۔ ہملوں بھری محفل میں خود کو تمہارا ادا کیا اکیلا اکیلا محسوس کر رہا تھا۔ اس کو کچھ دیر بعد رہ احسان ستائے تھا کہ اس کی کوئی پیچیرہ گم ہو گئی ہے وہ کوئی پیچیرہ کھو رہا تھا ہے۔ تھنی من معلوم سی زیربا آہستہ آہستہ اندکے دل دھماع اور پھر پورے درجہ پر چھائی اس کو ایسا لگا گویا زیباتے اس پر سحر کر دیا ہے۔

* * *

ہملوں کی پچی کچی دلوں تک مختلف دسائیں اور قدائع سے اس کی نگرانی کرنے رہی۔ ہملوں نے اس کے بعد زیبایا اس کے گھر والوں کا کوئی ذکر نہ ہمیں کیا۔ بلکہ ایسی لایبرو ای فی کی روشن اختیار کی کہ پچی کو یہ بیٹیں کر لینا پڑا۔ اکہ ہملوں کے ساتھ جو کچھ پیش ایااتفاق اور غیر ارادی تھا۔ ہملوں کی ذہنی استعداد اور سلطے میں ہمچنان انسان بات ہمیں تھی۔ اس کی پچی اس کی سمجھ کے مقابلے میں کوئی بھی ہمیں تھی۔ ہملوں نے اپنی بلوچی توجہ نہ سپہ گزی سیکھتے پر میندوں کو رکھی تھی دو گھنٹے سواری ایسی کرنے لگا تھا۔ ہملوں پہنچے چاکے پاس اٹھنے پہنچنے والوں سے دہلی کے باہمہ دب کر پہنچنے کی کوشش بھول جلتے تھے۔ ہملوں پہنچے چاکے پاس اٹھنے پہنچنے والوں سے دہلی کے باہمہ کی خبری بڑی لوجہ سے مناہرہ تھا۔ پچی اسلام خان کو کچھ پرستہ نہ تھا کہ ہملوں ان تک مکمل اور خوبون کی بدلشی میں کس طرح سوچ رہا تھا۔ اور کس قسم کے منصبیے بنانے کا تھا۔ ہملوں ہر ان تھا کہ اس کا پچی اسلام خان سرہنڈ کی حکومت پر کیوں قناعت کئے ہوئے ہے۔ دہلی دہباد کی افزائی اور انتشار سے فائدہ انتہائی کی کوشش کیوں ہمیں کرتا۔ وہ یہ بھی سوچ سا تھا کہ کوئی بڑا آدمی کسی ایک حال پر کس طرح قانع رہ سکتا ہے۔ انہی فکریوں میں میں نے تھنی سی زیربا بھی یاد آئی تھی۔ پچی کی حالفت اور لفڑت کو دیکھتے ہوئے زیبایا کا خیال تک تکلیف دہ تھا۔ کوئی بارہی میں آئی کہ وہ زیبایا کے گھر جائے۔ لیکن وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اس کی نگرانی کی جلد ہی ہو گی۔

ہملوں نے کھیا اور صبر سے کام لیا اور دلپت روزمرہ میں کسی قسم کی تبدیلی ہمیں کی۔ وہ برمذہ صبح گھر سواری میں کئی گھنٹے عرف کر دیا تھا اور یلوں گرد و ہمارا اڑانا چلا جاتا۔ اور اس طرح داہیں آنے۔ کبھی بھی دہنکام چھوڑ کر بیال پر بڑا کر گھوٹے کی پشت پر بیٹت جاتا اور گھوڑا سر پرست

بھائی اداہتا۔ گھوڑے کی خطرناک ٹالوں کی آوازیں من کر رہا گیر اور اُنہر اُجھاتے یہ کردند وہ گھوٹے کو دوڑتا پہلانا مرہنڈ کے باہر نکل گیا اور ایک گھنٹہ بعد جب رانیں آیا، تو اچانک زیماں ایاد آئی۔ باری بیس اتنی سوت تھی کہ ہملوں نے اپنے گھوڑے کو سارے دن کے محلے کی طرف منتظر کیا۔ حاضر اور اعلیٰ کے درختوں کے ساتے ہیں سفرستا ہوا ذمہ داری دیرین ساروں کے محلے میں داخل ہو گیا۔ یہ کبھی برقاً پلانے والوں کا لامون تھا، اسی جا لوز پر جسی ہیں مہنے ڈالے پافی پینے میں مشغول تھے اور کچھوں الکوں کے ساتھ پر جھکے کے پاس کھڑے اپنی باری کے منتظر تھے۔

ہملوں کا گھوڑا بھی پیاس اسکا، اس نے سوچا، چلو پہلے گھوڑے کی پیاس بھجا لیں بعد میں اپنی بابت سور پیا جاتے ہو۔ کبھی گھوڑے والوں نے تھیج ہٹ کر ہملوں کو اسے چانے کا راستہ دے دیا۔ یہ لوگ ہملوں کو دیکھ دیکھ کر پیچھے ہٹ رہتے تھے۔ ہملوں نے سمجھا ایسا کہاں میں سے اکثر اس کو چیچان لیا ہے؟“

ہملوں نے اپنے گھوڑے کو جراہی کے سامنے کھڑا کر دیا۔ گھوڑے نے اپنا سر پر ہی میں ڈال دیا اور پانی پینے لگا، پانی پنی چلنے کے بعد گھوڑے نے دم کو کبھی بار جھلکا دیا اور پورا جسم تھرٹھر کر رہا گیا۔

ہملوں نے ایک شخص سے پوچھا، ”بھائی ہذاہ مردی کو مردار کر سے مجھے مشاق سارے مٹاہے، کیا تم میں کوئی شخص اس کا لگھ رہا تھا؟“

ایک شخص نے جواب دیا۔ ”اس سے کیا پوچھنا، یہ تو خود نیا ہے اس محلے میں۔“

ہملوں نے بھا۔ ”پھر میں کس سے پوچھوں مشاق سارے سنا کا لگھ کسی نہ کسی کو تو اس کا لگھ معلوم ہو گا ہی۔“

ایک ادھیر عمر شخص ان کی باریں بڑے غدر سے مت رہا تھا۔ وہ ہملوں کے قریب پہنچ کر کھڑا ہو گیا۔ پوچھا۔ ”لڑکے! تم کس کے لگھ کا پتہ معلوم کر سبے ہو۔؟“

ہملوں نے جواب دیا۔ ”شان سارا کا“ جن لوگوں نے تھیج ہٹ کر ہملوں کو راستہ دے دیا تھا ان وہی سے ایک ہملوں کے قریب اکر بولا۔ ”بھائی! اگر میں غلطی نہیں کر رہا تو تم حاکم سرہست اسلام خان کے پیشے ہو۔؟“

ہملوں نے جواب دیا۔ ”ہاں میں اسلام خان کا بھتیجی ہوں، وہ بیرانیا بھی ہے اور بابی بھی کبونکر اس نے تھیج اپنا بیٹا بنایا ہے؟“

اس شخص نے پوچھا۔ ”تو تمہیں مشاق سارے کھڑا پہنچاہے شاید؟“

ہمہلوں نے جواب دیا۔ "ہاں میں اس کے گھر ہم بخنا جا سکتا ہوں۔"

اس شخص نے اپنے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور پیدل آئی چلنے کا بولا۔ "میرے ساتھ آؤ،

میں اس کا گھر جاتا ہوں۔ میں تمہیں اس کے گھر ہم بخواں گا۔"

ہمہلوں بھی اپنے گھوڑے کی لگام پکڑ لی چلیں اسی چلنے کا۔ کچھ ددر چلنے کے بعد اس

نے پوچھا۔ "کیا اس کا گھر یہاں سے نیادہ تر ہے؟"

اس شخص نے جواب دیا۔ "ہمیں زیادہ دفتر ہیں ہے اگر نیادہ قدر ہوتا تو

میں یون پیمائتے چلتا۔"

ہمہلوں چیپ ہو گیا۔ وہ نیادہ باتیں ہمیں کرنا چاہتا تھا اس شخص نے ہمہلوں کو

پہچان یا تھا جبکہ ہمہلوں اس سے بالکل واقف نہ تھا اس کو اندر لیتے ہو گیا تھا کہ یہ شخص

کسی بھی ذریت سے یہ خسراں کی جیسی تک بھی ہے نبھا سکتا ہے اور یہ بھی امکان تھا اس

کی وجہ نے اس کی تحریک پر جن لوگوں کو تعینات کر دکھا ہے یہ شخص ہمیں میں سے علیق رکھتا ہے

یہ شخص پر تریخ گھبیوں سے گزر کر ایک ایسے مکان کے سامنے پڑتے گیا۔ جس کے

در دارنے پر گولہ کا درخت لگا گا تھا اور اس کے گزدی کے دروازے منقسم تھے مکان خاص

ہے تھا۔ اور اس کی اوپری اور پیاری صاحبِ خانہ کے دولت مند ہوتے کی خواز تھیں۔

اس شخص نے مکان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "مشتاقِ ستار اس میں

رہتا ہے۔"

ہمہلوں نے اس مکان کو عنود سے دیکھا اور اس کے در دارنے پر کھڑے گولے کے درخت

سے گھوڑے کو باندھ دیا۔

اس شخص نے آگے بڑھ کر پوچھا۔ "کیا میں شفاقت اس کو آزاد دوں۔"

ہمہلوں نے جواب دیا۔ "ہمیں اب اُجھا سکتا ہے۔"

اس شخص نے بڑی بے دلی سے کہا۔ "اچھا میاں صاحبزادے جیسی بھارتی

حصتی۔"

وہ شخص چلا گیا۔ ہمہلوں اس کو جانتے ہوئے دیکھتا رہا۔ وہ کچھ درتک قریب

چلتا رہا۔ اس کے بعد اس نے گھوڑے کر ہمہلوں کی طرف دیکھا اور پھر سے گھوڑے کی پشت پر

سوالہ ہو گیا۔ اور اس کو سر پڑتے در دارنا ہوا نظر وہ سے اوجعل ہو گیا۔

ہمہلوں نے اطیفہ ان کی سانس لی اور ایک بار پھر منقسم دروازے کی طرف عنور سے

دیکھا۔ بھی وہ دستک دریت کی سوچ ہی رہا تھا کہ در دارہ کھلا اور اندر سے ایک بارہ تیز مصال

لڑکا بابر نکلا۔ اس نے اپنے سامنے تھریا اپنی ہی عمر کے ایک گھٹ سوار کو دروازے پر کھڑے دیکھا تو شناخت کر کھڑا اکو گیا۔ ہملوں سے پوچھا۔ "تمہیں اس سے ملتا ہے۔؟"
ہملوں نے پوچھا۔ "کیا مشتاق سار کا ہی گھر ہے۔؟"

لڑکے نے جواب دیا۔ "ہاں مشتاق میرے باپ کا نام ہے، ان سے کیا کام ہے؟"
ہملوں کا دل اندر زور سے دھرنے لگا۔ اس نے آہستہ سے پوچھا۔ "کیا یہ باپ گھر میں موجود ہے۔؟"

لڑکے نے جواب دیا۔ "میں، وہ غرب کے بعد گھر واپس آتے ہیں۔"
ہملوں کا دل خوشی سے اکچھتے لگا۔ ابلا۔ "تب پھر تو ری ماں کو مطلع کر دے کہ صرف منہ کے حاکم اسلام خان کا بھینتیا ہملوں نہم سے ملتا چاہتا ہے اگر ماں بھی میں موجود ہو تو ہی نہر اپنی دادی تک پہنچا دے۔"

لڑکا اس پیغام سے مغرب ہو گیا، فوراً ہی اندر گیا اور کچھ دیر بعد ہی اس طرح واپس آیا کہ وہ تو بابر آگئی، مگر اسی کے سچھے دروازے کے اندر رخاں کی موجودگی محسوس ہوتے تھے۔
کھر اس نے اندر ہجایا ماں کی چھٹک دیکھ دی۔ مگر دروازے کے اندر سے دادی کا پھرہ نمودار ہوا، یہ سکراتا پہنچا۔ ہملوں کو دیکھا اور یہ چنان رہا تھا۔ دادی نے دروازے کے سچھے سے پوچھا۔ "کون ہے یا کون۔ ہملوں کو مکہ ہاں کیوں آگئے ہے؟" میں کس نے بلا یا تھا خدا کے نئے اسی دقت داپس چلے جاؤ۔"

ہملوں نے جواب دیا۔ "جناب ہاں دنایا ہے گھر میں آپ لاگوں کی بی عنقری کر دی گئی تھی، بخدا اسی میں میرا بائی تھیں تھا۔ آئے میں اس کی معذبت اور صفا کی حاضر حافظ ہواؤں۔"

دادی نے کہا۔ "ہملوں! یہ تم کبھی باتیں کرو رہے ہو۔ اگر مجھے اپنی عزت اور آبرد کا خیال نہ ہوتا تو ہم تھیں اندر ہر در بائیتی اور یہ کہ اگر میں نکر دہنے ہوئی اور تم صرمہنگے حاکم کے سچھے نہ ہوتے تو ہم تھیں تھا۔ اس کے بعد دھکے دے کر چلتا کرتا یہیں اضنوں کر جیں ان دروازے میں سے کسی ایک پر بھی عمل نہیں کر سکتی اس۔" مددوں کی ہنری اسی میں ہے کہ تم اپنے گھر واپس جاؤ۔"

ہملوں نے بلوسمی سے کہا۔ "یہیں پہنچنے تو آپ کے یہ خیالات نہیں تھے؟"
دادی نے جواب دیا۔ "تم درست کرو رہے ہو یہیں اس وقت تک میں نے تھا دارے مٹے کی لراکت برائی طرح غور نہیں کیا تھا۔"

دادی نے جو کچھ بھی کہا اس سے میرجو بنتے کو تیار نہ کھی۔

اس دو دن زیبائی مان نے بھی جھاتک کر دیکھا اور ہم لوں کو یہ چیز نیا۔ پرانی سامنے کہا۔

”ماں! انہیں انہر کیوں نہیں بلائیں؟ باہر کیوں کھڑا کر رکھ لے ۔؟“

دادی نے جواب دیا۔ ”ہو! ڈس رولنے سے خوف کھانی ہوں، بس اس کے علاوہ اور کوئی آپت نہیں۔ اس کے علاوہ تو یہ“

یعنی ہوتے بات کاٹ دی کہا؟ آتا! بلو کو اندھہ بلالو، سُر قاعو کی عورتیں درد اڑسے پر کھڑے ہو کر بیاتیں نہیں کرتیں۔ توڑ دیکھیں گے تو یہیں گے۔؟“

اب دادی جیبور ہو چکی تھی۔ اس نے آپستے سے کہا۔ ”اگر تیری ہمایا مرضی ہے کہ اس کو اندر بلایا جاتے تو یہیں کس طرح منع کر سکتی ہوں، اس کو بلائے اندر۔“

اس کے تواریخ نہ زیبائی مان کی آواز سنائی دی۔ ”بلو! انہر آغا کیا گھوڑے کو مخفی طی سے باندھ دیا ہے۔؟“

ہم لوں انہر داخل ہو گیاں ہوں۔ ”ماں! میں نے اسی کو پہلے ہی باندھ دیا تھا۔“

زیبائی مان انہر دادی کے اسی کی شاندار پر مرلنی کی اور اس کو صحن میں لے چلی گئیں، دہائی نیم کے درخت کے ساتے میں درچار پاٹیاں اور جوندھے پچھے ہوتے تھے۔ وہ جن دو کمروں کے گز کر صحن تک گیا تھا ان میں بھی کئی کھنچی چارپائیاں پکھی تھیں اور ان پر سیلیقے سے بتر لئے رکھے تھے۔ دیوار گیر یون میں اور طاقوں میں بھی محنت قسم کی پتھریں رکھی تھیں کسی میں سوکھے پھولوں کے ہار، کسی میں نلتے اور سیل کے نقشیں برقن کسی میں موی شمعیں اور کسی جگہ مجھوں۔ کھونکی پر قرآن پاک اور تسبیح شکی ہوئی تھیں۔ بڑی شمعوں کے اوپر کی دیواریں دھوئیں سے سیاہ ہو گئی تھیں۔

زیبائی مان نے نیم کے نیچے پہنچے ہوتے پلانگ پر سر سمجھا دیتے سراہنے کاڑا لے کے مکھ دیتے اور ہم لوں سے مودب بامہ دخواست کی کہ جس پر بھی مناسب سمجھے، اشریف نہ رہ جاتے۔

ہم لوں ایک پلانگ پر پاؤں سیکھ کر پیٹھ گبا اور ان دلنوں سے بیٹھ جانے کی خواہش کی پہ دلنوں ہم لوں کے سلسلے پڑے ہوتے مونڈھوں پر پیٹھ گئیں۔ ہم لوں نے صحن کے چاروں طرف بننے لئے کمروں کی طرف دیکھتے اور ٹوچھا۔ کیا اسے بڑے گھر میں بس چند ہی نعموس رہ سکتے ہیں۔؟“

دادی نے جواب دیا۔ ”نہیں، ایسی بات تو نہیں۔ یہاں اور لوگ بھی رہتے ہیں یہیں

وہ اس دقت میں موجود نہیں ہیں۔

زبیا کا ہم عمر بھائی، ہم محل کو بعد کھڑا گھور رہا تھا۔ ہم لوں کی نظر بن زبیا کو تلاش کر رہی تھیں۔ اس کی سمجھی میں نہیں آتا تھا کہ زبیا کہاں چلی گئی۔ دادی اس کی قلبی کیفیات سے خوب ہاتھ تھی اس نے ہمارے کپا۔ ”ہم تو امیرزادے کی خاطر تو افضل کرایہ ہلامہ ان ہے۔“ جب ہم چلی گئی تو دادی ہم محل سے مخاطب ہوئی ”بولی۔“ امیرزادے نہیں ہمہاں میں آتھا۔ اگر زبیا کا کاپ آگئا تو بہت ناطا خن اسکا اور اس کا بھی امکان ہے کہ تمہاری بے حق کردے۔“

ہم لوں نے جواب دیا ”محترم خالتوں! اضoso کے میری بھی نے آپ کی بے عزتی گردی، میں نے کہی بار سوچا کہ آپ کے پاس معدودت کے لئے آؤں، مگر نہیں آسکا۔ آج موقع طالع حاضر ہو گیا۔“

دادی نے ترشیح سے کھلدا ”امیرزادے! بات یہ ہے کہ تم امیر لوگ پتے علاوہ کسی اور کو عزت دار سمجھتے ہی نہیں۔ اور ہمارا بھائی تھا کیونکہ تو وہ تمہارے معاملے میں اس لئے جلد باقی نہیں کہ جلد یا بدر میان کی بیٹی تھے ملبوس ہونے والی ہے۔“
”ہم لوں نے چونکہ کرلو چھا۔“ یہ آپ کو سب نے بتایا ہے، سمجھ کو تو نہیں معلوم؟“
دادی نے جواب دیا ”لیکن میں جانتی ہوں، حالانکہ تمہاری بچی کو یہ خزر درجنہ چاہیتے کہ امریکی خورت پر اکتفا نہیں کرتے۔ بیک دقت کی کمی یوں بیان رکھتے ہیں، ہم لوگ اتنے حیر پر گز نہیں، اکہ بھاری نہ کیاں امیرزادوں کی یوں بنا سکیں۔“

”ہم لوں نے بہت کر کے بلوچھہ ہیا۔“ زبیا کہاں چلی گئی۔“

دادی کے اونٹوں پر سکراہٹ دوڑ گئی، کہا۔ ”میں جانتی تھی کہ تم زبیا کو خزر درجنے کو گز نہیں۔“ امیرزادے! تم نے اس کی عمر پر بھی عذر کیا ہے یا نہیں۔“
”ہم لوں نے جواب دیا۔“ میں نے خزر کیا کیوں نہیں۔ اس سے آپ کا مطلب ہے۔“
دادی نے کہا ”امیرزادے! تبیا بھی کہیں ہے اور جلد بات حسن دعشن کا اس کو فدا سا بھی شعور نہیں۔ میرے خیال میں نہیں یہ دہم پتے دل سے نکال درما چاہیتے۔ وہ تمہارے لائق نہیں۔“

ہم لوں نے کہا ”میں خود بھی ابھی اس عمر میں نہیں ہوں کہ خادری کی بات کروں۔ دیکھیں آپ لوگوں سے یہ اجازت خزر لوں لاؤ کہ اگر بھی بھی میں ہمہاں آؤں تو مجھ پر کسی قسم کی پابندی نہ عائد کی جائے۔“

دادی نے جواب دیا۔ ایک بار تو تمہیں اندر بیالیا گیا ہے لیکن بار بیار
اس پر عمل نہیں کیا جاسکتا۔ اس نے تمہاری مہربانی کوئی جو نم آئندہ ادھر کام رکھنے کرو گے؟
زبائی مل پھل اور کھلنے کی کھنچی اور ہیری سے کر گئی اور انہیں ہمlover کے آگے رکھ
کر بلوٹی۔ ایک بار اس دن تمہاری پنجی کے ذمیں گرفتے کے بعد ہمیں تم سے کسی قسم کا بھی تعلق
نہیں رکھنا چاہیے تھا مگر ہماری مترافت پر بھی خود کرو، دوسرا سے اگر محمد کو یہ احساس نہ ہوتا کہ
اگر ہم نے تمہاری دل آناری کی تو اس سے جیسی بیٹھی زیبائی بھی دل آناری ہو جاتے گی۔
اس اکشاف نے ہمlover کو بے حد خوش کر دیا اس نے پوچھا۔ لیکن یہ زیبائی ہے کہاں ہے?
کہیں نظر نہیں آتی، کیا کہیں چلی گئی۔

ماں نے جواب دیا۔ دو گھنیں بھی ہواں وقت، لیکن وہ سر و صست تمہارے سامنے
نہیں آئے۔

ہمlover کا دل ڈھپتے رکا۔ آئستہ سے بلوچھا۔ یہ کیوں۔ اس کا کوئی سبب نہ
ماں نے اپنی سامنے کی طرف دیکھا اور آئستہ سرگوشی میں کہا۔ ایک بارے
اضسوں کہ میں اس بوجھی صورت کے سامنے آزادا بائیں نہیں کر سکوں گی، پھر بھی کہ نہ گی۔
ہمlover خاموش ہو گیا۔

زیبائی ماں نے ہمlover سے بلوچھا۔ اچھا ایک بارے تو ایک بات تو بتا۔
ہمlover نے کہا۔ بلوچھتے، ضرر جواب دوں گا۔

ماں نے تمہایت سرگوشی میں بلوچھا۔ کیا یہ زیبائی زیبا نچھ کو اچھی لگتی ہے۔
ہمlover کے پاس اس سوال کا جواب بھا تو خود، مگر وہ دے نہیں سکا۔ مرتبا کر گردن
جھکائی اور پھل کھانے لگا۔

دادی ہم لوگی بائیں من رہی تھی مگر حل نہیں دے رہی تھی۔ کیونکہ وہ جانتی
مخفیں کہ اپنی بیٹھی زیبائی کے خلاف اس کی ماں کوئی ایسا قدم نہیں اٹھا سکتی جس سے بھی کو
اذیت پہنچے۔

ہمlover نظریں چھکائے چھلوں کا صفا یا کترناہ۔ بڑی دیر تک ماحول پر سکوت طاری
دہا۔ آخر ہمlover نے ہمت کر کے کہہ دیا۔ دنمازیا کو بلوا یتے تو۔

دادی نے تنگ سر جواب دیا۔ میں نے کہہ جو دیا کہ اس نگھیں اس وقت وہ کو جو در
نہیں ہے۔ اپنے چپا کے گھر جوانی میں گئی اکوئی ہے۔
ہمlover کو یہ لخت یہ مگر ہست برائی لگا۔ اس نے منہ چلاتے ہوئے بلوچھا۔

اکتے گی کب۔؟

ہبھول نے جواب دیا۔ "جب اس کا پچھا پھوڑ جاتے گا۔"

ہبھول کو شکر دشہت نے پریشان کرنا شروع کر دیا اس سے پوچھا۔ "چیز کی کتنی اولاد ہے۔ لڑکے کتنے اور لاکیاں کہتی ہیں؟"

دلاعی نے جواب دیا۔ "پانچ توڑے کے ہیں، تین لاکیاں۔ لڑکوں میں دو بیویوں ہیں اور بقیے ابھی کم سیں ہیں۔" دادی نے چھیرنے کے لئے منزدیر کہا۔ "ان لڑکوں میں دو بیویوں لڑکے تو ایسے سر پھرے ہیں کہ ان سے ہر وقت تاریقہ زیستی ہوں۔ تین نے تو ہبھال تک من رکھا ہے کہ دو بیویوں ہی ازیزاً کوہبہت پسند کرتے ہیں اور اس کی حاضر بڑے بڑے واقعات جنم لیتے ہستے ہیں۔"

ہبھول نے ڈر تے ڈر تے پوچھا۔ "زیبا ان دونوں سے کسی ایک سے منسوب تو نہیں۔؟"

دلاعی نے جواب دیا۔ "ابھی تو منسوب نہیں ہے لیکن بہت جلد منسوب کر دی جائے گی۔"

ہبھول کی جان میں جان آئی بولا۔ "محترم خانوں! زیجا پھر آپ کو اختیار ہے جس سے چاہیں مشروب کر دیں، جس کو چاہیں صرف کر دیں لیکن میں اپنے بارے میں آپ کو ایک ہمایت احمد خیر سنانے والا ہوں۔ اگر آپ اس پر یقین کر لیں تو پھر یا آپ کا فرعن ہو گا کہ آپ اس کی رد شفی ہیں زیب اکی قسمت کا فیصل کریں۔ اور اگر اس پر یقین نہ آتے تو جو جی میں آئے کمر گزرن۔"

دلاعی اور زیب اکی مان نے ایک ساتھ پوچھا۔ "وہ کیا۔؟"

ہبھول نے جواب دیا۔ "ایک دن میرے گھر ایک نجومی ایسا تھا دہ ہر ایک کو اس کی ضمانت کا حال بتا نے لگا۔"

دلاعی نے کہا۔ "جو کوئہ تو کھتا ہے صاف صاف کہا! ہبھال میں نہ سمجھا پھر میں یہ بھی چاہیتی ہوں کہ زیما کا باب جب تک آئے، تجھے یہاں سے چلا جانا چاہیتے۔"

ہبھول نے دلاعی کی بات کو یا سنتی ہی نہیں بولا۔ "اس سجنوی نے جب میرا زانچہ دیکھا تو یہ بتایا کہ میں اس ملک کا بادشاہ بن جاؤں گا اور یہی جس لڑکی سے شادی آؤں گی سنوار کی لڑکی اور گی۔ اور میں سے جو اولاد ہوگی اس میں سے ایک اس ملک پر مشاذار حکومت کرے گی۔"

دادی کو پے حصہ ہنسی آئی بولیں۔ ایم زادے! میں دیکھ رہی ہوں کہ تو شادی کے 2 بہت بے چین ہے۔ اخراج ایسا یہیں ہے۔؟"

زیبائی مان نے خوفزدہ آفرازیں کہا۔ "آس! میں انہوں جامارہی اور کیوں نکلے میرا دل اندر سے کہ رہا ہے کہ وہ آنے آیا دلے ہیں اور میں یہ نہیں چاہتی کہ اس گھر میں کوئی ایسا دافع پڑش آجائے جس سے میری بے عرقی اوجائے ہے؟"

سامنے جواب دیا۔ "کوچکتی ہے؟"

دھچالی بھی۔ ہم لوں بھی ایک دم اٹھ کھڑا ہوا، بولا۔ "اب میں بھی جاؤں گا۔"

زیبائی دادی نے کہا۔ "ایم زادے! سیخچا ایکوں نہیں ہیں تیری امڑے دار باتیں کچھ دیر اور سننا چاہتی ہوں؟"

ہم لوں نے فیض تریخ جواب دیا۔ "بزرگ خاتون! اب میں اس لئے چلا جانا چاہتا ہوں کہ کہ میری دھم سے آپ لوگوں کو مشائق کی نظر میں ذمیں و خوار مہونا پڑے۔"

دادی نے کہا۔ "میں! الیسی کوئی بات نہیں دہ میرا بیٹا ہے میں اس کو سمجھا بھی سکتی ہوں۔"

ہم لوں نے جواب دیا۔ "بزرگ خاتون! میں سپاہی کا بیٹا ہوں۔ آپ سنار کی ماں ہیں آپ کا درباری باتیں اچھی کہیں تھیں ہوا یہاں سپاہی تارہ ہوں اس لئے سپاہوں کی طرح غیر کا درباری، دو ٹوک باتیں کرتے کاغادی ہوں۔"

زیبائی ماں دوس سے کرے سے ان دعویوں کی تلحیز دتریش باتیں سن رہی تھیں، اس نے ہم لوں کو جانتے دیکھا تو بھاگ کر پھر دل اس آگئی تحریت سے پلا پھا۔ "ایم زادے! کہاں چلے ہے زیبائی آچکی ہے اور وہ تم سے منا چاہتی ہے۔"

ہم لوں کے لختہ اوتے قدم ایک دم رک گئے، پھر بھی اپنی انداخا صخیاں رکھا بولدا۔ "میں دربارہ جب کبھی آؤں گا تو زیبائی سے بھی مل لوں گا اس وقت میں نہیں رک سکتا۔"

دادی نے غصہ ہیں کہا۔ "صاحبزادے! اگر تم اس وقت نہیں رک سکتے تو پھر یہاں کبھی بھی نہ آتا۔ کیونکہ ہیں ہمکوں کی اپسے بڑوں کے تقدیر و سرکشی اور گستاخی کو برداشت نہیں کر سکتی۔"

ہم لوں نے جواب دیا۔ "یہ سرکشی یا گستاخی نہیں ہے، مجھے پسے غیر کا افتادہ اصل ہے اس لئے مجھے یہ پل پھن کی بھی صورت نہیں رہتی۔"

جب وہ صدد دردازے کی طرف بڑھ رہا تھا تو ماں زیبائی کو ساتھ لئے اس کی طرف پیکی اور خوشامان درخواست کی۔ "ایم زادے! میں..... تو تمہیں اسادقت انگ ہمیں جانے دوں گی جب اٹک کر تم اس گھر کا کھانا نہیں کھالو گے؟"

اب اس کے سامنے نیبا بھی کھڑی تھی اور ہم لوں تو نکلی لگاتے دیکھ رہی تھی۔ اب اس کے پاؤں پر چوڑے گئے تھے، زیبا کی کشش اس کو دیکھ رہی تھی۔ زیبا نے آگے بڑھ کر مدد خواست کی۔ امیرزادے ابھی آپ نہیں جایتیں گے۔

ہم لوں رک گیا، کھانا لگایا گیا اور پھر ان سب نے ایک سانچہ کھانا کھایا۔

ہم لوں زیبا کی اچانک موجوں سے گئی انہیں میں پڑ گیا۔ اس نے سوچا اگر نہ یہ بھر میں موجود تھی۔ تو اس کو اسی وقت سامنے کیوں نہیں لیا گیا؟ اس سے جمعت کھون بولایا ہے ان سب کے جواب میں بس ایک اسی بات بار بار ذہن میں آئی تھی۔ وہ یہ کہ یہ لوگ زیبا کے عرض اس سے معاف نہ کر سکتے۔

اب اس کو ان لوگوں سے اور زیادہ گھن آنے لگی۔ بولا۔ ۱۰ چھا اب تو اجازت ہے؟“ ان لوگوں نے ایک بار پھر رونکنا چاہا مگر فرمائیں مکا اور دعاۓ زینے کے باہر تکل گیا۔ زیبا اس کے سیچے بھائی تھی ہوئی پہنچی اور بڑی معصومیت سے پوچھا۔ ماں پوچھ رہی ہیں کہاں آپ کب آئیے گا۔“

ہم لوں نے جواب دیا۔“ پتنی ماں سے کہہ دو۔ اس دن جب ذہن سے کاروباری بلائی تکل ہاتھیں گی جن آجائیں گا؟“

زیر بلنے کہا۔“ اگر یہ سوال میں کردن تو آپ کیا جواب دیں گے؟“

ہم لوں نے کہا۔“ تب پھر میں یہ کہتا کہ اب یہ راہی بار بار آنا کیا ضروری ہے تم خود جسے پاس چلی آؤ۔“

زیبا اٹھ کر کھڑی ہو گئی اور حضرت بھی نظر وہ سے ۱۱ ہم لوں کو جانتے ہوئے درجی تھی۔ ہم لوں گولر کے دھنخت سے اپنا گھوڑا اکھوں کر اس پر سوار ہو گیا اور اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔

*

*

*

زیبا کی دادی نے جس قسم کی باتیں کی تھیں اس نے ہم لوں کو ہلا کر دکھ دیا تھا۔ تھے سے دل و دماغ زیبا اہانت برداشت کرنے کو تیار نہیں تھے۔ زیبا اس کو جانتے اچھی لگی تھی۔ مگر دادی اس کی جو قیمت مقرر کر رہی تھی ہم سلوں اس پر میں نے کوہنگر تیار نہ کھا۔ اس چھڑے ہیں دیکھ کر اس کے دل و دماغ کی کایا اسی پلٹ کر رکھ دی تھی، اس نے فیصل کر دیا کہ چب تک وہ اپنے ملک کا کوئی بڑا اذمی نہیں بن جاتا، زیبا یا اس نوع کی کسی اور بڑی کو اپنالے

کا احتیاط نہ ہیں کر سکتا۔

بچی کو ہم بھولنے کے جانے کا عالم ہو چکا تھا۔ انہوں نے ہم لوں کو آٹے ملائیں لیا۔ ہم لوں تو ہوں آئیں۔ پریشان رکھا، بچی کی طعن و ظذرگی باتیں اور زیادہ پریشان کی ثابت ہوئیں۔ اس نے غصتے ہیں صاف صاف کہ دیا کہ بچی! اب یہی مزید یہ باتیں نہیں برداشت کر سکوں گا۔ اس لئے براہ کرم آپ خاموش رہا کریں اور ہم سے ذاتی معاملات میں دفل نہ دیا کریں؟“
بچی نے پر بخوبی آغاز ہیں کہا۔ ”بلو! یہی نے سمجھ کو ماں کی طرح پالا پوسا ہے۔ یہی تیری بچی ہی نہیں مان سکتی ہوں؟“

ہم لوں نے جواب دیا۔ ”یہی تے آپ کا احترام بھی ماں بھی کی طرح کیا ہے لیکن خدا کے لئے مجھ پر قد طینیں نہ لگیتے یہ یہیں آپ سے دعوه کرتا ہوں کہ جی کوئی ایسا قدم نہ اٹھاؤں گا جس سے آپ کی سبکی یا بے عزتی ہو۔“
بچی نے ہم لوں کے تبرخراپ دیکھ کر فوجپ ہو گئیں۔

ہم لوں کی تی دن تک چب چب ادا س رہا۔ اس نے اس دربار لوگوں سے کم سے کم باتیں کیں۔ وہ دن کے کسی بھی حلقے میں ٹھوڑے کی پرشت پر بیٹھ جاتا اور گھوڑے کو بے مقصدہ ادھر ادھر بھکارتا رہتا۔ گھوڑا بھی اس سے حاجز آیا ہوا تھا۔ اپنی ان پر مقصدہ دار فضول مصروفیات میں بھی اس کا داماغ اپنے کام میں مشغول رہتا۔ وہ ہر وقت یہی سوچتا رہتا کہ براۓ نام اختیار ادا کرنے کوئی بخیز نہیں، سرہند کی حکومت تو ہم سے معنوی شے ہے اور پھر یہ کہ اس ا پر تو اس کے پچائی حکومت ہے اس کی اپنی حکومت بھی نہیں۔ اس نے پتے پچائے بعد کے حالات پر غور کی تو اس کے بیٹوں کی ایک قطاسانست کھڑکیا دکھانی تھی۔ یہ سب اسلام خان کے جانشین تھے۔ ان میں وہ خود شامل نہیں تھا۔ ہم لوں اپنے آپ کو بے یار و مددگار اور یکتا و تہما محسوس کرنے لگا۔ اس کو اپنے ہی کے بیٹوں میں قطب خان اور ہیئت خان سے ذریں لگاتا تھا۔ کیونکہ یہ دو اکثر دبیشتر ہم لوں کے مخالف رہتے تھے۔ انہیں اپنے گھر میں ہم لوں کا رہنا سُنگ پسند نہیں تھا۔

ان دو لوں کے علاوہ چاہیز ورخان تھے یہ بھی اپنے بھائی کی مرست کے خواہان تھے اور انہیں معلوم نہیں کس نے یہ بھیں دلایا تھا۔ کہ اسلام خان کے پتے جانشین تمہیں ثابت ہو گے۔ ذریعہ خان کو اسلام خان کے بیٹوں سے کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ انہیں خوف تھا تو ہم لوں کی طرف سے پہ شاطر چالاک اور عقل مند لاکا بھی سے مستقبل کا درختان ستارہ نظر آتا تھا۔ اور اس کی موجودگی میں کسی اور کا اس پر سبقت نہ چانا این ورخان کی نظر میں ناگزین تھا۔

اب ہملوں نے ملکی معاملات پر توجہ دینا مشروع گردی۔ سیاسی داد پڑ کا عالم سیخنے لگا۔ ان دلنوں دہلی دربار سے جو خبریں آئیں تھیں وہ بڑی اشیائیں تھیں۔ تشریٹ اک دہلی دربار کے لئے اور احمد فراہدہلی دربار کے خالقین کے لئے ہملوں کو اپنے چوپان اسلام خان پر تیرت پختی کر دہ سرہند پر قناعت کر کے کیوں بیٹھ گیلے۔ دہ دہلی کے تاثر دستخت ہر قبضے کے کیوں نہیں سوچتا۔

اسلام خان کے آس پاس انخلاؤں کی تعداد میں اضافہ ہوتے لگا۔ دہلی میں محمد شاہ کا ذری رحمام الدین بادشاہ کو خطرات سے آگاہ کرنا باتفاقہ بار بار ۱۷۴۵ء کیتا تھا کہ انخلاؤں کے ارادے پختے نہیں نظر آتے۔ محمد شاہ نے اسلام خان کو منصب کر دیا کہ سرہند میں انخلاؤں کا ہمیشہ عمومی اجتماع شک دشہ کا باعث بنایا اولے اس لئے انہیں منشیر کر دیا جاتے۔ اسلام خان نے جواب میں کہلا دیا کہ اب تک یہی گردبلاہ ہزار انخلاؤں جس ہو چکے ہیں، جس انہیں اس لئے منشیر نہیں کر سکتا کہ ممکن ہے بادشاہ کو اپنے کسی طاقتور شہنشاہی دشمن کے لئے فوج کی ضرورت پیش آجائے اس وقت یہی سے پارہ ہزار انخلاؤں آپ کے کام آجایا۔

اب ہملوں ہوان ہوان ہو چکا تھا۔ اور انتظامی اور سیاسی معاملات کا خاصاً تجربہ حاصل کر چکا تھا۔ اس نے اپنے چوپان اسلام خان کو مشورہ دیا کہ دہ مکرہ محمد شاہ کا بلاوجہ اطاعت گزدگیریں بنا ہوئے۔ دہلی کی سلطنت کو اکھڑا پھینکنے میں کون سا مراد ہے۔

اسلام خان نے جواب دیا۔ ہملوں! جو کچھ تو نے کہا، میں اس کی قدر کرتا ہوں یعنی پارہ ہزار انخلاؤں سے دہلی کے محمد شاہ کو شکست دینا ممکن ہے۔ خدا کے لئے آمدہ ایسی یا یہی نہ کرنا کیونکہ اگر ان بالوں کا علم بادشاہ گورنگیا تو ہمیں بڑی صیبتوں کا سامنہ اکرنا پڑے گا۔

یعنی ہملاں فرمائیں گے ہمیں کیا بھی ہو۔ چھا اگر آپ باقاعدہ منصوبہ پنڈی کر کے کوئی فدم اٹھاتیں گے تو کامیابیاں آپ کے قدم ہوئے گی، اور ایک دریجہ و عریض سلطنت پر قبائل ہونے کے بعد آپ اپنے خاندان پر ہمہت برٹا احیان کریں گے؟

ان دلوں اسلام خان بیماریت رہنے لگا تھا اپنے دلوں پا انھوں کی ابھری ہوئی نہیں ہملوں کی طرف کر دیں اور کہا۔ ان شہروں کو دیکھ کر کتنی اپھر آئی میں جسم کی کھال بھی ساقھہ ہمودر ہی ہے۔ بڑھا پا کسی نازنین کی طرح ہیرے جسم کی پوسٹ کو مسلسل چھنے میں شغول ہے آج جو براہماں ہے کل اس سے بھی پر تر حال ہوگا اب مجید میں بچھا دام ختم ہو گزد نہیں، ورنہ میں خود بھی یہی سوچتا تھا کہ مجھے قناعت نہیں کرنا چاہیئے بلکہ جو کچھ ہے اس

بیں اضافہ کرنا چلیتے ہیں۔

ہم رسول نے اپنے بھیا کا باخدا پستہ بالکھوئیں تھے یا افسوس کی دفعہ ہروز گرفتار ہوئی حالت پر عذر کرنے لگا۔ اسلام خان بھی کچھ سوچ رہا تھا۔ پھر اپنے اسکے سوال کیا۔ ”ہم رسول اکتفا سال گزرے، تو کسی مادرزادی میں دلپیچھی لے رہا تھا وہ کون ہے اور کہاں رہتا ہے؟ اس معلوٰت کا آہواز کیا۔؟“

ہم رسول کے دل پر گھوٹنہ سارا گا، وہ اداس ہو گیا، پھر کیسی ہنسی سر بولا۔ ”بھیجا!“ تو بھروسی پر ای بات ہو گئی۔ میں اس کے گھر میں ایک بار گیا تھا پھر کیسی بھسی نہیں گیا۔“

اسلام خان نے پوچھا۔ ”دہ کیوں ہے تو وہاں کیوں نہیں گیا دوبارہ ہے؟“

ہم رسول نے جواب دیا۔ ”فھر بڑا بھی نے اس کی مخالفت کی تھی اس لئے میں نے اس کا ارادہ اسی امرک کر دیا۔“

اسلام خان نے ہنس کر کہا۔ ”دہ بھتی دا، ایک بھی کی مخالفت سے تم نے اپنے جذبات کو گھوٹت کر دیا!“ تھیں اس کے پاس جانا چاہیے تھا اگر وہ لڑکی تھیں پسند نہ تھی تو اس کو کسی بھی طرح حاصل کرنا چاہیے تھا میں نہیں جانتا کہ جو لوگوں ایک لڑکی کو حاصل ہوں کر سکتا۔ دہ دلبی کی حکومت کے عوام کیوں دریکھتا ہے؟“

ہم رسول مژرمدہ ہو گیا، بولا۔ ”غم محترم! میں نے تو کچھ کہا ہے جو کے انحراف اور لحاظ میں کیا ہے۔“

اسلام خان نے جواب دیا۔ ”مردوں کے معاملات میں غور ہوں کا کیا دخل یا اہمیت کیوں دیا۔ اور ذلیل ترین شفر سے، میں اس سے تھا بھتی خوش نہیں ہوا۔“

ہم رسول نے عرض کیا۔ ”تب پھر اپنے بھی کو سمجھا دیجئے۔“

اسلام خان نے جواب دیا۔ ”پھر وہی اعتماد رہا تھا۔“

ہم رسول اسی دفت پھیا کے پاس سے اٹھا اور سیدھا زیما کے گھر روانہ ہو گیا۔ اس کو اپنے بھیا ہمربن اپیار آرہا تھا، اسلام خان نے تو اس کی مشکل ایسی آسان کر دی تھی اور موجود کا دھنگ بھا بدل دیا تھا۔

کئی سال بعد وہ نیبا کے پاس جامہ اتحاد راست کچھ کچھ یاد تھا جلتے ہے تو بیا کے گھر کے سامنے پہنچ گیا۔ اب وہاں گورنر کا درخت نہیں تھا اس کو کسی نے کاش دیا تھا۔ ہم رسول کو درخت کے کٹ جانے کا بڑا اصرار ہوا، منقصش وہ دل سے پر ہر سوں کی دھول بھی ہوئی تھی اور ایسا لگتا تھا کہ اس مکان میں کوئی رہتا ہی نہیں۔“

ہمیں نے درد از سے پر کھڑے ہو کر آہستہ آہستہ تین پار دشک دری اندر سے کوئی
بھی نہ نکلا۔ اس نے اس بار خداوندوں سے دشک دی تو اندر سے کسی کپکاپی نہیں آڑا نے
بڑھا۔ کون ہے۔؟

ہمیں نے جواب دیا۔ میں ہمیں ہمیں۔ اسلام خان کا بھیجا۔
کچھ دیر بعد دیطازہ کھل گیا۔ اس نے پہلوی ای نظر ہیں دادی کو بڑھان لیا۔ اس نے
ہمیں کو اندر نہیں بلایا اور درد از سے ہی سے بڑھا۔ امیرزادے! نیزیرت سے تو ہو، آنکے
آنہمارا۔؟

ہمیں نے جواب دیا۔ محترم خاتون! میں اور ہر ایک دعوت کے پاس آیا تھا، آپ
کے نقشیں دعاۓ کو دیکھا تو آپ سب یاد آگئے۔
ہمیں کو دکھ تھا کہ بری بی انہر کیوں نہیں بلایا۔ خربہ انہیں ہو کیا گیا ہے اس
نے کہا۔ آپ نے مجھے انہر نہیں بلایا حالانکہ آپ ہمہت بالخلاف ہو اکتن تھیں۔
دادی نے تالخی سے جواب دیا۔ اگر میں تمہیں انہر بلایا بھی لوں، تو ہمارا تمہیں وہ چیز
نہیں ملتے گی جس کے لئے تم آتے ہو۔

ہمیں نے گھبرا کر بیٹھا۔ کیون وہ سب کہاں چلے گئے؟
دلوی نے جواب دیا۔ دہائی۔ وہ سب دہائی چلے گئے۔
ہمیں کے دل پر ایک اور چوتھا نگی روکا۔ تین آپ تجھیں میں میں، کیا وہ لوگ آپ
کو چھوڑ کر دہائی چلے گئے۔؟

دادی نے درد از کھول دیا اور کھلا۔ شرقاً و غرباً یون باتیں نہیں کرتے، انہر آجڑا، پھر
باتیں اولں گی۔

ہمیں نے اپنے گھر کے سورج سے باندھ دیا اور انہر چلا گیا۔ دیاں دلتنی
بری بے مرد سامان تھی۔ خانی کرے بھائیں بھائیں کر رہے تھے پلٹ۔ اب بھی موجود تھے لیکن
ان پر بہتر نہیں تھے۔ مازنوسامان بھی زیادہ نہیں تھا۔ تلکے بولنے چکتے تھے۔ ہمیں نے
اوہر اور ہر نظر میں انہیں کھل دیں انہیں افتاب۔ دلوی نے ایک خانی چارپائی کی طرف اشارہ کرتے
ہوئے کہا۔ اس پر سیقہ جاؤ۔

ہمیں نے شوٹی سے کہا۔ میں ہمارا تمہیں بیٹھنے گا مجھے صحن کے اسی نیم کے درخت
کے ساتے میں لے چلیتے۔ جہاں میں ایک بار بیٹھ چکا اولں۔

دادی نے ادا سمی سے کہا۔ چلرو دیاں چلتے ہیں لیکن اس باروں ہاں بیٹھنے میں مزہ

وہ دلوں صحنیں نہم تھے جلے گئے، یہ پت جھڑ کاموں مخالف ہے زین پر پیتوں اور پھولوں کا پھونسا۔ بچھا اڑاکھا اور نہنگی شاخوں کے فتح سے سورج کی روشی بے محاب آئی ہوئی۔ اس کے نئے صرف ایک پنگ پڑا۔ جس پر ستر نہیں تھا۔ پنگ کے پاس دو توڑے پھرتے ہوئے رکھے تھے۔ ہر سلوں کسی تکلف کے بغیر پنگ پر بیٹھ گیا، دادی انہے جانے لگیں۔ ”اک ذرا اٹھہ و توہین اس پر ستر بچھا دوں وہاں کھڑی چارپائی کے بان جھیس گے“ ۹

ہر سلوں نے دادی کا باختہ پکڑ لیا جلا۔ نہیں۔ ان تکلفات کی کوئی تزویہ نہیں ہے۔ میں یوں ابی بیٹھ جاؤں گا۔“
اور وہ دیوارہ بیٹھ گیا۔ دادی نے بھی اصرار نہیں کیا اور ایک موئیتے کو کھینچ کر ہر سلوں کے سامنے بیٹھ گیا۔

ہر سلوں نے پوچھا۔ ”اتنا بڑا القلب اگس طرح گیا۔“
بڑی بی بے ہر سلوں کو شاید ہمی پار غور سے دیکھا اور کہا۔ ”خوب تو تم اتنے بڑے ہو گے۔ وہ بھتی وا! اب تو تم بہت شاندار ہو گے۔“
ہر سلوں نے خاصو شی احتیار کرنے رکھی۔ بڑی بی نے مزید کہا۔ ”جب تو آکر جا گیا اس تھا تو ہر سلوں کو جھپتی تھی اس نے ایسی بہت ذلیل کیا اور کچھ الگ آئندہ کسی بھی حاکم کا لڑکا اس مگر ہی نہیں داخل ہوا کیونکہ میں کسی حاکم سے بھی معروب نہیں۔ میری رسانی تسلی کے باہم شاہ تک ہے پھر میں ان نام ہندا ہاگوں کو خاطر ہیں کیوں لا دیں۔“

ہر سلوں کو عنم بھی ہو رہا تھا اور غصہ بھی آ رہا تھا۔ اس کو سیرت تھی کہ ایک معتمدی سار کا درجہ اتنا ادھی اور پیس سوچتے اور کرنے کیوں نہ گا۔ اس نے پوچھا۔ ”بڑگ خالوں ا پھر ۹ پھر کیا ہوا ۹“

بڑی بی نے کہتا شروع کیا۔ ”پھر یہ اڑاکہ میں یہ استوار کرنے لگی۔ میرا خیال تھا کہ تو خود آئے گا یعنی توہین آیا۔“

ہر سلوں نے پوچھا۔ ”اگر میرا تا تو آپ کیا کریں۔“

بڑی بی نے جواب دیا۔ ”اگر تو آپ اس توہین زینا کو تجھ سے والمنہ کر دیجی۔ میں آج بھی اس دن کو راکر کے کوئے نکتی ہوں کہ میں نے زینا کے معلطے میں تجھ سے معاملت کیوں کرنا چاہی ہے حالانکہ معاملہ بالکل میدھا سادا تھا، تم دلوں کسی کے باوجود ایک

دوسرا کو چاہتے تھے ملک پھر لوگ اس کو پسند نہیں کرتے تھے اور درمیان میں افسوس
پیدا کر دیا۔

ہمسلوں نے جھنگیا کمر پوچھا۔ "آپ سب کچھ بتا رہی ہیں مگر یہ نہیں بتا
رہیں کہ سب کہاں چلے گے۔ ان پر کیا بیٹی یا بیوی وہ کہاں ہیں اور اپھے حالوں ہیں یا
بڑے حالوں ہیں۔"

بڑی بیٹے جواب دیا۔ "وہ سب دہلی میں ہیں اور اپھے حالوں ہیں یہیں۔ سمجھی
خوش ہیں یہیں سووا۔"

ہمسلوں نے کہا۔ "آپ کو بھی چلا جانا چاہیتے تھا۔ ہمارا آپ کی دسکھ بھال کون
کرے گا۔"

بڑی بیٹے بڑی خوش مزابجی سے کہا۔ "ارے میں نے تجھے صرف بالوں ہی میں ہملا
مکھا۔ کھلایا پلایا کچھ بھی نہیں۔ ذرا بیٹھ، میں ابھی لاتھ ہوں تیرے لئے کچھ۔"
یہیں ہمسلوں نے بڑی بیٹے کو پکڑ کر اپستے پاس ہوئھا۔ اب وہ یہ جانتا
چاہتا تھا کہ زیما کی کہیں شادی ہوئی یا نہیں اور خود اس کی گزر دبیر کس طرح ہو رہی
ہے۔

ہمسلوں نے کہا۔ "بزرگ خاتون! اگر مجھ سے معاملت نہ کی جائی اور ہر
بات سیدھی طرح کی جائی تو شاپریہ دن نہ آتا اور زیسبا کو کسی اور سے دلبستہ نہ
کرندا۔ ہر تبا۔"

بڑی بیٹے چونکہ کر پوچھا۔ کیا زیما کی شادی ہو گئی ہے کس سے ہو گئی ہے تجھے یہ
بات کس نے بتاتی۔"

ہمسلوں نے جواب دیا۔ "محبوب کیا یہ تھے کہ زیما کی شادی ہوئی یا نہیں یہ بات اندر
سے بھی قبھی ہی نہیں تھی ایکو نکہ بڑی کیا اتنے دن کتواری نہیں۔ بیٹھی رہتی۔"

بڑی بیٹے ایک بار پھر مردہ آبھری لوگوں۔ یہ بات نو میں نے بتاتی ہی نہیں۔
تجھے کیا لہو گا کہ میں نے تجھ کو بتایا تھا کہ زیما کے پچھے کے دلنوٹوں میں اس کو پھرپن ہائے
چاہئے گے تھے۔ جب زیما سیاقی ہو گئی قوان دلوں میں رقبات مژد ع ہو گئی۔ دلنوٹ زیما کی
خاطر ایک دوسرے کی جان کے لاؤ ہو گئے۔ اور اُخڑا کچھ گئے بھلانے۔ بڑے کو ہلاک
کر دیا اور چھوٹا قصاص میں قتل کر دیا گیا۔ اس داقعے تے زیما پر اتنا شدید اڑ چھوڑا کہ اس
تے شادی اسی سے انکار کر دیا۔ اس نے اپنے والدین کو خبر دا کر دیا ہے کہ اگر اس پر جبر کیا گیا تو وہ

خود کشی کر لے گی۔"

ہمسلوں کو ہلکی می خوشی بھی ہوئی، لیکن یہ بات کاٹتے کی طرح دل میں کھٹکنے لگی کہ کسی زیبائے دل میں کسی ایک کی محبت منوٹگی نہ ہے۔ بواس نے شادی آئی سے انکار کر دیا، ہمسلوں نے کہا۔ "زیبائی صد اپنی جگہ تیکن والدین کی ذمہ داری بھی تو کوئی چیز، ہرفتنے پے کسی لڑکی کو زندگی بھر گھر میں تو ہمیں بھایا جا سکتا۔ اور بقیرضی حال اگر زیبائی کو کسی سے محبت بھی بھی تو بھی یہ محبت مالجوسی اور مستقل محر و حکاکے بعد دل میں جا گزریں ہمیں رہ سکتی۔ اس کو سمجھاتے کی ہو درست ہے!"

بڑی بی بی پہنچنے لگیں اب لوگوں۔ امیرزادے ایں کہا رہی باتیں خوب سمجھتے ہوں، اس طرح تو محبت سی باتیں جان لینا چاہتا ہے جو باتیں لوٹا تنا چاہتا ہے اس کا بخوبی میں دل لفظوں میں یاد ہلکوں میں بیان کر سکتی ہوں۔"

ہمسلوں نے پوچھا، "دہ کیا؟"

بڑی بی نے جواب دیا۔ "وہ یہ کہ زیبائیان دلوں سے نظرت کرنی تھی اور شادی سے انکار کر دینے کی کوئی اور ہی وجہ ہے؟"

ہمسلوں کا دل ٹھہر گیا۔ نہ اسکوں ساہگیاء دہ سر جھٹک کر سیطھ گیا اور مستقبل کے منورے پتلتے لگا۔ بڑی بی موقع فیمت دیکھ کر قتل گئیں اور خشک میوں سے ہساطل کی ضیافت کی۔ وہ جس محبت اور شفقت سے ہمسلوں کو کھلا پلارہی تھیں، ہمسلوں اس سے بڑاستاثر ہوا، بولتا۔ "محترم خالون! یہ میرا دعہ ہے کہ اگر میں اپنے منصوبوں میں کامیاب ہو گیا تو.... آپ کو پس سانحہ ای رکھوں گا!"

بڑی بی نے عضویت سے کہا، "یعنی زیبائے شادی کرنے کے بعد۔؟"

ہمسلوں نے کہا۔ "نہیں ایسی کوئی بات ہمیں۔ زیبائی بڑی عضوی سماشے ہے میں دہلی کے تاب و تخت کی بات کر رہا ہوں۔ میں اپنی ذات میں وہ ساری عضویات اور اوصاف محسوس کر رہا ہوں جو باشداؤں کو جدا کر رہتے ہیں۔ بزرگ خالون! آپ کے سنا ہو گا کہ میں ایک یونیورسی سالان ہوں۔ میں موت کی کوئی خطری سے بے توک ختم نکالا گیا ہوں جس طرح میری ابتداء یعنی عضوی ہے، اسی طرح میری انتہا اور میری پوری زندگی کی بھی یعنی عضوی سہتے گی۔ قدرت نے میری پیدائش کی شکل میں مجھ کو یہ پتا دیا ہے کہ مجھ کو اس دنیا میں جو کچھ بھی ملے گا بد لذکر ختم اور بزرگ خشمی خاص ہوگا، دہ زیبائیا بھرا دہلی کا تاب و تخت۔"

بڑی بی یہ باتیں سن کر ہیزان بھی ہوئیں اور پریشان بھی۔ انہیں ایسا لگا کہ ہمسلوں

کامیاب چل گیا ہے، اس کا ذہنی توازن درست نہیں رہا۔ وہ پاگل ہو چکا ہے۔ انہوں نے ازدادِ مفاق، مگر سمجھیوں پہنچے ہیں کہا۔ ”ایک زندگی سے بکیا جائیں یہ امید کروں کہ دلخی کا تاثق دخخت حاصل کر چکنے کے بعد تم مجھے خود یاد رکھو گے!“

ہمسلوں نے جواب دیا؟ پتہ نہیں کس کو یاد رکھوں گا اور کس کو نہیں یاد رکھوں گا لیکن یہ ہے کہ یادِ صرف دلخی لوگ جاتیں گے جنہوں نے یہ رے ساختہ یاد گار سلوک کئے ہیں گے۔ وہ دلیلوں کوں کس کو یاد رکھتا ہے؟“

زیبا اور اس کے گئنے کی پابت ہمسلوں کو جو کچھ معلوم ہو چکا تھا۔ اس کی رہشنا بیٹھی بی کے پانی مزید رکنا برکار تھا۔ وہ چلا آیا اور مستقبل کی پابت سوچنے لگر چیا اسلام خان کو جاریاں پریشان کرنے لگی تھیں ایسے کہنے اور اتفاقاً اپنے کا بڑا اخیال تھا۔ آخر وقت بیٹھ اسلام خان نے ہمسلوں کو تسلیم میں طلب کیا، جب دہ اسلام خان کے کمرے میں داخل ہوا، اس وقت اس کی پتھی اپنے شوہر کے پاؤں کے پاس بیٹھی شوہر کی صحت یا بھی کی دعا میں مانگ رہی تھی۔ سعید چادر آؤ ہی پسروں پر پڑی تھی اور اس کا کچھ حصہ ناف نک جسم کو چھپائے ہوتے تھا۔ اسلام خان نے ہمسلوں کو اپنے ردیروں دیکھ کر خوشی کا اطمینان کیا، اور اپنی بیوی سے کہا۔ ”ہمسلوں کو سچھے کی جگہ دے، یہ بروقت ایسا ہے میں اس سے آج اہم ترین باتیں کروں گا۔“

ہمسلوں پتھا کے پاس ہی سیٹھ گیا۔ اسلام خان نے کھنکار کر گلا اضاف کیا اور بھٹکنے لگا۔ ”یہوی! یہری باتیں تو بھی سن اور ہمسلوں بھی۔“ اس کے بعد کچھ دیر دم یا سا اور پھر آہستہ آہستہ کھنا ستر دی کیا۔ ہمسلوں میں نے سمجھ کو اپنا بیٹھا بیٹھا یا لیا ہے۔ اور اپنے یدر کے لئے میں جو وحیست نامہ چھوڑ دہا ہوں۔ اس سے جہت سے لوگ پھر ان پا ہو جائیں گے۔ یہرے یعنی ایا بھی کچھ سمجھو سے ہبہت نا راضی ہیں۔“

ہمسلوں نے لاپرواں تھے جواب دیا۔ ”یہ لوگوں کی نہ اپنیوں کی ذرہ برا بر بھوڑا ہے؟ میں کرتا، میں تو اس کا قائل ہوں کہ اگر آدمی حق پر ہو تو کسی کی بھی پرداہت کر سے اور۔“

”اسلام خان نے ہنس کر پوچھا۔ ”اور۔ اور۔ اور کچھ کیا آوا؟“

ہمسلوں نے کوئی سچوں نہیں دیا۔

اسلام خان نے کہا۔ ”میرے دوست اور ہمدرد! میں نے یہ سوچا ہے کہ تم یہری بیٹھ سے شادی کر لو۔ اس طرح تم یہرے داماد بھی ہو جاؤ گے اور ہماری جانشینی پر حسد یا اٹک نہیں کریں گے۔“

بچی نے فدا کیا۔ میں تو اس دن کے انتظار میں ہوں۔

اسلام خان نے پڑھا۔ بہ رسول! اس پر کوئی احتراض۔

بہ رسول نے جواب دیا۔ بچی، مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ میں تو آپ کا احسان ہے، جو اس

میں محترم؛ یہ بچا لے گا کہ میں آپ کی کسی راستے سے انحراف یا اختلاف کر دیں۔

اسلام خان تے اپنی بیوی سے کہا۔ جوانیک بحثت اشادی کی تسلی ایسا کر، اس

وقت میں اس حالت میں نہیں ہوں کہ اس تقریب کو پسے ہائخون سے اسخام ددل۔ یہ سالا

کام صحیحی کو کرنا ہے۔

بیوی اسٹھ کھڑھی ہو گئی، بولی۔ میں سارے کام کی ذمہ داری قبول کرنے والد۔

اس کے بعد وہ اٹھ کر چلی گئیں تو اسلام خان نے کہا۔ دروازے سے تباہک کر دیجو

دہ بے یا چلی گئی۔

بہ رسول دروازے سے تباہک کر دیجی کو جلتے ہوتے دیکھتا ہوا۔ جب وہ نظر وہ

سے ادھیل ہو گئی تو بہ رسول نے دروازے کو بیہدی دیا اور پھر اسلام خان کے پاس چلا گیا۔

اسلام خان نے کہا۔ دروازے کو اندر سے چند کروپے تاکہ جو ان کوئی اور منہ آسکے۔

بہ رسول نے اندر سے دروازے کو بند کر دیا اور اسلام خان کے پاؤں کے پاس

بیٹھ گیا۔

اسلام خان نے کہا۔ بہ رسول! شاید تجھے نہیں معلوم کہ اس گھر میں تیری سب سے

زیادہ مخالفت کون کرے گا؟ لیکن میں جانتا ہوں اس لئے اپنی بیٹی کی شادی تجھے سے کر

سما ہوں۔

بہ رسول نے آہستہ سے پڑھا۔ اس مگر میں میری مخالفت کرنے والا کون ہے جس کو

میں نہیں جانتا۔

اسلام خان نے جواب دیا۔ یہرے بیٹے قطب خان اور عیسیٰ خان میرا بھائی احمد تیرا چا

فیروز خان بھی تیری زبردست مخالفت کرے گا۔ لیکن اس کی مخالفت عارضی اور واقعی ہو گی۔ اور

خیال ہے کہ تیری فیروز خان تیرا ہم رداد رفع شافت ہو گا۔

بہ رسول نے حیرت سے پڑھا۔ یعنی بھائی قطب خان، عیسیٰ خان اور عصا نیز خان

بھی میری مخالفت کریں گے۔

اسلام خان نے جواب دیا۔ ہاں یہ تینوں تیری مخالفت کریں گے اور تو خیر بھی یہ محسوس

کرے گا کہ انا سے زیادہ مُثر اور معتبر مخالفت کرنے اور نہیں کر سکتا۔

ہے سلوں تک مند ہو گیا۔ اسلام خان نے اس کو فکر مند رہ یجھ کر کھا۔ مگر ہر سوں تک
لوبیرا امداد بھی ہو جاتے گا یہ شیارشہ شایم قطب خان یعنی خان اور بھائی فیروز خان کے دلے
کیتے و بخپن نکال دے، دبنتے ہوں کوئی امید نہیں، شادی کے بعد تو سماں چل جا، دہان کا حاکم
میرا دوست پے تو اس سے عمدہ پیان لے سکتا ہے اور وہ تیرے بڑے دفتر کا اچھا
سامنی ثابت ہو گا۔“

ہے سلوں تے کھا۔“ میں آکیلا جاؤں یا اکسی اور کوئی بھی اپنے ساتھ لے لوں۔“

اسلام خان نے کھا۔“ قطب خان اور بھائی فیروز خان کو لپٹ ساتھ لے جا۔
اور ان دلوں سے یوں گھل مل جا کر ان کے دلوں میں تیرے خلاف موجود نہر نکلا جاتے۔“
ہے سلوں تے کھا۔“ اگر مجھے آپ کی صحت کی تکریہ ہوئی تو میں اسی وقت سماں چلا
جاتا، مگر آپ کو اس حال میں جھوڈ کر میں نہیں جا سکتا۔“

اسلام خان نے اٹھنے کی کوشش کی مگر نہیں اٹھ سکا۔ میستر پر گر گیا ہے سلوں نے
اس کو سماں دیا جس سے وہ گاہ کلیہ سے شیک لگا کر یجھ گیا اس کے تنفس کی رفتار تیر ہو گئی تھی
وہ جلدی جلدی اور نہر زدہ سے مانیں لے رہا تھا۔ اس نے باٹھ کے اشارے سے تکنے
کو کھا اور پھر شکل دک دک کر کھا۔“ ہے سلوں! پہلے تیری شلائی ہوئی چاہیئے اس کے بعد تو
سماں جاتے گا۔ تو یقین رکھ کر جب تک یہ سارے کام ہو نہیں جایتے گے میں زندہ مریون
گا۔ میں نہیں مرنوں گا۔“

ہے سلوں خاموش ہو گیا۔ اسلام خان نے کھا۔“ تیرا بآپ ملک کالا اکھی نکے
نہیں آیا میں اس کے انتظار میں رکا ہوا ہوں، وہ بیسے ہی آ جاتے گا میں اپنے فرض سے
سک دو شہ ہو جاؤں گا۔“

ہے سلوں اسلام خان کے پاس سے انھوں کو محل میں چلا گیا۔ اس وقت معلم نہیں
کیوں زیماں ہوت یاد آ رہی تھی۔ اس نے تیرا کو عالم خیال میں شباب میں سرست دیکھا
اور بے اختیار ہی دل چلپا کر وہ دہلی چلا ہلتے اور دہان اس کو ہوئہ نہ کئے میکن جب
ہوش آیا تو دہان کوچھ بھی نہ تھا۔ اس کے آس پاس محل کا سازشی ماحول تھا، صراشی بکار تھے
اور وہ لڑکی تھی ہو چند دلوں میں ہے سلوں کی جیوی یعنی والی بھی۔

عجلت میں شادی کا انتظام کیا گیا اور ملک کالا کا انتظار کئے بغیر ہے سلوں کی
شادی کمردی گئی۔ اسلام خان نے آنسوؤں بھرے پھرے سے دلوں کو رعا یکن دین اور ہزار دن
انفالوں اور رشتہ داروں کے سامنے یہ اعلان کیا کہ اس کے بعد اس کا جانشین ہماروں ہو گا۔ اس

لئے جو لوگ اسلام خان کو اپنا حاکم اور بڑا سمجھتے ہیں انہیں اسلام خان کے بعد ہم سلوں کو بھی
عزت و توقیر دینا ہوگی۔"

جمع پر مسکوت طاری ہو گی۔ شاید لوگوں کو اس اعلان پر اعتراض کھا۔
اسلام خان نے کہا "تم لوگ خاموش کیوں ہوئے کیا تمہیں میری اس تجویز سے
اختلاف ہے؟"

سب سے پہلے فیروز خان کی آفاز بلند ہوئی۔ "جہاد اسلام خان! میں آپ
کا بھائی ہوں اور مجھ میں وہ ساری خوبیاں بھی موجود ہیں جو آپ کے ایک جانشین میں
ہونا چاہیں۔۔۔"

اسلام خان کا غصت سے چہرہ سرخ ہو گیا، بات کاٹ کر بولا۔ "بات مختصر کر
فیروز خان! تو یہ کیسی اختلاف اور استمار کی ہاتھیں کر رہا ہے۔ کیا تم مجھ کو ہم سال دیدہ
نمیں سمجھتا۔۔۔"

فیروز خان نے جواب دیا۔ "سمجھتا کیوں نہیں؟ آپ نے جو مقام حاصل کیا ہے اس
میں آپ کی محنت اور صلاحیتوں کا بڑا حصہ ہے؟"

اسلام خان نے جواب دیا۔ "جب یہ بات ہے اور تم لوگ مجھ کو ایسا سمجھتے بھی
ہو تو یہ بھی باقیوں پر یقین بھی کرو اور ہم سلوں کو اپنا عکران تیلم کرو! ہم سلوں یعنی خانوں کی
سلطنت کا باقی ثابت ہو سکتا ہے، ہم لوں میں بڑی صلاحیتیں ہیں اور یہ مدد کی طرح پھانڈ
کے گذرا یہ لوڑ کو تار و شخت کی طرف دالیں لے جلتے گا!"

فیروز خان کی آزار نکر دو! پڑھ کر آہستہ سے بولا۔ "بھائی! اسلام خان الگریں نے آپ کی
مخالفت میں کیا آپ کا بڑا قطب خان مخالفت کرے گا یہ نکہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس اعلان
سے اس کا حق غصب اور رہا ہے اور اس کا مرتبہ گھٹا دیا گیا ہے؟"

اسلام خان نے جواب دیا۔ "فیروز خان! تو اس خاندان کا بڑا ہے بڑوں کے
مخالفت میں ہوئی ہے مگر جب بڑے نائیکریں گے اور چھوٹے مخالفت تو چھوٹوں کی کوئی بھی
نہیں سنتے گا!"

فیروز خان نے کہا؟ آپ میں آپ کی مخالفت نہیں کر دو گا!"
اسلام خان بڑا ہجڑا بیٹی اور ہم اتحاد اس نے بھائی کو اپنے پاس بھالی اور آہستہ آہستہ
چکتے گا۔ دریکھ، تو اس سے ہی یہ رے خلوص پر یقین کر سکتا ہے کہ میں نے ایسے بڑوں میں سے
کسی کو بھی اپنا جانشین نہیں بنایا۔ ہم سلوں ہمارے بھائی ملک کالا کا بیٹا ہے۔ میں نے

لپٹے بھائی نکے باصلہ حیث بیٹے کو اپنا جانشیں بنادیا۔ صرف اس لئے کہ ہمیں میں وہ ساری خوبیاں اور حلاجتیں موجود ہیں جو لوگ بادشاہی نکل لے جائیں ہیں۔ میری آنکھیں دیکھ رہی ہیں میں کہ ہم سلوں کے قدر یہ ہندوستان پر انفالوں کی بساط سلطنت اپکھ رہی ہے اگر میرا یہ خواب پورا نہ ہو سکا تو یہ یقینی ہے کہ ہندوستان کے کسی بڑے حصے بر انفالوں کی حکومت ضرور قائم ہو جائے گی اور ہم سلوں اس سلطنت کا بانی ہو گا۔⁴

جس بھروسے مامنے دلوں یعنی مسکو شیوں میں باتیں کر رہے تھے اس میں قطب خان بھی موجود تھا اس کو یہ طریقہ رکھتے دشیدہ باشکل پسند نہ آیا، اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا اور با آغاز بلند کھما۔ پادا جان! آپ عمِ محترم سے بخوبی ایس کر رہے ہیں نزد در سے کبھے تاکہ سمجھیں۔ دہنرہ بھی اور انفالوں کی برادری کسی بھی لیے فیض کو قبول نہ کرے گی میں کا علم انہیں نہ ہو۔⁵

اسلام خان نے فیروز خان سے کہا۔⁶ فیروز خان امیری طرف سے تواعلان کر دے۔⁷

فیروز خان جہاں بیٹھا تھا، وہیں کھڑا ہو گیا، اور با آغاز بلند کھما۔ میرے عزیز دادہ ہم تو مو! بھائی! اسلام خان نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اپنے بھتیجے اور دلداد ہم سلوں کو اپنا جانشیں بنادیں۔ ان کا یہ فیصلہ ہماسے لئے یوں قابل قبول ہے کہ استولی اس اعراز کا مستحق اور حکمراء ہے، میں نے اپنے بھائی کی عنانفت کا ارادہ جرک کر دیا ہے اور تم سب سے بھی ہمی دوڑاست ہے کہ اسلام خان کے فیضے کوہاں لو۔⁸

قطب خان کھڑا ہو گیا، بولا۔⁹ میں یہ فیصلہ تھیں مالوں گا کیونکہ اس سے میرا حق غصب ہوتا ہے۔ ہم سلوں نے والد صاحب پر حادثہ کر دیا ہے اور صحر زدہ شخص کی باتیں ہمارے لئے قابل قبول تھیں ہر حکمیتی۔¹⁰

اسلام خان نے غصے میں اللہ کریمہ تھنا چاہا مگر ناٹھ سکا اور گر گیا۔ فیروز خان نے سہلا دیا۔ ہم سلوں ابھی تک نہ مٹا تھیں میں ہوا تھا اب وہ بھی اپنی جگہ سے ہذا اور اسلام خان کی پشت پر چھوٹ گیا۔ میں نے اپنی پشت اسلام خان کی پشت سے ٹکادی اور کھما۔ عمِ محترم! آپ میرے سہارے بیٹھ جائیں اور غصے کو تھوک دیں۔¹¹

لیکن اسلام خان کہاں باز آئے والا تھا۔ اس نے پوری قوت سے آواز نکالی تھر وہ منہنی رہی، میں نے کہا۔ قطب خان! میرے پاس آتا کہ میں سمجھ کو سمجھا سکوں۔ میں تیرا پاپ ہوں، تیرا ابرا کس طرح جاہ ملکا ہوں اک دزاد۔ مر کے لئے میرے پاس آجنا، اگر میری

بایس تیری سمجھیں آجاتیں تو تیک ہے ان پر عمل کرنا اداگرہ سمجھیں آئیں تو تیری مرضی،
جو سبی میں آئے کرتے رہتا۔

قطب خان باپ کی بالوں اور لب داچھ سے سہم گی۔ اسی دقت باپ کے پاس
چلا گیا اسلام خان نے ہمسلوں سے کہا۔ میری پشت سے ٹاؤنکیہ لگادے اور ڈاماںی دری
کے لئے میرے سامنے آجائے۔
ہمسلوں نے وہی کیا جس کالے حکم ملا تھا۔ اب قطب خان بھی باپ کے پاس
پہنچ چکا تھا۔ اسلام خان نے دلنوں کو امن سامنے بھاگھر باتیں شروع کر دیں۔ فیروز خان ان
دلنوں کے سامنے کھڑا باتیں سن رہا تھا۔

اسلام خان نے کہا۔ قطب خان! پہلے یہ ہتاکہ میں تیرا کون ہوں؟
قطب خان نے جواب دیا۔ باپ۔

اسلام خان نے کہا۔ دشمن تو ہمیں ہوں۔ ہمیں۔

قطب خان نے جواب دیا۔ ہمیں۔

اسلام خان نے پرتوخش لیجے میں کہا۔ پھر تو نے یہ کس طرح سمجھ دیا کہ میں نے
جو کچھ کیا ہے اس میں تیرے حق ہیں ذمہنی ہے۔ ہمسلوں نے سمجھی تجھے سایا، کبھی تیرا حق ملا
کبھی شکایت کا موقع دیا ہے شاید میں پھر تو اس پر کوئی ایسا شے کس طرح کر سکتا ہے جس کا
کہیں کوئی موجود نہیں ہے ناس کے آثار۔ میں ہمسلوں کو لوں ہی اپنا چاہشیں کہیں بنائیں
اس کوہ راست کرتا ہوں کریہ اپنے معاملات میں تجھے سے سورہ لینا رہے تو اس کے اقتدار
میں برابر کامشیک ہے گا، لیکن تیرا حکم نہیں حلے گا۔

قطب خان نے کہا۔ باداچان! یہ تجھی تو سوچنے کے آپ کی جانشینی کا اصل
ستقع اور حق دار کون ہے؟

اسلام خان نے جواب دیا۔ میں نے اس پر بھی غور کر لیا۔ اس میں حق اور
استحقاق اس کا ہوتا ہے جو اپنی اہلیت اور صلاحیت سے بی ثابت کر دے گے وہاں
منصب کا حقدار اور مستحق ہے۔ رسول اللہ نے اپنے غلام نادے اسامہ بن زید کو
جب اپنے عساکر اسلامیہ بنادیا تھا تو کسی نے بھی یہ تمہیں کہا تھا کہ آپ نے اسکیوں
کیا۔ اور اپنے غیر نژاد اور رشتہ داروں کی موجودگی میں اپنے غلام نادے کو اپنے کیوں
بنادیا۔ ہمیں قطب خان میری فراست بیرقین کر اور یہ سمجھ لے کم میں نے جو
کچھ کیا ہے ہمتر کیا ہے۔ سب کے لئے ہمتر کیا ہے۔ اپنے لئے، تیرے لئے، قدرے

بھائیوں اور خاندان والوں کے لئے، انفالوں کے لئے، مجہ سے اختلاف نہ کرو۔ درجنہ بخ
کچھ ہے اسے بھی سننا بسجھ گا ॥

اسلام خان کی دلیلوں اور پر اثر بالوں نے قطب خان کو یہ بن کر دیا اس
نے کہا۔ "بادا خان! میں صرف یہ فہماں تھا ہم اہوں، کہ ہم اسلوں میری حق تلفی نہ کر سکے اور
مجہ پر ہی حکم جلانا نہ شروع کرو۔ میں ہے ॥"

اسلام خان نے قات پاک کا ایک سچھے منگو اکارس پڑھا۔ اسلوں اور قطب خان
کے پانچھر کھوادیتے اور کہا۔ "اب تم دھڑوں قسم کھاؤ کر کوئی مدد سرے کی حق تلفی نہیں
کر سے گا اور کامدیا پر سلطنت مل جعل کرو چلاو گے ॥"
بھرپول اور قطب خان نے ایک ساٹھ قسمیں کھایں اور وعدہ کیا کہ وہ
مولوں آپس میں ہمیشہ مل جعل کرو رہیں گے۔

قطب خان نے بافاز بلند کہا۔ "میں اپنے بچا ملک کالا کے بیٹے اور اپنے
بھنوئی ہم اسلوں کے حق میں اقتدار سے دستیر دار ہوتا ہوں کیونکہ یہ میرے باپ کا
فیصلہ ہے اور میں باپ کے فیض سے اسخراف نہیں کر سکتا ॥"

مجمع نے خوشی میں تالیاں بجا گئیں اور رشتہ دار دنے اسلام خان کو
مبارک بادی پیش کیں۔ شادی کے بعد اسلام خان نے ہم اسلوں، قطب خان اور
ذیروز خان کو سماں نواز کر دیا تاکہ اس کی موت کے بعد اگر ان پر کوئی دقت پڑتے تو
سماں کا حاکم ان کی مدد کر سے۔

یہ نیوں باعزم دباہمت انسان سماں میں داخل ہوتے تو کسی نے بتایا کہ
یہاں ایک سترہ نامی مجدد بڑھتا ہے اس سے ملے بغیر حاکم سماں سے ہمیں ملنے
چاہیے۔ کیونکہ ملکی انتظام دراصل اخونی باطنی اور روحانی کمال رکھنے والوں کے ہاتھ
میں ہوتا ہے اگر یہ راصنی ہوں گے تو دنیا دی حکمران بھی راصنی رہیں گے۔ اور اگر یہ نا راصنی
ہوں گے تو دنیا دی حاکم باریابی کی اجازت انکرنے دیں گے۔ اسلوں نے اپنے رائی پر
سے پوچھا۔ "آپ دلنوں کیا کہتے ہیں؟ کیا سید مجدد سے ملاقات کر لی جلتے یا
پھر حاکم سماں کی ملاقات کے بعد ان سے ملا جلتے۔؟"

ذیروز خان نے کہا۔ "عیر اتو یہ خیال ہے کہ پہلے سید مجدد سے ملاقات کی
جاتے۔ اس کے بعد کسی اور سے۔"

لیکن قطب خان نے حقیقت کی بولا۔ "میرا خیال ہے کہ پہلے حاکم سماں سے

مل لیا جائے، اس کے بعد ان مجذوب سے۔ اور سایہ خیال کے مجنودب صاحبِ انداد ہے اور ہمیں لوگوں کو دیتا ہے اور چینتارہ تا ہے، تو ہم یہ عقیدہ نہیں رکھتا۔ ”
ہسلوں نے کہا۔ ”ہم اپنے چیا کا ہم خیال ہیں ہمیں پہلے سیتم سے مل لیتا چل بیٹے، آخر اس میں ہر ج ای کیا ہے۔ ”
قطب خان نے زیادہ مخالفت بھی نہیں کی، بلکہ ”جیسی آپ درلوں کی مرضی۔ ”

یہ تینوں مجنودب کی کثیریا کے سامنے چیز کو بیٹھ گئے۔ وہاں کچھ اور لوگ بھی بیٹھتے تھے۔ کچھ در بعد ایک شخص اندر سے نکلا اور کہا۔ ”خیال صاحب بردیسوں کو بلاستے ہیں۔ ”

باہر بیٹھتے ہوئے لوگ ایک در در سے کی صدمت دیکھنے لگے اس کے بعد سبھی نے ان تینوں سے کہا۔ ”ہم سب مقامی ہیں۔ ہمارا خیال ہے آپ تینوں بردیسوی ہیں اس لئے انہوں نے تشریف لے جائیں۔ ”

ہسلوں، فیروز خان اور قطب خان کو لے کر انہوں نے چلا گیا۔ سید مجذوب اپنے آگے متی کا ذہیر رکھ کر ایک تمہارہ کرتے ہیں میوس آنکھیں بند کرنے بیٹھتے تھے۔ یہ تینوں ان کے سامنے جا کھڑے ہوتے لیکن سید مجذوب نے آنکھیں ہٹھیں کھویں، ہوئے۔ ”حاکم سماں نہ تھا دی کیا مدد کرے گا اپنے آپ پر بھر دے اکد اور اسخ اقسام رکھو، پھر تم در در کی مدد کر سکو گے۔ ”

وہ تینوں حیرت سے ایک در در سے کی شکلیں دیکھنے لگے۔

سید مجذوب کی آنکھیں بند رکھ دیئیں، کچھ در بعد کہا۔ ”حاکم سماں نے تھیں کیا ہے گا؟ وہ نہیں کیا دے گا؟ وہ تو خود کنگال ہے، کنگال کسی کو کچھ دے سکتا ہے؟“

فیروز خان نے پوچھا۔ ”اگر وہ کنگال ہے اور ہم کچھ نہیں دے سکتا تو پھر اس کا پتہ بتایتے جو کچھ دے سکتا ہے اور کنگال نہیں ہے؟“

سید مجذوب نے آنکھیں کھول دیں ان کی صدر سرخ آنکھیں دیکھ کر تینوں کو یہ دیم گزرا کہ مثا یہ وہ نہیں ہیں۔ سید مجذوب نے کہا۔ ”کس کا پتہ بتا دیں گا۔ ”

فیروز خان نے کہا۔ ”اس کا جواہیں کچھ دے سکتا ہے؟“

سید مجذوب نے کہا۔ اس کا پتہ کسی طرح بتاؤں اسی کے سامنے تو تمہارے بیٹھے ہو، میں اسی لوگوں کو کچھ نہ کہدیتا رہتا ہوں، کسی سے لے لیتا ہوں کسی کو دے دیتا ہوں۔ میرے پاس اپنا کچھ بھی نہیں۔“

قطب خان نے جسلوں کے کام میں کہا۔ “ شخص مدعا نہ ہے اور اپنے ہاتھ خواں میں نہیں ہے اس لئے ہمارا مزید وقت صفائح کرنے سے کوئی مقابہ نہیں ہے۔“

جسلوں نے کہا۔ “ کبھی چلتے ہیں پہنچ باتیں کرنے میں کیا ہرستکے ہے؟ فیروزخان نے کہا۔ ” اگر آپ ہی دیتے یلتے ہیں تو ہمیں کبھی کچھ عطا ہو جاتے ہے۔“

سید مجذوب نے پوچھا۔ ” تم لوگ کیا چاہتے ہو؟ مانگو اطلب کرو ہے؟“ فیروزخان نے کہا۔ ” میں کیا مانگوں، آپ خود جو مناسب سمجھیں اور جس کا اہل پائیں عنایت فرمادیں۔“

سید مجذوب نے بڑی بے رُنگی سے کہا۔ ” تو مفت خورد ہے ہے، میں مفت کچھ بھی نہیں دیتا۔ جو کچھ دیتا ہوں اس کی قیمت لیتا ہوں اور چاہتے ہوں بتاؤ، میں اس کی قیمت بتاؤں گا۔ تم قیمت ادا کر کے لے لینا۔“

قطب خان نے ایک بار پھر ڈوکانگیا اور فیروزخان سے کہا۔ ” یہ پکادنیا دراصل علم ہوتا ہے۔ ہم سے کاروبار کر رہا ہے۔ میں کہتا ہوں وقت صفائح کرنے سے کچھ حاصل نہیں اب یہاں سے اٹھ جلتے۔“

جسلوں نے سید مجذوب سے کہا۔ ” میں قیمت ادا کرنے کو تیار ہوں۔ بتائیں آپ کے پاس اس وقت کیا ہے جو آپ میرے ہاتھ پڑے دیں گے۔“

سید مجذوب نے کہا۔ ” میں دہلی کی حکومت بچنا چاہتا ہوں، کبیا تو خریدے گا۔“

قطب خان کو ہنسنی آگئی، فیروزخان سے سرگوشی میں کہا۔ ” علم محترم اکیا آپ اب بھی اس کو پاکی نہیں کہیں گے۔“

سید مجذوب نے قطب خان کو ڈالٹ دیا۔ ” یہ کیا سرگوشیاں کر رہا ہے! اکھی کیا اکھی کھاتا ہے، حالانکہ میں دہلی کی حکومت فروخت کر رہا ہوں۔“

جسلوں نے پوچھا۔ ” دہلی کی حکومت کی کیا قیمت میں گے آپ؟“

سید جنوب نے جواب دیا۔ ”صرف دعہزاد تھے؟“

ہمسلول نے کہا۔ ”اسی وقت میرے پاس صرف تیرہ سو تینے ہیں۔“

سید جنوب اپنے دیتے، کہا۔ ”بجاذب تباہ کرتا ہے۔“

ہمسلول نے جواب دیا۔ اُری بیری مجال نہیں، آپ صاحبِ کشف ہیں خود معلوم کر سکتے ہیں کہ میرے پاس کتنی رقم ہے؟“

سید جنوب نے جواب دیا۔ ”چھادی دے۔“ بڑی سستی دے رہا ہے

دہائی کی حکومت، تو بھی کیا یاد کرے گا؟“

ہمسلول نے تیرہ سو تینے اسی وقت گھا دیتے۔ سید جنوب نے رقم کے سر رکھ دی اور کہا۔ ”جاہندرستان کی بادشاہیت سچو کو دی، تیرے نام کر دی، مزے کرا دے اپنے خاندان اور قوم کا نام روشن کر۔“

یہ تینون کچھ دیر دہاں اور نظر ہے، اس کے بعد باہر آگئے قطب خان نے مذاق اڑایا۔ ”چھانی،“ ہمسلول، ”خمن نے تو سادہ لوگی کی حد کر دی۔“ بادشاہ تین اگرلوں اور اتنی سستی بکنے نہیں تو کیا کہنا، ہر شخصی خرید مکاتبہ مجوہ کر تو یہ جنوب پکادنی بادار معلوم اوتا ہے نیزہ سوتھے ہتھیا لئے۔“

قطب خان نے قطب خان کی تائید کی۔ ”میرا بھی جسی خالی ہے اللہ والوں کو اال ورد کی پررواح کھماں ہوتی ہے۔“ پھر تو بیں اس کے جذب کا قائل ہو گیا تھا مگر جب خریداری اور نظر کی بات کی تو میرا دل بھی بڑا ہو گیا اور میں بھی یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ یہ دینا دار فیکر ہے۔ ہمسلول نے تیرہ سو تینے بلا وجہ غواہ دیتے۔“

ہمسلول نے جواب دیا۔ ”میں نے تیرہ سو تینے گولتے ہیں بلکہ میں نے ڈاقی ہمندرستان کی حکومت خرید لی ہے اگر میں نے تیرہ سو تینوں کے عرض اس ملک کی بادشاہیت حاصل کر لی تو یہ ہمت سستی ہے۔ اور اگر میں نے یہ رقم فضول صنائی کر دی ہے تو بھی میرا یہ دل مطمئن سبے گا کہ میں نے اللہ کے نام بردا دھر کا کھایا ہے۔“

قطب خان نے اذرا و مذاق کہا۔ ”اب بھر جا ہو کہو، جس طرح چاہو دل کو مطمئن کر دے،“ مددہ سید جنوبی بھی بات تو یہ ہے کہ ایک مکار درد بیٹھ نے تھا میں ٹھگ لیا ہے۔“

یہ تینون سماں کے حاکم سے ہے۔ اس نے انہیں ماتھوں باکھ دیا اور ہمسلول

کی بڑی نیزت کی۔ دہلوں کو تعیب بھی ہوا اور دکھ بھی کہ حاکم سماں نے حاری باتیں ہملوں
ہائی سے کیں اور سڑدے سے آخر نگ اس کی۔ قدر و منزالت میں لگا رہا۔ آخر میں
بہت نور دے کر کہا۔ ”ہمسلوں! یتیرے بھی اور تسری کے مجھ پر بڑے احسانات
ہیں تو جب بھی نیرے پاس آئے گا میرے دیدار سے ٹھلے پاتے گا۔ اور میں جان
دے کر تیر اساتھ دینے کو اختیار ہوں۔“

اوہر سے فارع ہو کر جب یہ نیتوں سر ہند والیس پہنچی ترا سلام خان کی
حیثیت آخری رسوم کی ادائیگی کے لئے ان کا انتظار کر رہی تھی۔ نیتوں مرحوم کی لاش پر
گزر کر دتے اور آنسو ہماتے رہے۔ ہمسلوں کو سب سے زیادہ صدمہ کھا کر گمراہ
سلام خان نے اس کو جو کوئی دیانتفاوہ آنا کچھ بخفاک ہملوں کو اپنے باپ سے بھی
منہیں مل سکتا تھا۔

* *

* *

* *

اسلام خان کے مرتبے ہی افغانوں میں انتشار اور اختلاف پیدا ہو گیا۔ اُڑیت
ہملوں کے ساتھ ہو گئی، فیروز خان نے پہلے تو اپنا اقتدار الگ قائم کرنا چاہا۔ مگر
بعد میں ہملوں کا اساتھ دیا یعنی قطب خان الگ ہو گیا اور اس نے اپنے باپ کے
حقیقی جانشین ہرنے کا دعا کر دیا۔ ہملوں نے اس کو سمیجنے کی کوشش کی مگر
وہ نہیں سمجھا اور اپنی بات پڑاڑا رہا۔ ہمسلوں نے جب یہ دیکھا کہ قطب خان
کسی طرح مان جی نہیں رہا تو اس نے بھی سخت ردیہ اختیار کیا۔ بولا۔ ”جھان قطب
خان! اگر آپ اپنی ڈریٹھ ایسٹ کی مسیب الگ بنانا چاہیں گے تو میں آپ کو اس کی
اجازت پڑھنے ہمیں دوں گا۔“

قطب خان نے جواب دیا۔ ”ڈریٹھ ایسٹ کی مسجد تو بنا رہا ہے ابھی نے بھی
یہ بیصلہ کر دیا ہے کہ شجھ کوتیرے مقصد ہے۔۔۔۔۔ کامیاب ہمیں ہونے دوں گا۔“
ہمسلوں نے بڑی بے بسی سے قطب کی طرف دیکھا کہا۔ ”آپ نے اپنے والد
سے کیا وعدہ کیا تھا کہ کچھ بیاد ہے۔۔۔۔۔“

قطب خان نے جواب دیا۔ ”وہ وعدہ میں نے اس نے کیا تھا کہ مرتے وقت
یہیں اہمیں اذیت نہیں پہنچانا چاہتا تھا۔ کیونکہ لے سے میں آپ فرزندی یہیں شاہ
سمجھتا ہوں۔ وہ نہ اندھے سے میں دلآل مرحوم کی جانشینی کی محجزہ کا مخالف تھا۔“

ہمسلوں کی پیچی اور قطب خان کی ماں نے اپنے دادا کا ساتھ دیا، تو بھی "قطب خان! دعده خلائی کم کے باپ کی روح کو مریشان نہ کرو، کیونکہ اگر اس وقت تیرے باپ کی روح ہمارے اس پاس آئی تو تجھے پر لعنت طاعت کرو ہی آئی گی۔" قطب خان مشعل آزگی بولا۔ ماں! تو ان معاملات میں دخل نہ دے، تو بھی ناحن کی طرف داری کرو جائی سے۔"

فیروز خان نے اس کو علیحدہ لے جا کر سمیا۔ قطب خان: ہوش میں اے تو بھی تو دیکھ کر بارہ تیرہ ہزار افغان ہمسلوں کے پر پشم تلم مخد اور چکے ہیں۔ تو اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔" قطب خان نے اکڑا کر جواب دیا۔ "محبوب فردہ نہ کرد ہم محترم؛ میں چاہیں تو ان بارہ تیرہ ہزار افغانوں کو خاک میں ملا سکتا ہوں۔"

فیروز خان نے اس کے سامنے ہر بات کھڑکھڑ دیا۔ چھپی چھپی چھپی، ایسی بات نہیں کہتے۔ کوئی بھی ہی قرم کو خاک میں ملانے کی بات کر رہا ہے تو بہ! تو بہ! تو بہ! تو کر قطب خان!"

قطب خان اپنے چولے سے ہمچا چھڑا کر چلا گیا۔ ہر ایک کونا لاض کر کے جلا لیا اس کی ماں کا خیال تھا کہ قطب خان ضمیری اور سازشی ہے۔ وہ لوں خاموش نہیں بیٹھے تھے۔ اس سے غافل نہیں رہنا چاہیئے۔

فیروز خان غصے میں بولا۔ "بھائی! اگر اس نے کوئی ایسی دیسی حرکت کی تو اس کو ایسا سبق دیا جاتے گا کہ اس کے بعد اپنی قوم سے غداری کا خیال نک دل میں نہ لاسکے گا۔"

ہمسلوں حالت اعتدال میں تھا، اضطرس کرتے ہوئے کہا۔ "مگن ہے بھائی قطب دہلی دہلی سے ہمارے خلاف مدد چاہیں، اگر وہ ایسا کہن گے تو ہوتی غلطی کریں گے۔ کیونکہ وہ من موقع پرست ہوتا ہے وہ موقع سے فائدہ اٹھا کر بھائی قطب خان کو بے دریافت بنادے گا۔"

فیروز خان نے کہا۔ "اگر وہ ایسا کہے گا تو اس کو مدت توڑ جواب دیا جاتے گا۔"

ماں کو اپنے بیٹے کے بھیانک انجام کا خدر شہ تھا، اس نے دیر پرده سفارش کی۔ "ابھی تم لوگ اس کے خلاف کچھ بھی نہ کرو، مجھے موقع دو کہ میں سمجھا۔ بھیجا اکر رہا

ہر لے آؤں ۔

ہرسلوں نے جواب دیا۔ ”یری طرف سے اچانت ہے۔ میں اس کو موقع
ضور دوں گا۔“

سردست محفل برخاست ہو گئی تھیں ہر ذمہ دار سیران اور پرستشان تھا۔ اور کسی کی
بھی یہ سمجھیں نہ آتا تھا کہ اس جیپشن کا تعجب کیا نکلے گا؟
ہرسلوں نے سر چتر کی حکومت تو سنبھال ہی لی تھی اور اب افغانوں کا تحفظ
اور دستے میں پالی ہوئی حکومت کی حدود میں توسعہ اور اضافہ۔ یہ اس کی بنیاد کی گئی
تھیں جن پر اس کو کام کرنا تھا۔

۴۶

۴۷

قطب خان دہلی چھپی اور بادشاہ محمد شاہ سے ملاقات کا خواہاں ہوا بادشاہ
نے ملاقات نوکی نہیں، کہلا دیا کہ ”پہلے میرے امراء سے بات کرے۔“
دہ ابھی امراء سے ملا بھی نہیں تھا کہ غیر متوقع طور پر چچا فیروز خان کے بیٹے
شاہین خان سے ملاقات اونگتی۔ یہ نوجوان ہمت جند باق اور قطب خان سے قریب تھا
قطب خان نے ہیرت سے پوچھا۔ ”شاہین خان! انوکھوں آ گیا۔“
شاہین خان نے جواب دیا۔ ”بھائی قطب خان! میں غاصبوں اور ظالموں کے
ساتھ نہ رہ سکتا تھا۔ اس لئے آپ کے پاس چلا آیا۔ حتی آپ کی طرف ہے اس لئے
میں آپ کا طرف مار جوں۔“

قطب خان نے خوشی سے گلے لگایا جوں۔ ”خدا یہی عمر دہاز کرے اس کا یہ
مطلوب ہوا کہ میں جو کچھ سوچ رہا ہوں، ہم میں کچھ اور وگ بھی ہماری ہی طرح سوچ
دے سے اڑیں ۔“
شاہین خان نے رفت نہ لے چکے میں کہا۔ ”میں ان غاصبوں سے لڑیں
گے کس طرح۔“

قطب خان نے چکی بھائی۔ ”میں یہ چنگرلوں جیت لوں گا۔ بدھ تیرہ ہزار
افغان خاک دخون میں مل جائیں گے۔ تب ہرسلوں اور تیرے باپ فیروز خان کو کچھ تھے
گی کا انہوں نے صحیہ کو نظر انداز کر کے کتنی بڑی ٹھلٹی کی تھی۔“
شاہین خان نے عرض کیا۔ ”کھائی قطب خان! جو جسماں کے گا دیسا بھرے گا

لیکن انفالوں کی بربادی سے دل خوش نہیں ہوگا۔^۲

قطب خان نے کہا۔ اضطرار کم کوئی اور صورت بھی تو ممکن نہیں میں بھی کیا کر دیں۔^۳

قطب خان اور شایخ خان شایخ ہمان خانے میں پھر ادیتے گئے۔ قطب خان ہستے چین تھا کہ وہ اپنا منصب کس طرح حاصل کرے جو امراء اس سے ہے، ان سے اس کا کام نہیں نکلا تھا۔ وہ مالوی اور تمدنیزب کے عالم میں اپنے دن ملت گزار دیتا تھا۔ اور یہ احس پیدا ہو چلا تھا، کہ نژادوں، رکشہ داروں اور ہم قروں کی مخالفت بھی جوں لی اور بد ہائی حکومت نے بھی ساختہ ہے ایں دیا۔ اس کو لوپتے چیزوں اور بھائی شاہین خان پر تراجم آیا کہ اس نے حق کی خاطر اور اس کی محبت میں اپنا سب کچھ کھو دیا۔ اب قطب خان کو اپنے سے زیادہ اپنے چیزوں اور بھائی شاہین خان کے بڑی فکر تھی۔

قطب خان نے سکندر تھفظ نامی ایک امیر سے رابطہ قائم کیا بادشاہ تک اپنی عرض داشت ہے نچاہی، کہلوایا۔⁴ اگر حضور والا نے یہی عرض داشت نہ سنی اور لاٹھی میں رہے تو وہ دن بعد نہیں جب بادشاہ کو ناقابلِ تلافی نعمان سے دوچار ہونا پڑے گا۔

بادشاہ بھی قطب خان کی بار بار کی یاد دیا گئی سے تنگ آیا ہوا نقاودہ فتنوں اور خرڅوں سے لا علم رہ کر عیش و عیشت کی نندگی گزنا چاہتا تھا اگر قطب خان نے اسے محل کر دیا تھا۔ بادشاہ نے سکندر تھفظ کو حکم دیا کہ وہ قطب خان کو بہ نہیں نیس پیش کرے۔

قطب خان کو جب بادشاہ کی طرف سے پردازہ طلبی موصول ہوا تو وہ بے حد خوش ہوا۔ وہ اپنے ساتھ شاہین خان کو بھی لے گیا۔ اس وقت بادشاہ عدو تزوں سے دل ہمارا ہتا تھا، بادل خواستہ پاہ نکلا۔ اور سکندر تھفظ سے کہا۔ یہ کیا کہنا ہاہتا ہے۔ میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے اس سے کہو، جو کچھ کہتا ہے کھڑے کھڑے کہہ دے اور دلیں چلا جاتے۔⁵

قطب خان نے عرض کیا۔ حضور والا! میں حرف یہ عرض کرنے آیا ہوں کہ سر ہند کا نیا حاکم ہے میں میرے چیزاں کا لٹکاہے اس نے میرے باپ کو دفلہ کر دیا رے حق کو عصب کر لیا ہے، اگر میں سر ہند کا حکمران رہتا تو میشہ بادشاہ کا دفاتر رہتا

لیکن ہر سلوں نے سرہند کی حکومت اس لئے بھیجا ہے کہ اس کو سانے کے ایک حینلا
مکار فیقر نے تیرہ مرٹنگ وصول کر کے دہلی اور پورے ملک کا بادشاہ بنانا ہیا ہے۔ اس
درود پیش نے گویا آپ کی حکومت تیرہ سو سو ٹکوں کے عومن ہر سلوں کے باہم بیچ دیا ہے
مد دیش نے تو شاید ہر سلوں کو بے وقوف بنایا تھا۔ مگر خود ہر سلوں اپنی کم
عقلی سے یہ یقین کر دیجتا ہے کہ وہ ایک نہ ایک دن ہنرستان کا بادشاہ بن
کر رہے گا۔“

محمد شاہ نے ہنسی کر کہا۔ ”بادشاہ کس طرح بننے گا۔ میں اس کو بادشاہ بننے
اے کیوں دھل گا۔ اور یوں۔“

قطب خان نے عرض کیا۔ ”اس وقت سرہند میں بارہ نیڑہ ہزار افغان گوجرد
میں کیا اظہل اللہ کے خیال میں ایسا کہنا جائز ہے اور مستحب ہے۔“
محمد شاہ نے چونکہ کہا۔ ”بارہ نیڑہ ہزار افغان! یہ سب کس لئے ہے
ہوتے ہیں سرہند میں۔“

قطب خان نے جواب دیا۔ ”حضرور والا۔“ اس ناپیزترے جو کچھ دیکھا تھا آپ
کے رد بر و مان کر دیا۔ حل میں ہمیں بتا سکنا۔“
بادشاہ نے سکندر تھفہ سے پر بھا۔ ”قطب خان کوئی محل ہمیں بتانا تو
ہی کوئی حل بتا۔“

سکندر تھفہ نے جواب دیا۔ ”حضرور والا۔“ اس ناچیز کی داشت
میں اس کا ہم ستر ہی حل یہ ہے کہ افغانوں پر نونج سختی کر کے قتل یا منتشر کر
دیا جلتے۔“

شاہین خان نے بڑی بھینی سے کہا۔ ”ہمیں ایسا نہیں ہونا چاہیئے۔ اس طرح
افغان دہلی کے بادشاہ پر بھروسہ نہیں کریں گے۔“
قطب خان نے ایک نئی سجن بزرگ پیش کی۔ ”حضرور والا! اگر سرہند کی حکومت
محکم کو دے دی جاتے تو میں دھرہ کرتا ہوں کہ سرہند میں افغانوں کو بچ جائیں
ہونے دھل گا۔“

بادشاہ نے سکندر تھفہ کی طرف دیکھا، سکندر تھفہ نے عرض کیا۔ ”بادشاہ سلاط
یں شاہی حکم کی بجا آؤ ری کے لئے ہر وقت مستعد اور تیار ہوں۔“

بادشاہ نے قطب خان کو حکم دیا۔ ”دیکھو تو سکندر تھفہ کے صالح سرہند جلا

جادو رجیسا کہ تو تے ابھی مشورہ دیا تھا، اس پر خود عمل کر سافخانوں کا نظر لٹھنا چاہیئے
جن طرح بھی مناسب ہو کارروائی مزدوج ہو جانا چاہیئے۔
شاہین خان کا پھرہ ذرط غم سے ڈک گیا۔

کچھ دیر بعد جب یہ لوگ بادشاہ سے مل کر باہر آتے تو سکندر سخف فوج کے
تیاری میں مشغول ہو گیا۔

قطب خان ہمتوش تھا کہ بالآخر وہ اپتے منصبے ہیں کامیاب ہو گیا
لیکن شاہین خان بہت ادا سختا، قطب خان نے پوچھا۔ ”شاہین خان آخون تو اتنا
اداس کیوں ہو گیا؟“ میں تجھ سے دعہ کرتا ہوں کہ اگر میں پتے منصبے ہیں کامیاب رہا تو
تجھ کو کوئی اعلیٰ منصب عطا کر دیں گا یہ حیرا دعہ ہے۔“

شاہین خان رہا تھا اس ہو گیا بولا۔ ”بھائی قطب خان! اعزاز و منصب کا دھمل
جس کی بنیاد میں یہر سے مزبر ہو، ارشتہ داروں اور ہم قوموں کا خون اندھیاں شامل ہوں،
یہر سے لئے موزوں اور خوشگوار تھیں اوسکتا۔ سکندر سخف جس ہم کا آغا ڈکھتے والے
ہیں اس سے خوش ہمیں ہو سکتا۔“

قطب خان تے بے برداںی سے کہا۔ ”ایسے پتے سوتھے کا انداز ہے ہر حال ہو
کچھ ہونے والا ہے، میں اس سے مالبس یا تاخوش نہیں ہوں یا۔“

سکندر سخف سے افغانوں کو مستشرقہ ہلاک کرنے کے لئے ایک شاندار شکر تیار
کیا۔ قطب خان اس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ لیکن شاہین خان اپنے بچازاد بھائی قطب
خان کو کچھ بتاتے بغیر، ہی اپنی قوم میں دلبس چلا گیا اور یہ بات ہر شخص کو بتا لای کہ عقیب
سکندر سخف اور قطب خان ایک شکر ہرگز کے کر گئے ہے ہیں۔

کسی نے بات کاٹ دی۔ ”یک بجا توبہ! میں اس پر کس طرح یقین کرلوں کر دو
قطب خان ہوا سلام خان کا بیٹا ہے وہ ہم برا تھیا درد سے کیونکر حمل کرے گا۔“

شاہین خان نے متنہ پنا کر ہمسلوں کو مخاطب کیا۔ ”بھائی ہے سلوں! میں
نے تو وہ کچھ بتا دیا ہے کہ دوسرا نہیں بتاتا۔ اب تم اپنی قوم کو اس مصیبت سے نکلنے
کی کوشش کرو۔“

ہمسلوں کو ہست احساں ہو رہا تھا۔ کہ یہ کیا ہو رہا ہے اس طرح تو پھر
پارہ پارہ ہو جائیں گے۔ اس نے اپنے دل کی بات دل ہی میں رکھی بولا۔ ”میں نے تو یہ فیصلہ
کر لیا ہے کہ یہر سے مقابلے میں ہو بھی آتے گا، میں مقابلہ کر دیں گا۔“

فیروزخان نے اپنے بیٹے شاہین خان اور بھتیجے بھسلوں کو مشورہ دیا کہ وہ اپنے خاندان کو نے کر پھر اُدُوں میں چلے جائیں اس پر اسی طرح عمل ہوا۔ جس طرح فیروز خان نے چاہا۔ پھر خان اور صدر اعظم پھیل کر پھر اُدُوں میں ردوپوش ہو گئے۔

مکندر تحریر شکر ہزارے کر سرہند میں داخل ہوا۔ دوسری طرف سے بادشاہ کے حکم پر جسمتِ حکمرانی ایک دوسرا بات گزار حکمران سکندر تحریر کی مدد کو پڑھ گیا۔ جسمتِ حکمران اور سکندر تحریر نے عام اعلان کر دیا کہ ان کیا درجی سرکار کا عام اتفاقوں سے کوئی جھلگا نہیں ان کے لئے پناہ بے لیکن بھسلوں کو معاف نہیں کیا جاتے گا۔

قطب خان نے پھر اُدُوں کے دامن میں آوارگانی۔ ”چھا فیروزخان کے لئے معافی ہے اور ان اتفاقوں کو بھی جو اس جنگ میں بغیر جانب دار ہیں گے۔“

فیروزخان نے بھسلوں کو تلاش کیا مگر وہ کسی اور طرف تکلیف کیا۔ شاہین خان موجود تھا پر لپچھا۔ ”بیٹے مجھے کیا کرنا چاہیے؟“

شاہین خان نے جواب دیا۔ ”ان پر کس طرح استیار کیا جا سکتا ہے؟“

فیروزخان نے کہا۔ ”اگر کسی طرح خون خراہہ روکا جانا ہے تو ہمیں بھی جنگ سے پہنچا جائے۔ یہ لوگ بھسلوں کے دشمن ہیں، ہمیں نہیں۔ اس لئے میں کوشش کروں گا کہ معافیت ہو جائے۔“

فیروزخان نے تین جیالے قطب خان، جسمتِ حکمران اور سکندر تحریر کے پاس بیچھے دیئے اور ان سے اپنے عہدِ برقرارم رکھنے کی فناشت طلب کی۔ ان تینوں نے قرآن پاک کو پڑھ بیس دلائل اور یقین دلایا کہ انہیں امان حاصل رہے گا۔ لیکن جو لوگ پھر اُدُوں سے نہیں نکلیں گے ان کا پہنچا کیا جائے گا اور ان کو دیگر دیگر بھاک کیا جاتے گا۔

فیروزخان اس لیئے دھا فنگ کے بعد اپنے سانحیبوں کے ہمراہ شاہی شکر میں چلا گیا۔ لیکن شاہین خان اور دوسرے افغانوں کو اس وقت تک پھر اُدُوں میں رہنے کی ہدایت کر دی جب تک کہ وہ خود اپنے حریقوں سے مطمئن نہ ہو جاتے۔

سکندر تحریر، جسمتِ حکمران اور قطب خان نے فیروزخان اور اس کے سانحیبوں کو ہاتھوں پا لکھ دیا۔ اور قطب خان کے امثال سے بر قید کر دیا۔ فیروزخان

کا ایک ساتھی کسی طرح نکل بھاگا اور اس لے افغانوں کو اس نئی صورت حال سے مطلع کر دیا۔

سکندر تھوڑا درجست کھکھرنے افغانوں کو کسی بات کی مہلت ہی نہ دی اور اپنی اخواز کو حکم دے دیا کہ پہاڑوں کا محاصرہ کر لیا جائے۔ شاہین خان اور دوسرے سرداروں نے بھی اپنے افغان بھائیوں کو موبیت اور زندگی کی جنگ کرنے کا حکم دے دیا۔ بہسلوں کسی اور سمت چاچ کا تھا۔ شاہی اخواز نے افغانوں کے گرد اپنا حصار تیک کرنا شروع کر دیا۔ شاہین اور دوسرے سرداروں نے چبیدیکھا کہ اگر وہ پہاڑوں میں رد پوش ہے تو چوبی کی طرح ہلاک کر دیتے جائیں گے۔ اس لئے انہوں نے اعلان کر دیا کہ شاہی نوجوانوں کا گھٹے میدان میں مقابلہ کیا جائے۔

افغان پہاڑوں سے نکل کر شاہی اخواز کے مقابلے صاف آ رہے ہو گئے۔ طبل جنگ بھی اور دلوں نوجیں گھنمن گھنٹا ہو گئیں۔ شاہی اخواز تعلمد میں زیادہ تھیں۔ اس لئے وہ جلدی بھی خاری ہونے لگیں۔ شاہین خان جی لوڑ کر جنگ کر رہا تھا مگر حمل اور سبھی بہت عاقتر تھے اور وہ افغانوں کا اصلیاً کرنے لگے۔ یہ سب کچھ فیروز خان کی قیروہ بند اور قطب خان کی موجودگی میں ہوا رہا تھا۔ فیروز خان خون کے آشیانہ ساتھ اک دہ اپنی بے ابی اور جیبوری ببرگری کتابخان تھا۔

قطب خان پہنچنے کو کہہ رہا تھا۔ "خبردار! بہسلوں کو فراہم نہ کا موقع دیا گیا۔"

شاہین خان اپنا گھوڑا بچکتا اما قطب خان کے سامنے آیا اور کہا۔ "بھائی قطب خان! یہ تم کے اچھا نہیں کیا۔"

قطب خان نے پوچھا۔ "بہسلوں کہاں ہے۔؟"

شاہین نے جواب دیا۔ "وہ جہاں بھی ہے تیری دسراں سے باہر ہے۔" سکندر تھوڑے نے درجی سے کہا۔ "اس نوجوان کو کہی گھر لے جائے نہ پاتے،

مستقل در دسراں بنانا ہوا ہے۔"

کتنی گھنٹے دلوں نوجیں برس ریکارہیں۔ دلوں طرف لاسٹر کے ڈھیر لگ گئے مگر اس معرکے میں افغانوں کا نقصان زیادہ ہوا۔ خرکار ان کے پاؤں اکھر گئے، اور افغانوں نے راہ فرار اختیار کی۔ کچھ کا بیچھا کمر کے گرفتار کر لیا گیا، باقی فرار ہو گئے۔

سکندر تخف نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ مقتولوں کے سروں کو بیک جا کیا جاتے۔

میدانِ جنگ میں میلوں پھیلے ہوتے سروں کو ایک جگہ جمع کیا جلتے لگا۔ جن کے سر جسموں میں لگے ہوتے تھے، انہیں کاٹ کر الگ کر دیا گیا۔

سکندر تخف، جست کھکھڑا در قطب خان ایک بڑے سے خمیں میں بیٹھ کر اکل دشرب میں مشغول ہو گئے۔ یہ تینوں بہت خوش تھے فیروز خان بندھا اور ان کے سامنے بیٹھا اتھا۔ تینوں کے پر مشور قہقہے۔ فیروز خان کے دل پر آ رے چلا رہے تھے۔

ظہر کے وقت ایک سروار نے انہیں مطلع کیا کہ مقتولوں کے سر بیک جائے بلکہ میں۔

سکندر تخف ایک دم آنکھ کھڑا ہوا اور ایک سپاہی کو حکم دیا۔ فیروز خان کو آزاد کر دیا جاتے۔

فیروز خان کو اسی وقت کھول دیا گیا، اس کی کلائیوں، بازوں اور پینڈوں پر دسیوں کے نشانات ثابت ہو چکے تھے۔ سکندر تخف نے فیروز خان سے کہا۔ ”تو میرے ساتھ چل!“ پھر قطب خان سے پوچھا۔ ”کیا تو ہم میں ہے گایا ہمارے ساتھ چلے گا۔؟“

قطب خان نے جواب دیا۔ ”مقتولوں کے سروں کے انبار میں میری کوئی ضرورت نہیں پہچا فیروز خان ایک ایک کاسہ درجیکو کر جھوپ لیں گے۔“

جمت کھکھڑا خود ہی کھڑا ہو گیا جو لولا۔ میں بتیرے ساتھ چلیں گا۔“

قطب خان نے یہی بیٹھا اپنا سکندر تخف اور جمت کھکھڑا فیروز خان کے ساتھ مقتولوں کے سروں کے انبار میں پہنچ گئے۔ گرد نوں سے اگل کئے ہوتے سروں میں سے بعض کی آنکھیں تیر دل کی لونک سے نارین چکی تھیں بعض کی ناک کٹ گئی تھی، کسی کی پرستائی اونچی تھی، کسی کی شکوڑی ندارد تھی، کسی کے رخسار سے خون روائی تھا۔

سکندر تخف نے فیروز خان سے کہا۔ ”ان سروں کو اٹھا اٹھا کر دو میری طرف پہنچتا جاؤ اور ہمچنان کرتا کہ یہ کس کے سروں پا ان میں۔“ سلوں کا سر کون سا ہے؟“

فیروزخان نے جواب دیا۔ "امنوس کہ میں اپنے پیاروں کے سروں کو ادھر
ادھر پھیٹ کر بے حرمتی نہیں کر سکتا۔ یہ مجھے اب بھی اتنے ہی عزیز ہیں جتنے
زندگی ہیں تھے۔"

حضرت کھکھلتے ہنس کر کہا۔ "چلو اس کی ہی بات مان لو، کسی دوسرے شخص
کو اس کے ساتھ کھڑا آمروں۔ جو ایک ایک سراٹھا کمرے دکھلتے اور جب فیروزخان
اس کا نام پہلتے تو دوسرے شخص یہ نام لکھ لے۔"

فیروزخان بڑھے حیر و غبطت سے کام لے ساھنا۔ اس کا کلیجہ ممثہ کو
آیا جا سیا تھا، بمشکل بولا۔ ہاں ٹھیک ہے، میں ان کے پھر دوں سے انہیں ہچان
هزار روپیں گائے۔

سکندر سخپر قتھرہ مار کر ہنس کر دیا۔ "چلو ہی ہی، میں یہ کبھی منظور
ہے۔"

"اس کے بعد ایک شخص سراٹھا کمر فیروزخان کو دکھاتا اور فیروزخان اس کا نام
لیتا۔ دوسرے شخص اس نام کو لکھ لیتا۔ تھی پارا دیسا ہوا کہ جب فیروزخان نے فرط غم سے
مقتل کا نام لینا چاہا تو اس کی آذار حلقے میں پھنس کر رہا تھا۔ اور نام لکھنے والے کو
بڑی زحمت پیش آئی۔

سکندر سخپر نے کہا۔ "مکہ ہسلوں کا مرٹے تو مجھے هزار خبر کرنا۔"
فیروزخان نے جواب دیا۔ "شايدی ہسلوں اس جنگ میں مژیک ہی مژیک ہی مہربان تھا،
تو اس کا سر کہاں ہو گا؟"

سکندر سخپر نے کہا۔ "مقتولوں کی شاختت کی کارروائی کا مقصود ہجا یہ ہے کہ
میں ہسلوں کے سر کو اپنی آنکھوں سے دیکھوں۔ غیر تو اپنا کام کئے جا۔"
آنہی سردوں میں ایک ایسا سر بھی فیروزخان کے سامنے آیا کہ وہ اسے چونک
کہ بغور دیکھتا ہوا پھر حمنہ پھیر کر کہا۔ "میں اس کو ہیں جانتا اس کو گم ناہوں میں
نکھل لو۔"

حضرت کھکھلتے اس سر کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اور کہا۔ "ایکن اس سر کریں
ہیچ چاننا ہوں اس چھرے کو میں کبھی بکھی نہیں بھول سکتا۔"

فیروزخان نے پوچھا۔ "یہ کون ہے؟"
حضرت کھکھلتے جواب دیا۔ "میں اس کا نام نہیں جانتا ایکن میں اس

کو چھپا تاہون اس لئے ہوں کہ میں نے اتنا نہ رہ، دلیر اور ہمادر جنگ جو نہیں بھیجا
اس نے ایسیں ہزار قصان پڑھایا اور کسی بار میں خود اس کے ہاتھوں قتل ہوتے
ہوتے بیجا۔"

فیروزخان من پھرے آنسو دی سے ردمہا تھا جس کی حکمرت پڑھا۔ مگر یہ
تو کیوں مردہ ہاپے ہے تجھ کو کیا اہر گیا۔"

فیروزخان نے جواب دیا۔ "میں اس لئے مردہ ہاون گیرے ہی سے بیٹھے شاہین
خان کا سر ہے؟"

حضرت کھکھرت کہا۔" مگر ابھی تو تو یہ کہہ رہا تھا کہ تو اس کو نہیں جانتا تو اس
بھرے کو ہمیں پہچانا۔"

فیروزخان نے جواب دیا۔ "اس وقت تک میں یہ نہیں جانتا تھا کہ یہ عالمیں
کی صوت را پہلی بار میری کی صوت ایکن جب لوٹے یہ تصدیق کر دی کہ یہ سب سے
نے ہمایت ہماری سے جان دی ہے تو مجھ کو اس کی شناخت میں کوئی دشواری نہیں
پیش آئی۔"

اب سکندر سخن پھیلی ان دوں کی طرف متوجہ ہو چکا تھا اس نے پڑھا۔ "یہ
کس کی باتیں ہو رہی ہیں۔"

حضرت کھکھرت جواب دیا۔ "فیروزخان کے بیٹھے شاہین خان کی، کیونکہ مقتولین
یہ بھی شامل ہے؟"

سکندر سخن نے کہا۔ ملک قطب خان کو بلوکر اس کی تصدیق کر فیجاۓ معلوم
نہیں فیروزخان جھوٹ بول رہا ہے یا نہ؟"

حضرت کھکھر نے اسی وقت قطب خان کو بلوکر اس لئے بڑے انہیں اور
غم زدہ آوازیں تصدیق کر دی۔ کہ یہ اس کے بچا ناد بھالی اور فیروزخان کے بیٹھے شاہین
خان ہی کا سر ہے؟"

فیروزخان نے اپنا کام ختم کر دیا اور خیس کے اندر کوئے میں جا کر سکیاں
لے لے کر دے گا۔ سکندر سخن نے کہا۔ "اے یہ فیروزخان کہاں چلا گیا ہے؟ اس کے
حصے کا کام تباہی باقی ہے؟"

قطب خان کو اپنے بچا پرہ ستم آگیا بولا۔ "ملک سکندر! ایسے چیز کے
 حصے کا بقیہ کام میں کر دوں گا۔ انہیں سو بیٹھے دو، شاید اسی طرح دل کا بوجھہ ہنکا ہو۔

جاتے۔

قطب خان نے بقیہ مردوں میں سے ایک ایک سر اٹھایا اور ان کے نام بتانا شروع کر دیتے۔ لیکن جب اس کو یہ بات معلوم ہوئی کہ ان میں ہم سلوں کا سر نہیں ہے تو ہمیت افسوس ہوا۔

قطب خان نے ایک بار پھر جمرت گھنک اور ملک سکندر کو پیشی پڑھائی کہ انفالوں کا تعادب کیا جاتے۔ کیونکہ ان انفالوں میں ملک ہم سلوں بھی ہو گا۔ اور جب ایک ملک ہم سلوں ہاتھ نہیں لگ جاتا۔ دہلی دیبار کو خطرہ ہی خطرہ لگا رہے گا۔

حسرت گھنک نے عذر پیش کیا۔ میں جنگ کے دامن کے کو دیتے ہمیں کروں گا کیونکہ بادشاہ نے ہمیں اس کی احیانت ہمیں دی دی ہے۔“ سکندر سخف تے کہا۔ اور میں بھی اس سے آگئے ہمیں بڑھ سکتا بادشاہ سے گا تو نامض ہو جائے گا۔“

فیروز خان کے پاس دلوں ای امیر چینچے اور ازاں وہ بانی تھا۔ فیروز خان! اب تو آزاد ہے، جہاں چاہے جا سکتا ہے۔“ فیروز خان نے شکر گزار نظر دی سے ان دلوں کو دیکھا اور خیس سے بلہ جانے لگا۔ اپنی ساتھ سے قطب خان بھی آگیا۔ فیروز خان نے اس کو قہر کی نظر دی سے دیکھ کر تھوک دیا اور مردی کے ایثار میں سے اپنے بیٹے شاہین خان کا سر نکال کر اس کی پیشافی اور دلوں رخصاہی کو حاصل نہ لگا۔

قطب خان کو شیر گزرا کہ شاید چیپ فیروز خان تے اپناد ماعنی تو اون کھو دیا ہے۔ خیس کے دری پر گھر اپنے چوکے والہات اور عاجلانہ طور و طبق اور مردیتے پر افسوس کرتا ہے۔ آہستہ سے بولا۔“ علم محترم! آپ کے بیٹے کو ہم سلوں کی طرف داری کھا لگتی۔ لے کاش! آپ نے میر اس انتہم دیا اوتا۔“

فیروز خان نے اپنے بیٹے شاہین خان کے مکواں طرح بدمال میں باندھ دیا گویا کوئی خزانہ باندھ دیا ہے۔ اس کے بعد وہ کسی طرف دیکھے بغیر گھر رے کی پشت پر چلا گیا اور اس کو حصہ نظر نکل پھیلے ہوتے کوہستانی سیسلوں کی طرف بچکانا شروع کر دیا۔ قطب خان اس کو جاتے ہوتے دیکھتا رہا۔ جب وہ نظر دی سے او جعل ہو گیا تو قطب خان نے اپنے دلوں ساکھیوں سے کہا۔“ آپ لوگوں نے اس کو

چھوڑ کر کچھ اچھا نہیں کیا۔ میں اُپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ افغانوں کو ایک جنگل سے تباہ کر کے ایک بار پھر رہا ہی فتح کی گزرا گا اور کو خطرے میں ڈال دے گا۔

حضرت کھلیم نے جواب دیا، "اگر وہ اسکے گاتروں کے چہرے کی شاخت کے لئے ہمیں قطب خان کا سماں لایں یا پہنچے گا۔" ملک سکندر نے قہقہہ مارتے ہوئے کہا، "بے شک، اپنے ادمیوں کو ملک قطب خان سے ہٹر کون بھیجنے گا۔" مغرب کے وقت اذان نے انسانوں کو بتلایا کہ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اس سب سے بڑی اور عظیم فات کے سامنے سمجھی نے اپنے اپنے مر جھکا دیتے۔ اور اپنے پنے حسب حال دعا میں لٹکنے لگے۔

۴۰

۴۱

۴۲

آشنا پرست ۳

جب سکندر تھفہ اور جسٹس کھکھرنے ہے مسلوں کے بچا فروز خان کو قیدار اور اس کے بیٹے۔ شاہین خان کو باقاعدہ جنگ میں قتل کر کے میر ہند پر قبضہ کر لیا تو دہلی کے بادشاہ محمد شاہ کو یہ خوش خبری بیخع دی گئی کہ شاہی افواز نے بادشاہ کے اقبال اور خدا کی مہربانی سے میر ہند میں افغانوں کی توت پاہ پارہ کر کے ملک مسلمان لوڈھا کو خاندان برا بادو آوارہ دھن گردیلے پے بادشاہ مارے خوشی کے اچھل پڑا اور سکندر تھفہ کو الفعام یعنی میر ہند کی حکومت بخش دی۔

بہ مسلوں لوڈھی تے جب ایک بیڑاڑی کی کھودہ میں یہ بڑی خبر سنی کہ اس کا بچا زاد ہمادر بھائی شاہین قتل کر دیا گیا اور میر ہند میں موجود افغانوں کو قیدریا منتشر کر دیا گیا ہے تو وہ بہت پریشان ہوا اس کوایکی تک میں معلوم ہو رکھا کہ اس کے بچا فروز خان کا کیا حشر ہوا۔ ہمشرق سے مغرب تک پھیلا ہوا سربرز دشادب کو ہستائی سلسلہ اس کا طیارا وادی بنا ہوا تھا اب اس کے پاس مخفی چند ہزار افغان رہ گئے تھے۔ وہ ان کی تعلہ بڑھانے کی فکر میں نہ تھا، لیکن اب اس اکارہ دھن مفتوج اور مفرور کے یاں نہ تو حکومت تھی اور نہ مال و نذر۔ اور اپنے اس پاس اکمیلوں کو زخم کرتے کے لئے حکومت اور مال و نہ کے افراطیے حد ہڑوری ہوئی پتے۔

اس کو پس پی اسلام خان مژوم کے بیٹے قطب خان پر حکومت غصہ تھا، جس کی وجہ سے وہ اور اس کے ہم قوم افغان یہ دورِ تکبیت دا فلاں دیکھ رہے تھے۔ دھماڑا کی دریں دعڑیں کھو دیں یہاں استقلیل کے منصوبے بتا رہا تھا۔ اس کے آدمی کھوہ کے باہر کو ہستائی سلسلوں میں نکد نکد تک پھیلے ہوتے تھے۔ اور ان کا کام یہ تھا کہ جس کسی کو بھی متجمس اور متاشی دیکھیں، ہم مسلوں لوڈھی کو فوراً اخراج دیں۔ یہ آدمیات نے متعدد اور بچکن تھے کہ مسلوں لوڈھی کو ان پر نظر نہ تھا۔

ہمسلوں کا اپنا کندہ بھی اسی کھوہ میں مردیوں نے تھا، ہمسلوں نے اپنے نمر بہر آفریدہ حمایتوں اور دشمنوں کو پتے اور گرد کھڑا کیا۔ اور جو چند صورتحال پر مشتمل طلب کرنے لگا، ہمسلوں نے ان سے کہا۔ اے یہے ہم فرمو! دہلی کی سلطنت کسی شخص یا خاندان کی میراث نہیں ہے۔ اگر تم لوگ پر اسکھ دعے تو ہم دعے کرتا ہوں کہ اس کے عین میں نہیں، ہندوستان کا مالک دھننا بنا دوں گا۔“

کسی افغان نے کھڑے ہو کر سوال کیا۔ “هم تیری کیا مدد کریں؟ اور اس کا کیا ثبوت ہے کہ اگر دہلی کی حکومت سمجھے مل گئی تو اس پر ہم خود حکومت نہیں کر سے گا۔ اور اس پر اپنی قوم افغان کو حکمران بنادے گا۔“

ہمسلوں نے جواب دیا۔ “تم سب مال دزد سے میری مدد کر دی کیونکہ فوج آتھی کرنے کے لئے مال دزد کا ہونا ضروری ہے۔ رہائی بات کہ میں دہلی کی حکومت حاصل کرنے کے بعد اپنے علاوہ کسی اور کو حکمران بنادوں گا۔ تو یہ تیری خام خیالی ہے اور خوش ہمی ہے، حکومت میں خدمکروں گا لیکن اس حکومت میں افغانوں کو سرشیک رکھا جائے گا۔“

کئی افغانوں نے ایک ساتھ اعلان۔ “ہم ہمسلوں کی مدد کریں گے اور اس کی فوج کے لئے مال دزد جیسا کریں گے۔“

ایک ہمدریدہ افغان نے کھڑے ہو کر وصہہ کرتے والوں کو من کیا۔ “لاریے نہ تم سب کو اندھا کر دیا گے۔ ہم سب سرجنہ میں اپنے خلائق نہ ہے تھے یعنی خدا برباد کرے اس ملک ہمسلوں کو جس نے دہلی کی حکومت کی طرح میں جو پاس تھا اس سے بھی کھو دیا۔ بھاڑ تو ہم سے اگر کوئی شخص ہلا گھوڑا چھینتا ہا ہے تو اس کے لئے ہم اپنی چاندے دیں گے مگر گھوڑا انہیں دیں گے۔ پھر یہ خوش فرم اور کم عقل ہمسلوں محمد شاہ سے دہلی کی حکومت کس طرح چھین لے گا۔“

ہمسلوں نے کھڑے ٹھکن کا بثوت دیا اور معتبر خصی غیر میریدہ افغان سے پوچھا۔

”بیبا! اگر ہم تیر کی بات ان لیں اور دہلی کی سلطنت کا خالیہ نہ دیکھیں تو زندہ رہنے کے کون سا سیاست اختیار کریں؟“

معیر افغان نے جواب دیا۔ ”تجارت۔ نیزدادا بھی تا بھری تھا۔“

ہمسلوں نے ہنس کر کہا۔ ”لیکن میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ میری قوم اگر تجارت بھی کرے گی تو اپنی حکومت میں، اس کی سربراہی سے کرے گی۔ بیبا! تو ہم سب نیادہ بڑھا ہو جکا ہے۔ تیرے جو شا اور ولسوں میں بھی تیری کھال دہلی کی طرح جھریاں بڑھ جکی ہیں۔ ہم بحوالوں کو پتے شایان شان کا ملوں میں لگاہنے دے۔“ پھر دسروں گوئی طلب کیا۔ ”میرے

بھا ایتھا ہیں یہ کہہ بھا حقا کہ تم جیر اس انتہا ہو، میں تھلا اس انتہا دلنا گا لئے مجھے جو کچھ ددھے گے،
میں اس سے کچھ گا زیادہ ہا پس کر دیں گا۔“

پھر ہٹے پھر عاختت کی؟ کہی گنازیادہ کی طبع میں جو باس ہے اسے بھی
گذا دے گے۔ تجارت کردی تجارت کر کے پس مال و نر میں اضافہ کر دی حکومت کی خواہش میں
ایقی اسلی پوشی بھی بساد کر دے گے۔“

بھسلوں نے بوٹھے کو سختی سے منع کیا۔ ”بابا! ایسا تو دماغ چل گیا پس تجارت
میں بھی گھاٹا ہو جاتا ہے۔“ بھی بھی تاجر بھی تبادہ ہنلتے کے چکر میں ایسی اصل بوچی سے
بھی بانٹھ دھو سیٹھے میں تو بدقیقی دقیقاً الوسی صریحی غلی بائول سے ہر سے جفا کش لور سلطنتوں
پر بخندیں پھینکنے والے لوز جوانوں اور جہادوں کو پیست حوصلہ نہ کر۔“ پھر پڑھتے سائیدوں
سے کہا۔ ”بیرے دوستو! جن کے پاؤں قبر میں لٹکے ہوتے ہیں میں ان سے تو حفاظت بھی
نمیں، میں تو میں یہ جھا ہتا ہوں کہ اب تک ہم سب جن نا ہلوں اور نا الائقوں کے دیدار
میں دست بست کھڑے ہوتے ہیں اُنہیں اب اس طرح سوداب اور درست بستہ ہمارے
در برد کھڑا ہونا یہ ہے گا۔“

کہی بیرونی شہزادی نے کھڑے بڑکر اعلان کر دیا۔ ”میں چاہیتے کہم ایسے
لور دھروں کو کابل پیچھے دیں کیونکہ دہان ان کا اپنی مقستان بڑی بے جدی سے ان کا انتظار
کر رہا ہے۔“

ایک نوجوان نیز گلے سے اخدا اور حاضرین کے سروں اور کانہ دھروں کو پھٹانگتا ہوا
غمزیرہ افغان کے پاس ہے۔ ہنچ کر اس کو سوچنگئے رکا۔ سر امنہ، پشت اور پیٹ جسم کے
کچھ حصتوں پر مراکش کھڑک گزندہ توڑے سے سانس کھینچتا رہا پھر اچانک اس بوٹھے کو
دلقوں شاخوں سے پکڑ کر اس کا پھرہ اپنے ردمبر کر لیا۔ اور پیشہ ہوتے ہوئے کہا۔ ”بابا! جنماء
جنم سے توکن اور کاغذ کی بُر آگ ہی ہے!“ پھر جس لول سے کہا۔ ملکہ بھسلوں! تو اپنا
کام کر۔ بھلام دھروں گاندہ دلایاں کیا کام۔ یہ تو قبری امانت ہے آت ہنس تو کل اس کے
حوالے کر دیا جاتے گی۔“

بھسلوں نے ملافت کر کے دلنوں کو الگ کر دیا اور کہا۔ ”بھا ایتھا اسی کوئی
بات نہ کر دی، میں سے ہم نفاق کے شکار ہو جاتیں۔ اس بزرگ کی سمجھی میں جو بیات آج
نہیں آرہی ہےں تک ضرور آ جاتے گی۔ ہم اس کی بات پر افسوس تو کر سکتے ہیں میکن مالوس
نہیں اور گے۔“

اب بوجھے کی حادثت میں بھی کئی افغان کھڑے ہو چکے تھے بوڑھا بھاگ کر ان میں جاکھڑا اور ادا علان کیا۔ یہ مرے ہم قبیلہ افغانوں! ادھر ہیرے پاس آ جاؤ۔ ہم سب دہلی چل کے قطب خان کے پاس مہیں گے: آن سے قطب خان ہملا سارے دار ہے۔ یہ بھلی توینا رہا ہے، ایک دہلی اس لئے چہ نہچتا چاہتا ہے کہ دہلی اس کی محبوبہ ساری بیویتے زبا اس کا انتظار کر رہی ہے اور ایک دیلوٹ سے اس کو تیرہ سوتھوں کے عرض دہلی کی حکومت دے رکھی ہے، یہ خود تو وہ دبے گا ہی مگر اپنے ساتھ اپنی قوم کو بھی برباد کر دے گا۔"

کئی دسمبر بوجھوں نے بھی اس کا ماتھ دیا۔ یہ مختلف قبیلوں کے بوڑھے تھے ان سپھول نے اپنے اپنے ہم قبیلہ لوگوں کو ہملاوں سے الگ کر لیا۔ ہم سالوں نے گھیل بگڑتے رکھا تو یہ بیشان ہو گیا۔ اس نے یہ سے پر عزم پہنچنے میں کہا۔ یہ مرے افغان بچا کو اگر تم سب میرا ساتھ چھوڑ ددگے تو میں اپنا کام پھر بھی جاری رکھوں گا۔ دہلی سلطنت کی شاندار عمارت اپنے دریگ تھوڑے متلوں پر اب ہزیر کھڑی نہیں رہ سکتی۔ اس عمارت کو افغان متلوں درکار ہیں۔ اور میں نے تم تھیم کر لیا ہے کہ میں اپنی قوم کو متلوں میں کاراں عمارت کو اپنی تحویل میں نے لوں گا۔ میرا اس عمارت کے ساتھ میں دھن افغان بھائی بھی بیٹھ سکیں گے، ہر آج بھوپے نلا حق ہو کر اگلے ہوئے جا رہے ہیں۔ یہ رک نلا حق بزرگ اور بھائی مجھے یہ دھمکیاں دے رہے ہیں کہ وہ یہرے مقابلے میں قطب خان کو اپنا سارہ اور مایلیں گے میکن میں ان سے یہ نہچتا ہوں کہ قطب خان سردار گھاں رہیا ہو۔ مدد اور نہیں غدار ہے جو دہلی کی فوجیں پیش افغان بھائیوں پر پڑھا لیا اور ہمیں بے گھر بے دد اور بے نشان کر دیا۔"

پر مشتمل نہ جوانوں نے نلا حق بوجھوں اور ان کے حادثی ہم قبیلہ لوگوں پر حمل کر دیا اور مار پیٹ مژوڑ ہو گئی۔ ہم سلوں اور اس کے ساتھیوں نے یعنی بچا دکھلتے کی کوشش کی۔ مرحوم اسلام خان کی بیٹی اور ہم سلوں کی میوی عورتوں میں سے نکل رہ مددوں میں آگئی اور بھائیوں کو جھکڑنے والوں کو مخاطب کیا۔ "بھائیوں! دیکھو! ہم اسلام خان کی بیٹی اور قطب خان کی بھائیوں نے سامنے کھڑی ہوں۔ دہلی پر۔۔۔ افغان حکومت کریں یہ عرف ہیرے سوہنہ ہم سلوں ای کی خواہش نہیں ہے، یہ یہرے مرحوم باپ اسلام خان کی بھی سب سے بڑی تمنا تھی اس تے اپنے بھائیوں ہم سلوں میں جب اپنے ہی جیسا حوصلہ اور اپنی ہی جیسی خواہش دکھلی تو اس سے یہری مٹادی کردی

اور اپنا جانشیں قرار دیا۔ خدا کے لئے یا ہمیں جنگ وحدت سے باز تکماد اور میرے شوہر مسلم
کا ساتھ دے کر سلطنتِ دہلی پر قبضہ کرلو۔ میرا بھائی قطب خان مسروار نہیں غدار ہے۔ اگر
تمنے اس کو اپنا سردار بنا لایا تو میں تمہیں بھی غدار ہی سمجھوں گی۔“

لئے ہیں چند دیوبان افغان بھاگتے ہوتے کہ اور سب کو مطلع کیا۔ بھائی تو
ہوشیار، ہم نے اپنی پہاڑیوں میں ہست سارے گھوڑوں کے سر پٹ دوڑتے کے
آغاز میں سفی ہیں۔ شاید دہلی کی تعاقب کرنے والی فوجیں ہماری تلاش یہیں ہیں تاک
چہرے چکی ہیں؟“

ہمسالوں نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا۔ جو افغان آپس میں برس پہنچا رہیں
انہیں ہمیں چھوڑ ددا، جو میرے ساتھ ہیں میرے ساتھ رہیں۔ یہ اپنے دشمنوں کا مقابلہ
کر دیں گے۔“

اپس میں گھنائم گھٹا افغان نرم پڑتے ہیں۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے لڑائی بند ہو گئی۔
ہمسالوں نے اپنی یہوی کو عورتوں میں بھیج دیا۔ اور خود ایک جمیعت کے
ساتھ مقالبے کے لئے چل پڑا۔ اب گھنٹوں کی ٹالپوں کی آواز ہمسالوں بھی سن سکتا
ہے۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔“ سواروں کی تعداد زیادہ نہیں ہے اس لئے یہ ہمارے
ڈھونٹ نہیں ہو سکتے۔“

ہمسالوں اپنے ساتھیوں کو کے کر ایک تنگ درے کے منہ پر بیٹھ گیا۔ اس
نے اپنے ساتھیوں کو پہلیت کر دی کہ آنے والوں پر اس وقت تک حملہ کیا جائے جب
تک تر ان کے پارے میں یہ لیکن رہا ہو جاتے کہ وہ سلطنتِ دہلی کے آدمی ہیں۔

دوسرے میں داخل ہوتے اہرے آنے والوں کے گھوڑوں کی رفتار سست پڑ گئی
تھی۔ ٹالوں کی آڑ سے ہمسالوں نے بیس چھین سالوں کو اہمیاتی یا اس اور افسردگی کے
عالم میں آتے ہوئے دیکھا۔ سب سے اگرے جو شخص بخدا وہ ایک چھوٹی سی کھڑکی اپنے
اگرے سکھ اپنے چڑے کو بڑے روپ میں چھپیتے گھوڑے کو دیکھی چال میں بھگا کر
نکا۔ ان سواروں کے لباس اور دفعہ قطع یہ افغانیت محسوس ہو رہی تھی۔ ہمسالوں
اپنے ساتھیوں کو کرایکا دم نمودار ہو کر چیخا۔“ جنگ وار جو گے بڑھتے ہیں اُنک جاؤ
تم کون ہو۔؟“

آنے والوں نے اپنی اپنی تلواریں نیام سے باہر کر لیں اور ہم لوں کی طرف حرکت
یکن ان کے مردار نے پانچ کے شاہی سے انہیں منع کیا کہ حملہ نہ کیا جاتے۔ اس کے

بعد وہ گھوڑا بچکانا ہوا ہم سلوں کے پاس ہیچنگ گیا اور اپنے گھوڑے کو اس کے مقابلہ نہ کر لے۔ تو ہم سے یوچھتا ہے کہ ہم کون ہیں؟ "اس کے بعد اس نے اپنے چہرے سے روپاں کھینچ کر ہوا ہم بھرا دیا۔ دیکھ اور ہمچوں کہ میں کون ہوں؟"

ہم سلوں کے حرم سے یجھنے سی نکل گئی۔ "چھا فیروز آپ!"
اس نے بھرائی آواز میں جواب دیا۔ "ہا! یہ میں یہاں پر اچھا فیروز ہوں۔" پھر اپنے ساتھیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوتے ہیں۔ اور یہ یہرے ساتھی سب تھے میں کھالی بننے ہیں۔"

ہم سلوں نے حسوس کیا، چھا فیروز کی آواز لگے میں پھنس رہی ہے برلچھا۔ عَمْ مُحَمَّد: پُرِّھ بایتِ آخر بات کیا ہے؟ رہی یہ بات کہ آپ کو شکست ہو گئی تو زندگا ہوں میں ہمیشہ سے یہی ہوتا چلا آیا ہے کہ ایک جنتیلے تو دوسرا بار جاتا ہے، اس میں دل برداشت ہوتے کی کیا بات ہے؟"

فیروز نے پرلچھا۔ "ادبِ ہمارا ہیں؟"
ہم سلوں نے جواب دیا۔ "ہمیں، گوہستانی سلوں میں روپوش ہیں۔"
فیروز نے کہا۔ "پھر وہ اپنے لوگوں میں چل، مجھے اپنوں سے کچھ شکایتیں کرنا ہیں؟"

ہم سلوں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ چھا فیروز کے اور ان کے ہمراہ ہمیں کوئی لئے ہوتے پڑاں افغانوں میں واپس گیا، دیاں ہر کوئی رُولپوش ہو چکا تھا، ہم سلوں نے باہر بلند آنہنیں مطلع کیا۔ "یہرے ہم قوم لوگوں! باہر اجادہ چھا فیروز اپنے ساتھیوں کو لے کر ہم میں واپس آگئے ہیں!"

ہم سلوں کی آواز چٹانوں سے مگر اگر واپس آگئی اور اس کے ساتھ ہی یہ ہماری کھوہ چٹانوں اور پھر وہ کی آرٹ سے افغان مردار ٹورنیں منوار ہوتے تھیں لیکن پھر وہ کواب بھی رُولپوش کا رکھا گیا۔ افغانوں نے فیروزدار اس کے ساتھیوں کی آمدی خوشی میں ناچنا شکر کتا مشروع کر دیا۔

ہم سلوں نے دیکھا، چھا فیروز کے باندھ میں جو روٹائی تھی، اب وہ ان کے بینے سے مگی ہوئی تھی۔ فیروز آہستہ آہستہ چلتا ہوا، ایک چھماڑی چٹان سے لگ کر کھڑا ہو گیا، اب اس کی پشت چٹان سے میکھی تھی اور اس کا ہمنہ اپنے افغان بھائیوں کی طرف تھا، اس نے ہم سلوں کو آواز دی۔ "ہم سلوں! اپنی بیوی اور اس کے بھائیوں

کوئے کمریہ سے پاس آجائے
بہسلوں نے چل کر حکم کی تفصیل کی اور اپنی بیوی اور سالوں کوئے کران کے
پاس چلا گیا۔

اسی وقت ہزاروں افغان فرزند کو پشت گھیرے میں لئے ہوتے تھے، ان میں
دہلوی صادران کے جانی سب سے آگے بخوبی کچھ دیر پہلے بہسلوں سے ناماض
ہو کر درست یہ گرمیاں ہو گئے تھے، انہیں یہ فرزند اوس کے ساتھیوں کی لہر سے یہ ایک
پیدا ہو گئی تھی کہ شاید اب انگاری کی مرداری بہسلوں کے ہاتھ سے نکل کر اسلام خان
مرحوم کے بھائی فیروز خان کے باھنوں میں چلی جاتے گی۔ اُنکے پیروں سے خوشی اور
بہسلوں کے حق میں طنز داستہ زانی کی غیبت ہو گیا۔

فرزند نے پشت افغان بھائیوں سے کہا۔ "میرے بزرگو اور دوستوں مجھے یہ بتاؤ
کہ میں نے اپنے بھتیجیوں اور بھتیجیوں کو کچھی کوئی تکلیف یہ نہیں ہے"
بہت سی آوازوں میں بہسلوں کی آواز سب سے نیاں نہیں، اس نے
کہا۔ "نمیں ایس کا گواہ ہوں کہ آپ کی ذات سے ہمیں کچھی کوئی تکلیف نہیں ہے"
فیروز خان نے رقت نہہ آوازیں کہا۔ "بچھر یہ بھرے بھائی اسلام خان
مرحوم کے بیٹے قطب خان نے ہمارے ساتھ ایسا اسلوک کیوں کیا ہے، ہمارے شہنشاہ
سے مل کر ہم پر فوج پڑھالیا اور میرے کیلئے کچھلئی اور دل کو مسل کر پھیک دیا، میں اپنی
بھتیجی اور بہسلوں کی بیوی سے یہ پوچھتا ہوں کہ اس کے بھائی قطب خان نے میرے
ساتھیہ تیادی گیوں کی ہے"

بہسلوں نے لبپی بیوی کو سوالی نظر دیا سے دیکھتے ہوئے چھا فیروز خان
سے بوجھا۔ کیا میں ہم محترم سے ان کے اس اجمانی سوال کی تفصیل مغلوم کر
سکتا ہوں؟"

فرزند خان نے اپنے سینے سے لگی ہوئی پتوں تھی کو پکپاتے مرتبے باھنوں سے
کھول کر اپنے بیٹے شاہین خان کا سامنہ سبکے سامنے رکھ دیا اور کہا۔ "یہ میرے بیٹے
شاہین خان کا مرتبہ جو قطب خان کی نذر ای کی نذر ہو گیا ہے"
اس سے تیادہ دہ اور کچھ نہ کہہ سکا، آنکھوں سے آنسو جملی ای ہو گئے اور
ہونٹ پکپاتے گے، دلوں ایکھیں بند ہو چکی تھیں اور ان سے نذر وہی طوف ان کا
اندازہ لگانا مشکل ہو گیا تھا۔

افغانوں نے ایک دوسرے کو دھکیل کر اور اپنے آگے کھڑے ہوتے افغان
بجا ہتوں کے کامہ صور پر مسے جھانک جھانک کر شاہین خان کے سفر کا مشاہدہ کیا اور
ایسے دلوں، بروجھٹ لگتی محروس کی ہے۔ سلوں اور اس کی یہ وکی کے دل زیادہ تم تزدھتے
فیروزخان نے کسی سوال کے بغیر خود ہی ساری تفصیل بتا دی اور کہا۔ میں تمہیں یہ مدد پر
بھی نہ سکتا تھا کہ میرا بنا خون اور نہرے سب سے زیادہ لائق مر جوں بجانی اسلام خان
کا فرزند ایسی حرکت کرے گا۔

لیکن قطب خان کی ہے، جو سلوں کی یہوی اپنے بھائی کے کرڈتوں پر
ذرا بھی نہ سترانی اس نے شیری کی طرح گرفت کر کہا۔ ”عُمِّ محترم اور میرے افغان بزرگوار
بجا ہتوں؛ ذرا پچھے بٹانا اک کل قیامت بے دن ہیں ایسے پتے اعمال کا حساب دینا ہے یا
دوسروں کے اعمال کا بھی ایسی جواب دہ ہونا پڑتے گا؟“

ہے سلوں نے جواب دیا۔ ”میری یہوی کے سوال کا جواب ہے کہ ہمیں ہرنے کے
بعد اپنے اعمال کا جواب دینا پڑتے گا، دوسروں کے اچھے بڑے اعمال نہ ہیں لفڑا
پہنچا سکتے ہیں نہ نفع۔“

ہے سلوں کی یہوی نے کہا۔ ”پھر میرے بھائی، قطب خان کی شماریوں کا ذمہ دلانے
اگر کیوں ٹھہر لیا جاتے؟ اس پر ایس کیوں سترہنڑہ کیا جاتے؟ میں اپنے بھائی کے گناہوں
کا لرجھ آٹھا نے کو تیار نہیں۔“

ہے سلوں نے ضبط لابد پہنچے ہیں کہا۔ ”میری یہوی نے جو کچھ کہا، اس میں
یاں رابر بھی تھوڑے نہیں۔ اب میں اپنے ان بزرگوں اور آن کے حادثی انتلوں سے
یہ پوچھوں گا کہ کیا تم لوگ اب بھی میرے بلدرِ شبی اور غدار قطب خان کے پاس
چانا چاہو گے؟“

ہے سلوں نے اپنے ساقیوں کو اپنے قریب بیلا بیا اور ایک یار پھر اپنا سوال
پھرایا۔ ”افغان بجا ہتوں! میرے چند بزرگ اور آن کے حادثی ابھی ذمہ دار پہلے ہم ہیں
انتشار پھیلامے کئے اُپ بتائیں گیا ہیں انہیں ہم اپنے پاس بنوالوں یا اپنے پاس
سے جدا کر دوں؟“

دہ بزرگ لوگوں کو دھکیلتا ہوا فیروزخان کے پاس پہنچ گیا، جس کو تھوڑی
دیر پہلے طنز و مناق کا نشانہ بتایا گیا تھا۔ اس نے فیروزخان سے کہا۔ ”فیروزخان!
میں اور میرے ساتھی ہے سلوں کی سرداری کے یار ہو چکے ہیں اب تم ہم میں اچھے ہو۔“

اس لیئے تم اسی سرداری کا جواہری گردن میں ڈال لو اسی طرح ہم میں اتحاد اور تفاہ برقرار
سے بے گا، درست ہم ان گنت فکر دیلوں میں بٹ جائیں گے:

فخر نخان تے آن کو جھر دک دیا۔ یہ تم لوگ کیا بکھر بے ہو ہ مر جوں سچان
اسلام خان نے ہ مسلول کو امیر نامزد کر دیا تھا۔ اسی لئے یہ ہمارا ذمہ ہے کہ اسلام خان
کے حکم کی تعیین کرنی یا

ہ مسلول نے یہ اڑی سے کہا۔ "افغان بھا تو! میں اسلام خان کا بھتیجا اور
داماد ہوں، مجھے ہم سے منصب کی کوئی پرواہ نہیں، میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ ہم
میں اختلاف اور تفاہ کا پلودا ہمیں پلتا چاہیتے اگر میری سرداری سے بیری قوم کو نقصان
بچنے کا احتمال ہے تو میں سرداری سے دستبردار ہونے کو تیار ہوں!"
بہت صارے افغانوں نے بیک آواز کہا۔ "ہ مسلول! تجھے اسلام خان
نے اپنا جانشین نامزد کر دیا تھا! اس لیے تو اپنی مرضی سے یہ منصب نہیں چھوڑ
سکتا۔"

ہ مسلول نے گلوگرفتہ آداز بیں کہا۔ "سرداری کا تنوں کا انتاج ہے۔ جب یہ
کسی کے سر پر رکھا جاتا ہے تو وہ زندگی پھر در دسری میں مبتلا رہتا ہے ایمرے
افغان بھا تو! میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ اگر تم تے ہمارا ساتھ دے دیا تو میں اسی
کے عوقن نہیں ہندوستان کے تخت دنایا کام لکھ بنا دوں گا۔"
میں القوں کو سانپ سوٹھ گیا وہ لا جواب پوکر چیپ ہو گئے۔

ہ مسلول نے شاہیں کا مرد دلوں ہاتھوں میں لئے کر بڑے غور سے دیکھنا
پڑ دیا، پھر کئے ہوتے سر سے بائیکی کرنے لگا۔ شاہیں میرے بھائی میرے دوست!
تو نے ہمادی بیٹا اپنانام بخشن کر دیا۔ دشمنوں نے بیری تعریف کر دی۔ تو ہم میں موجود
نہیں لیکن یہ راستان دار چرچا ہم میں ہی پیشہ موجود رہے گا۔"

چچا فخر نے کہا۔ "میرے افغان بھا تو! میں تے سکندر تھم اور جسر تھکم
سے صاف صاف کہ دیا تھا کہ اس جنگ میں ہ مسلول نہیں بخوا مگر جب وہ اس تباہ کا
کی داستان کو لوگوں سے سنتے گا تو اپنا امر پیش کر دے جائے گا اور نا ممکن ہے جو وہ اس کا
پدرہ رہے۔" پھر ہ مسلول سے کہا۔ "ہ مسلول! اب یہ تیرا کام ہے کہ تو میرے قول کی
سچائی میرے دشمنوں پر ثابت کر دے!"

ہ مسلول نے جواب دیا۔ "غمِ محروم! شاہیں کا بدلہ ہزور یا جلتے گا اور دہلی

کی حکومت کو ہیئت کے لیے ستر دکر دیا جاتے گا۔ یہن محمد شاہ کی حکومت کو نہیں مانتا۔ یہیں مال دندر دکار پے، تم سب بیرے لیے مال دزر قراہم کرو، یہن اس کے عرض تھیں پندوستان کی حکومت دوں گا۔“

افغان ہر سلوں کے تغیرے سے اتنے متاثر ہوتے کہ ان کے پاس جو کچھ بھی نقا بعدر و کمزیر سلوں کے قدموں میں ڈلنے لگے۔ عورتوں نے اپنے نیلورات تک اس کے حوالے کر دیے تیکن افغانوں میں دہ چھوٹی ٹسی انکڑی بھوجپور بندگوں اور ان کے حمایتیوں پر مشتمل تھی اور جس کے دل میں ہر سلوں کی میں البت اور قطب خان کی سرواری کا نشر چاہیا اور انہا اب بھی سب سے اگ بھلگ تھی، دہ اپنے سامان کو یاد رکھتے گے۔ جب ہر سلوں کو یہ سب بتایا گیا تو اس نے جواب دیا۔ ”یہ آنہمیں نہ سمجھا اؤں گا انہوں کا یہ رکھ کر یہ اپنے بھائی سبندیں آج ہمیں توکل انہیں حقیقت داشع ہو جاتے گی کہ یہ ان کا درشمن خمیں دوست ہوں۔“

لیکن فیر ذرخان لال بھی ہو گا ہو گیا اور اپنے بیس پچیس سائیکلوں کو لے کر ان کے سامنے چاکھڑا ہوا۔ یعنی پڑھتا ہوں کہ تم لوگوں نے کیا فیصلہ کیا ہے؟ ایک بزرگ افغان نے فیر ذرخان کو غصے کی نظر والے دیکھ کر سوال کیا۔ تو کیا تم لوگ بیہادر است مرد کئے آتے ہوئے؟

فیروزخان نے جواب دیا۔ ابھی تک توہین نے یہ نہیں سوچا تھا۔ لیکن اگر فرمادت پڑھی توہین افسوس ناک فرضی بھی اس خجام دیتا پڑھے گا۔ فی الحال توہین یہ جانتا چاہتا ہوں کہ تم لوگ جاہماں رہ پئے ہو ۔

بزرگ افغان نے جواب دیا۔ ہم سب نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ملک گیری کی
ہوں دلوں سے نکال دیں اور پس آئی پیشے تجارت سے دوپادھ ناد جوڑ لیں۔ پھر
اٹھائی سخوف ناک لب دلپیچھے میں کھما۔ رہیا یہ بات کہ نہیں میرا استبردک لوگ تو اس
خیالِ خام کو اپنے دل سے نکال دد؛ راستہ رومکتے والوں کو میں اس طرح اپنی راہ سے
ہٹا دوں گا جس طرح قافلے اپنی راہ کے یقہدوں اور خلکوں کو ہٹا دیا گھرتے ہیں۔“

فیز فرخان غصہ میں کاپنے لگا۔ ڈیس تیری بات ہمیں مان سکتا تھا تو لوگ اپنے آیا پیشے حجارت کو اپنلے ہمیں جا رہے تھے۔ تم سب قطب خان کے یا اس جا رہے ہوئیکن ہمیں دہاں ہمیں جلتے دھدک لگا۔ ایک قطب خان نے توبہ سمڑھلیا کہ ہمارا قتل عام کر دیا، میرے بیٹے شاہین کا سر اتر وادیا۔ اب اگر تم لوگ بھی اس

کے پاس ہیجئے کئے تو ہمیں معلوم نہیں، یعنی بربادیوں اور تباہیوں سے دوچار ہوتا ہے۔

بزرگ افغان کی طرف سے اس کا ایک حایاتی پر جوش نوجوان افغان قیروزخان کے سامنے میمنہ تان کر کھڑا آگئیا۔ بولا۔ فیروزخان انہیں سے بات کر۔ ہالہاں میں قطب خان کے پاس چاہ رہا ہوں لا اکر روک سکے تو رد کے۔

اس کشیری کا علم دوسرا دن کو بھی ہو گیا، کسی نے یہ بھرہ مسلول کو بھی پہنچا دی کہ افغانوں کے دو گھنٹے ایک دوسرے کے مقابل تلواری تانے کھڑے ہیں اور آپس میں ایک بڑے خون خلیے کا آغاز ہونے والا ہے۔ مسلول بھالا، ہواں کے پاس پہنچا اور دو دن فرقوں کے درمیان کھڑا ہو گیا۔ اس نے پہنچ پہنچا کیا غم عمر! اگر مجھے لوگ تم سے منقذ نہیں ہیں تو انہیں ان کے حال اور صرفی پر جھوٹ دیا جائے اگر انہیں جبراً پناہ خیال بنا بھی لیا جائے تو اس سے کسی فائدے کے بچائے نقصان پہنچ جانے کا احتمال رہے گا۔ پھر اپنے مخالف گروہ کو سمیحیا۔ افغان بھائیوں میں تھے ایک ہی دخواست کروں گا۔ اگر تم لوگ ہمارا ساخت نہیں دے سکتے تو ہم امید ہے کہ نقصان بھی نہیں پہنچا دے گے۔

دوسری طرف سے کوئی مجبوب نہیں ملا۔ مسلول اپنے چپا کوئے کر داپس چلا گیا۔

شاہین کے سرکوئہ ہمایت نہرت و احترام سے پہاڑی پھر دنیا گیا۔ افغانوں نے اس فرم میانے مکمل جوش و خودش کا مظاہرہ کیا اور مسلول نے اس جگہ کھڑے ہو کر بڑی مقت سے اعلان کیا۔ شاہین خان! ہیں سمجھے سے عہد کرتا ہوں کہ یہ سر کے عوق تیرے دشمنوں کے لاتعداد مران کے جسموں سے چڑا کر دیے جائیں گے اور وہ سر جنہوں نے بادشاہ کو اس جنگ کا مشکورہ دیا تھا، بادشاہ ہی کے حکم سے قلم کا دیے جائیں گے!

مسلول نے اپنے پرچم تلے دس بارہ ہزار آکی جمع کر لیے۔ اب اس نے یہ فیصلہ کر دیا تھا کہ وہ اس نظر کی مرد سے سرہنڈ اور اس کے آس پاس کا علاقہ زبردستی چھین لے گا۔ وہ چھماٹوں کے اندر سے خونخوار شیر کی طرح نکوڈا رہوا، اب

اس کے شکر میں ہر قسم کے لوگ تھے، ہم سلوں نے قسم کھانی تھی کہ اب اس کا مرنا جینا اپنے افغان بھائیوں کے ساتھ ہو گا۔

دہ چمپہ مالاڑوں کے اندر سے نکل کر میر لفی علاقے میں داخل ہوا تو چاروں طرف کھیت اور کھیت اہملاٹے دکھانی دیے، ہم سلوں نے ازرا و مذاق کہل دیئے سارے کھیت ہمارے ہی ہیں اب دہ دن دُور نہیں جب میں سندھستان کے تار و تختت کو پہنچنے پڑے میں لے چکا ہوں گا۔"

جنوب کی میرانی آیا ہیوں سے جب دہ گزرا تو وہ افغانوں کے ٹھاٹ باث درکھ کر سہم گئیں، انہوں نے اپنے دروازے اندر سے بند کر لیے اور چھتوں دیوار پر اور درختوں پر سے پر تماشادی کیجھنے لگے، افغانوں کی پچھانی تلواریں، یتربوں سے بھرے پشت پر بڑے ترکشوں اور گماں کا منظر قابل دید تھا، ہم سلوں کے آدمی بستیوں اور آپا ہیوں میں بلکہ باہم بھیت پھر جے تھے، اس یعنی میں جو افغان بھی آپا ہم سلوں کو ام میں آستا ہے۔"

دہ سر ہندویں بڑی آسانی سے داخل ہو گیا، سکندر سخنتر معمولی سے مقابلے کے بعد پیمانی اختیار کر لیا اور سر ہندوی ہم سلوں کا مقابلہ ددبارہ ہو چکا تھا، جب بیرون دہلی پہنچنے تو دہلی کرم برمیا ہو گیا اور بادشاہ لپتے داش مندوں کو جمع کر کے منصوبے بنانے لگا، ان میں حسام خان نامی امیر نے بادشاہ کو دو دلار ک مشورہ دیا کہ ہم سلوں کا فتنہ ابھی زیادہ طاقت نہیں پکڑ سکتا ہے اس لئے اگر آپ اس فتنے کو ہیں کچل دیں گے تو آئندہ دوسرے کی بہت بھی نہیں پڑے گی۔

بادشاہ نے حسام خان کو حکم دیا، "تب پھر یہ مام آپ بھی کے سپرد کرتے ہیں"۔

حسام خان نے تین بار ڈنڈروت کی اور بادشاہ کو سلام کر کے واپس چلا گیا اب دہ ہم سلوں سے مقابلے کی بیاری کر رہا تھا، دہ سری طرف ہم سلوں کی یہ کوشش تھی کہ یہ مقابلہ سر ہند سے دعوہ دہلی کے مقابلات میں سے کسی جگہ ہوا ہم سلوں پر رد علی الصباح آفہ کر سپا ہیوں کو سست اور قواعد کرنا تارہندا اس نے سر ہند کے آس پاس کی پڑاگاہوں میں لگایا ہوں اور چردا ہیوں کو چھوڑ رکھا تھا کہ جیسے ہی کوئی تی بات نظر آئے دہ ہم سلوں کو اس سے آگاہ نہیں۔

کئی ہفتون بند اس کے آدمیوں نے تبر دی کہ چند نفری شکر میں منکرات

کتے ہوئے دیکھا گیا۔ ہمسلوں ایک دستے کو لے کر چند نظری شکر کی تلاش میں نصیل گیا۔ دفعہ ہر کروائیں نے ان لوگوں کو ایک پاسے میں پکڑ لیا۔ ہمسلوں کو یہ دیکھ کر حیرت بھی ہوئی اور نصیل بھی کہ یہ لوگ قطب خان اور اُس کے ساتھی تھے۔ ہمسلوں یہ جاتے کے لیے بے چین تھا کہ قطب خان پر اگزدہ اور بے سر و سامانی تھی حالت میں کیوں آیا ہے وہ قطب خان کو غدار سمجھتا تھا۔

قطب خان نے ہمسلوں کو دیکھ کر چنان تو یا یک نظری ہمیں ملایتی ہوئے۔ شرمندہ تھا اور نظریں ملتے ہوئے چیکی ارہا تھا۔ ہمسلوں کے صاحبی بھی اپنے سردار کے بیٹے کو چیان پکھ کر تھے اور ہمسلوں کے ہمکے منتظر تھے۔ ہمسلوں نے قطب خان سے پلچھا۔ ”قطب خان! اکیا بات ہے۔ ہمارا تو گیا لیسنے آیا ہے؟“

قطب خان نے جواب دیا۔ ”بھائی! ہمسلوں! اب میں تیری سرداری کو تمہرے دل سے قبول کرتا ہوں!“

”ہمسلوں ہمکا بکار رہ گیا بلکہ چھا۔ لیعنی تم میری تیادت تسلیم کرتے ہو؟“
قطب خان نے جواب دیا۔ ”ہاں بڑ کچھ ہوا ہے۔ اس پر بے حد شرمندہ اُول اور میں نے جو کچھ کیا اُس کی معافی چاہتا ہوں!“
”ہمسلوں نے کہا۔“ ہمارے بھائی فرزخان کا شیر دل بیٹاشاہیں خان تھاری غدری کی بھیت پڑھ گیا اور تم شرمندہ ہونے اور معافی مانگنے پلے آئے، کم از کم میری مسجد میں توکوئی بات آئیں رہی۔“

قطب خان نے نظری ملتے بغیر جواب دیا۔ ”بھائی! ہمسلوں! میرے حمد نے خوار کر دیا، معلوم ہمیں گیوں میں تیری سرداری سے خوش ہمیں تھا، جیکہ تو نے خود سے سرداری کا اعلان ہمیں یہ تھا یہرے باپ نے تجھے سردار مقرر کیا تھا۔ میں نے تاذانی اور ہم اسالت میں تیری سرداری کو مانخے سے انکار کر دیا اور خود سردار بننے کی خواہیں میں دہلی کے بادشاہ کے پاس چلا گیا۔ بادشاہ نے میری خواہش پر میرے خلاف شکر کشی کی اور سرہندر سے بے دخل کر دیا۔ پیراخیال تھا، سرہندر کی حکومت میرے حوالے کر دی جاتے گی لیکن وہ سکندر تھفہ کو دے دی گئی۔ میں بادشاہ کی افواح میں بے نبان قیدی کی طرح تھا، میں بادشاہ سے یہ بھی ہمیں کہہ سکا کہ سرہندر کی حکومت میرے حق ہے۔“

ہے سلوں نے کہا؟ بھائی قطب خان ایرے اپنی اپنی سمجھ کا پھیر ہے۔ میں تمہارا بھائی اور تم میری بڑی کے بھائی بھائی ہو، اذ اسوجہ تو ہیں تم پر کس طرح حکومت کرتا۔ میں نے کہیں پڑھا ہے کہ منگولوں کے بوڑھے اپنے پھرمنے والوں سے کہا تھے لئے کہ جو تیر کان سے نکل گیا وہ اونچی اونچی گھاس میں کہیں گم آ جاتے کا بھائی قطب خان اگر تم بھی اپنے پیارے افغان بھائیوں سے پھر ٹکٹے تو کان سے نکلے تیر کی طرح السالوں کے جنکل میں کہیں گم ہو جاؤ گے؟

قطب خان نے ندامت سے جواب دیا۔ بے شک میں نے جو کچھ کیا اسکے پر بے حد شرم رہ ہوں؟

ہے سلوں نے پوچھا۔ اب کیا ارادے ہیں ڈی؟

قطب خان نے اپنے ساختیوں کی طرف دیکھ کر جواب دیا۔ اب میرا کوئی ارادہ نہیں، میں تیرے ارادوں کا تابع ہو گیا ہوں، میں اور میرے ساختی اب تیری تابعیاتی کریں گے؟

ہے سلوں نے قطب خان کا باختہ پکڑ کر آتھا لیا اور سنتے سے نکلا ہوا الجلا۔ بھائی قطب خان! میری یہ بیات ہمیشہ یاد رکھنا کہ اگر میں اس نک کا بادشاہ بھی بن گیا تو بھی تم لوگ میرے تابعیاتی کریں گے، میں کہا دے گے، تم لوگ میرے دست میا زد ہو گے تم تو میرے بھائی ہو، میں افغان قوم کے سعی معنوی فرد کو بھی اپنے سے کم نہیں سمجھتا۔

قطب خان ہے سلوں کے سینے سے لگ کر پھرٹ پھرٹ کر دنے لگا۔ اس کی اچکیاں بندھ گئیں، ہے سلوں اس کی پشت پر کھصی تو باتھ پھیرتا اور بھی پھیپھانے لگتا۔ وہ قطب خان کو ہر طریقہ سلیمانی میں رہا تھا۔ پھر دلوں آئتے سامنے بیٹھ گئے۔ دلوں کے ساختیوں نے صحیح گھل مل کر باتیں شروع کر دیں۔

ان دلوں نے بڑی دیر نک جلنے کیا کیا باتیں کروالیں، ماٹھی کی خوشگوار یادیں تازہ گئیں اور مستقبل کے شاندار امکانات پر قیاس آنایاں ہوئیں۔ لیکن اس دیدمان قطب خان ذرا سی دیر کے لئے بھی یہ نہیں بھلا سکا کہ اس نے دہلی دیوار سے مل کر اپنے بھائیوں پر جو حمل کیا ہے اس کو کس طرح بخلا یا جاتے؟ ہے سلوں نے قطب خان کی پشت پر ایک نور دار ہائخ ریسہ کیا اور

تھمہ نگاتے ہوتے کہا۔ ”بھائی قطب خان! جو کچھ ہوگیا۔ اس پر زیادہ افسوس کرنے کی ضرورت نہیں لیونگا اس سے حاصل کیا ہوگا؟ کچھ بھی نہیں، پھر افسوس کرنے کا فائدہ“ ۱۵

قطب خان نے کہا۔ ”ہسلول! میں سب سے زیادہ اپنے چھاپر ورخان سے شرمند ہوں، ان کے سامنے جانے کی ہمت نہیں پڑ رہی، اس لیے میں اس بارے میں لوگ گیا تھا۔“
ہسلول نے رسمیہ و آفاز میں کہا۔ ”پاں یہ بات تو ہے مگر غلطیاں انسان ہی سے ہوتی ہیں۔“

قطب خان ایک دم خاؤش ہو گیا اور بھر کھم در سوچتا ہوا۔ ہسلول نے کہا۔
ہوتے ہوتے قطب خان کا باند پکڑ کر آٹھلئے کی لوگوں کی اور کہا۔ ”بھائی قطب خان! میں انہوں اور چلہ زیادہ تحریر ہونے کی ضرورت نہیں۔“

قطب خان نے کھڑے ہوتے ہوتے جواب دیا۔ ”ہسلول! میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ تو یہ دو لاٹ پانچ بانہ ہو گے اور میری پنکھے میں سے بڑی گردان پھاٹن کر گھسیتا ہوا چھاپر ورخ کے پاس لے چل، اس طرح میں یہ ٹھاٹر دینے میں کامیاب ہو جاؤں گا کہ میں اپنی قوم اور چھاپر ورخان کا خطا کار ہوں، وہ چاہیں تو معاف کر دیں تھاں تو جو سماں مناسب نہیں، دے دیں، میں تھکنے کو تیار ہوں۔“

ہسلول نے کہا۔ ”میرے خیال میں اس کی کوئی ضرورت نہیں، میں چھاپر ورخ اور اپنی قوم کو سمجھا دوں گا۔ وہ لوگ پا سانی معاف کر دیں گے کیونکہ وہ تمہاری دلپیشی سے ہبت خوش ہوں گے۔“

قطب خان نے اصرار کیا۔ ”ہسلول! ہجڑیں کھرم رہا ہوں دربی کرنا، اس میں لیست دل اور حیل و جیت سے کام نہ لے، میری یہ خواہش پوری کر دے۔“
ہسلول نے قطب خان کے کان میں کہا۔ ”ایسا کرتے میں لوں تو کوئی حریق نہیں لیکن تمہارے آدمیوں کے دل پر اس کا کوفی، اچھا اثر نہیں پڑے گا۔“

قطب خان نے بھی اسرگوشی میں جواب دیا۔ ”میں نے ان تمام ہسللوں پر غور کر لیا ہے بات دلائل یہ ہے کہ میں پتے صنیل کی چھین سے کس طرح سخت حاصل کر دیں ہے اس کی بس یہی ایک ترکیب ہے۔“

بہسلول نے کھٹے ہو کر اعلان کیا۔ بھائیزدا اب ہم پتے گھروں کو روانہ نہ
ہے ہیں، اپنے پتے سامان کو سمیٹ لو۔
افلاں میں معمولی سی پاچل پیدا ہوتی اور ہر کوئی اپنے پتے سامان کی طرف
چل دیا۔

قطب خان نے اپنی پیگڑی بہسلول کے حوالے کر دی، بہسلول نے پتے
رعماں سے پہلے تو قطب خان کے دلوں پا تھا باندھ دیئے اسکے بعد قطب
خان کی پیگڑی کا پھنڈا یعنی کی گردن میں پھنسایا اور دوسرا ہمراپتے باختر
میں لے لیا۔ قطب خان کے ساتھی اور بہسلول کے سپاہی یہ عجیب درجہ میں منتظر
سوالیہ نظر دل سے دیکھ رہے تھے ان کی صحیح تین نہیں آتا تھا کہ یہ کیا ہے کیا اور کیا قطب
خان کے ساتھی کچھ اور ہی صحیح ایک تواریخ نیام سے کھینچ کر بہسلول کی طرف پہکا اور جنم
دیا۔ بہسلول بتوتے ہیر سے سردار کے ماتھ دھوکا کیا ہے اب خیریت اسی میں ہے کہ اس
کو چھوڑ دے کر درست میں اتری اپنی چاک کر دوں گا۔

اس پر جوش نوجوان کی دیکھا لے گئی قطب خان کے دوسرے ساتھی بھی اپنی
اپنی تواریخ سنھاں کر بہسلول کی طرف دوڑتے، بہسلول کے اکابر میون نے اپنے سردار
کو خطے میں جو دیکھا تو وہ بھی اپنی اپنی تواریخ نیام سے کھینچ کر قطب خان کے
اکابر میون پر جھپٹے۔

قطب خان اور بہسلول نے معاٹے کو بگڑتے ہو دیکھا تو فوری ٹھوڑ پر کچھ
سمیہ میں نہ آیا اکر کیا جلتے مگر قطب خان کی حاضر دعائی اپنا کام کر گئی۔ اس نے پتے
اکابر میون کو منع کیا۔ دوستو ای تم بیا اکر رہے اور ایس نے پتے دلوں پا تھدا اپنی مردمی
سے بندھولتے ہیں اور اپنے گلے میں پھنڈا ڈالنے کے لئے ہیں نے اپنی پیگڑی
بہسلول کو خود ای دی تھی تاکہ اس طرح میں پتے چھافر و ز کے دل میں پتے لئے
جنہیں رحم پیدا کر دیں۔

اٹھتے ہوئے پا تھے ہو گئے اور بڑھتے ہوئے قدر ایک دم ڑک گئے۔
قطب خان کے آدمی اپنی غلطی پر زور دے سے ہنسنے لگے وہ سب اس نوجوان کا نتی
آڑا رہے تھے جس نے سب سے پہلی بار اپنی تواریخ بے نیام کی تھی۔
قطب خان کے اکابر میون کی دیکھا دیکھی بہسلول کے سپاہی بھی ہنسنے لگے۔
بعد میں اس انسنی میں بہسلول اور قطب خان نے بھی اپنے ساتھیوں کا ساتھ دیا۔

پہلے ہے سلوں اپنے گھوڑے پر سوار ہوا، اس کے بعد قطب خان کے دعویوں
ہاتھ بندھتے ہوتے تھے اس لیے گھوڑے کی پشت تک جاتے کر دیئے اس نے اپنے
ایک ساتھی کا سہالا لیا۔

یہ ایک پر اسرار منظر تھا کہ ہے سلوں کا گھوڑا سب سے آگے تھا۔ اس کے
ایک ہاتھ میں گھوڑے کی نگام تھی اور دوسرا میں قطب خان کی پیگڑی کا سرا، اس
کے سچھے قطب خان کا گھوڑا تھا، دعویوں بندھتے ہاتھوں اور پیگڑی کے ایک سرے
میں پھنسی ہوئی تگردن میں قطب خان کچھ عجیب ہی لگ رہا تھا۔ اس نے مر جھکا
لیا تھا اور ایسا لگتا تھا اگر یا جالت اور ندامت کے لوجھنے اس کو اس لائق ہی نہیں
رکھا کہ وہ گردن تاں کر اور سینہ پھلا کر اپنے لوگوں کے سامنے جائے۔

آناؤ فارما تمام افغانوں کو یہ بات معلوم ہو گئی کہ قطب خان ایک قیدی کی
طریقہ گیلے، فیروز خان اپنے گھر سے نکل کر ہے سلوں کے پاس چلا گیا۔ ہے سلوں
کی بیوی اپنے بھائی گورنال اور بیڑی میں بندھا دیکھ کر آبدیدہ ہو گئی، اس نے ایک
بڑی بی کو ہے سلوں کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ "قطب خان کو آنا دکھدا، دوسرے
میں نہ سر باہر آجائیں گی"۔

ہے سلوں نے جواب میں کہا دیا کہ "نئے سر باہر آنے کی کوئی حزورت نہیں،
قطب خان اپنی مرضی سے قیدی بنا ہے"۔

یہیں اس کی بیوی اپنے شوہر کے جواب سے مطمئن نہیں ہوئی۔
فیروز خان، قطب خان کے سامنے جا کھڑا ہوا، جنم سے پوچھا، "ہے سلوں،
یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں؟"

ہے سلوں نے افسر دہ بھیجی میں جواب دیا۔ "غم حترم! آپ دہی دیکھ رہے
ہیں بخوبی سب دیکھ رہے ہیں!"
فیروز خان کے سینے میں آگ سی جمل اٹھتی تھی، جمل بخنزی بخنزی میں بوجھا کیا
یہ قطب خان ہے؟"

ہے سلوں نے جواب دیا۔ "ہاں یہ قطب خان ہے، اپنے کیسے پر تادم اور
مرساز، غم حترم! بھائی قطب خان نے جس ندامت اور سخالت سے اپنی غلطی کا
اعتراف کیا ہے اسے خدا بھی معاف کر دیتا۔ میں نے اس کو آپ کی طرف سے معاف
کر دیا ہے!"

ذیروز خان نے آنکھوں کے گوشوں سے بہر نکلنے والے آنسوؤں کو کرتے کے دامن سے پرچھتے ہوتے کہا۔ اگری بات پس تو ہم نے بھی اس کو معاف کر دیا۔

اس وقت ہمسلول کی یہوی کا طرف سے دوسرا پیغام ہوا۔ آخر کی بات ہے جو ہیرے بھائی کو ابھی تک آزاد نہیں کیا گیا۔

ہمسلول نے پیغام لاتے والی بڑی بی کو ڈانت دیا۔ جا، اس سے کہہ دے کہ زیادہ پک بک نہ کرے۔ میں اپنے معاملات میں عورت کی دفل انہاڑے برداشت نہیں کر سکتا۔ پھر بڑی بی کو بطور خاص تنگاٹپ کیا۔ اور یہ تو بسا بار اندر ریاہر کے چکر کیوں لگا رہی ہے؟ اگر پھر آئی تو قریب ناگین توڑ دعف کا۔

بڑی بی خوفزدہ ہر کمر بھاگ گیتیں۔

قطب خان کو چاروں طرف سے انفالوں نے گھیر کھا رکھا، ان میں وہ لوگ بھی موجود تھے جو ہمسلول کا ساتھ چھوڑ کر قطب خان کے پاس جانے والے تھے، انہیں ہمسلول کی بالوں اور اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

ذیروز خان نے ہمسلول کے کان میں کہا؟ ہمسلول اجھت ہو چکا اب اس کو آزاد کر دے۔

ہمسلول نے جواب دیا۔ لیکن میں نے تو قطب خان کو قریب نہیں بنایا، یہ تو خود متاب قیدی!

ہمسلول کے مخالف انفالوں میں سے کسی نے آواز بلند کی۔ ذیروز خان! اب اس تک شکوخت کر دے، ورنہ اب جو فساد ہو گا اس میں افغان تباہ و برباد ہو جائیں گے۔

ہمسلول نے بھی سختی سے جواب دیا۔ میں جانتا ہوں کہ انفالوں میں چند مفسد موجود ہیں اور وہ جو قلعے کی تلاش میں ہیں۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ انہیں قطب خان کی سختی میں جلتے کاہڑا شوق ہے۔ اب قطب خان آگیا ہے، وہ لوگ بہ شوق اس کی ساختی میں جائے ہیں، مجھے کوئی آخر اپنی نہیں۔

ذیروز خان نے ہمسلول کے کان سے من لگا کر پوچھا۔ کیا میں قطب خان کو آزاد کر دعف ہے؟

ہمسلول نے بھی سرگوشی میں جواب دیا۔ ابھی نہیں۔

اس کے بعد مسلول قطب خان کے پاس جا کر کھڑا ہوا اور اس سے آپسے
آئی تھی۔ بھائی قطب خان! تم جس جگہ سے نادم اور محمل دلپس آگئے ہو، افغانوں
کی ایک جماعت دہاں پہنچنے کے لیے ہے چین پے یہ لوگ تمہیں اپنا سردار بنانا چاہتے
ہیں، میں ان سے کیا کہوں اور کیا سلوک کروں؟“

قطب خان نے بڑی بے باکی سے اپنے حاملتی سرکشون کی طرف دیکھا
اور انہیں مخاطب کیا۔ “ہاں تو اے میرے ہمدر عاد جایتی بھائیوں! آخر تم چاہتے
کیا ہو؟“

سب سے زیادہ شری بوڑھے افغان نے قطب خان کے قرب جا کر اس کو
بیزیت دلائی۔ “قطب خان! تیری فیرت کہاں چلی گئی پے یہ تجھ کو ہو کیا گیا۔ تو نے خود کو
قید مہمند میں کیوں ڈال لیا؟“

قطب خان نے گویا اس بوڑھے کی کوئی بات سنی ایسے تھی، ایک بار پھر لوچھا۔
”میں بے حاننا چاہتا ہوں کہ تم لوگ کیا چاہتے ہو؟“

شری بوڑھے نے جواب دیا۔ ”تیرا باب اسلام خانِ مرحوم مہمند کا حاکم مقاب
ہماری آنکھیں مہمند پر تجھ کو حکمران دیکھنا چاہتی ہیں۔“

قطب خان نے بچھا۔ ”میکن بھائی میں مسلول کیا بھرے ہیں؟“
بوڑھے نے جواب دیا۔ ”اس کی بڑی بڑائی کیا کام پے کہ تیرا حق غصب کر
کے بیٹھ گیا، کیا ہمیشہ سے یہ ہوتا نہیں چلا آیا ہے کہ باب کے بعد میرا جا نشیون کرے؟“
قطب خان نے کہا۔ ”میکن میرے باب نے اپنی زندگی ایسی بھائی میں بھائی مسلول
کو اپنا جانشیون کر دیا تھا، اس میں کوئی یا کوئی اور کس طرح یہ دل سکتا ہے؟“

بوڑھے نے جواب دیا۔ ”تیرا باب اسلام خان اس دہنیا سے چاہے!“ اب
اس کی قبر میں پڑیاں تک پڑنا ہو چکی ہو گئی۔ جب تیرا باب بھائی مہمند اس دہنیا سے تو
اس کے عہد و وعہاں اور وعدے کئے دن جیسی گے سمجھ لے، اسلام خان کے ساتھ اسی
کی ہربات مرگتی، اسلام خان کی جانشیون کا سلسلہ ہم لوگ حل کر دیں گے۔

قطب خان نے بڑے میان کو داشا۔ ”خدالے کے لئے تو اپنی خداشت سے اپنے بھی
بھائیوں اور ان کی اولاد کو نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کر، تیری اطلاع کے لئے عرض
ہے کہ خود میں نے بھی بہ مسلول کو اپنا سردار تشیم کر دیا ہے۔“

بوڑھے نے حنفہ بن کر بلوچھا۔ ”کیا پڑھے؟ یہ تو کہہ بلہ یہ یا تجھ سے کہلایا

جا رہا ہے؟"

قطب خان نے جواب دیا۔ "یہاں ہے کوئی ایسا جو مجھ سے یہی مرضی کے خلاف ایک لفظ بھی کہلا سکے؟"

لوگوں کی جماعت کا ایک نوجوان تیرتیز قدم آٹھا تقطب خان کے بالکل قریب چلا گیا۔ قطب خان یہ مردم سوار کے بیٹے: ہم سب تیری مرضی جانا چاہتے ہیں، تیرے لوک اشارے پر ہزاروں تلواریں نیام سے باہر آھوایتیں گی۔"

قطب خان نے انہیں سمجھایا۔ "یہے بزرگ! یہ آپ لوگ مژادہ فساد پر کبھیں مانتے ہوئے ہیں؟ میں تم سب کو بیان گزدیں یہ یقین دلارہا ہوں کہ یہ نے ہم سلوں کی سرداری تسلیم کر لی ہے۔ آج سے ہم سلوں ہمارا بادشاہ ہے اور ہم سب اُنکی رعایا ہیں۔"

ہم سلوں کی بھی بڑا جذبات ہو رہا تھا وہ: مبارکبی لیامت محسوس کرتا جا سماحتا اُنکے نے قطب خان سے کہا۔ "جھانی قطب خان! یہ ہماری کوئی کیا تباہی نہیں مانیں گے، اس لیے ہم انہیں ان کی مرضی پر پھوڑ دیں گے!"

ہم سلوں نے جواب دیا۔ "ایسا نہیں ہو سکتا جھانی، قطب خان! ہم کہوں اور مقصود وہ کوائی کی مرضی پر نہیں پھوڑ دیں گے، پہلے یہ لوگ یہی اطاعت کریں اور یہی امداد کا جواہری گردان پر رکھیں، اُنکے بعد مجھے پر پھوڑ دیں کہیں ان سے کیا کام نہیں ہوں گے؟"

ہم سلوں کی بیوی کا ایک پیغام اور موصول ہوا، اس بار ایک نو دس سالہ بچہ پیغام لے کر آیا تھا۔ ہم سلوں کی بیوی نے کہلا�ا تھا کہ یہ شہر سے جا کر کہر دہ کا گراں تے پانچ سات شاہزادوں کے اندھیرے بھائی کو آزادانہ کیا تو ہمیں باہر نکل کر اس کو زیر دستی آزاد کر دیں گے۔"

ہم سلوں نے بھی بڑا سخت جواب دیا۔ "جا، اپنی مالکے صاف صاف کہ دے کہ اگر اُن نے ایسی کوئی غلطی کی تو ہم نہیں بھر تیری شکل بھی نہ دیکھوں گا، کسی عورت کا شوہر کی مرضی اور احجازت کے بغیر باہر آ جانا کوئی معمولی بات تو نہیں ہے۔"

قطب خان کو اپنی ہنس پر رسم آگیا۔ "بولا۔" بھائی سہم سلوں! ہم نے اپنے لیئے تجویز سے کوئی رعایت نہیں چاہی لیکن ہم اپنی ہنس کے لئے تجویز سے نہیں اور

محبت کا تفاضل کروں گا۔"

ہم سلوں نے ہنس کر جواب دیا۔ "بھولی قطب خان! یہ تو ایک دسمی تھی، اس سے زیادہ کچھ بھی نہیں!"

فرذخان نے قطب خان سے کہا۔ "آزادی کے یارے میں یہ آکیا خیال ہے؟"

قطب خان نے جواب دیا۔ "میں ہمیشہ ہی آزاد رہا ہوں اور یہ اسی آزادی کا شریک ہے کہ میں تے ہم سلوں کی اطاعت تک ہمیں قبول کی تھی۔"

بشری بوڑھتے تے ایک بار پھر پاڈنڈ بلند دریافت کیا۔ ہاں تو قطب خان! تو نے ہماری بابت کیا فیصلہ کیا ہے؟"

قطب خان نے جواب دیا۔ "تمہاری بابت کوئی اور کیا فیصلہ کر سے گا؟ میں نے تو تھک ہاڑ کر فیصلہ کیا ہے کہ ہم سلوں کو اپنا اعلمنامہ ان مان لوں چھپ کر تمہرے یہ فیصلہ کیا ہے کہ مجھ کو اپنا سردار بننا لو۔ اب میں تمہارے مردار کی حیثیت سے تمہیں یہ حکم دے رہا ہوں کہ ہمیرے ہمراہ تم بھی ہم سلوں کو اپنا سردار بننا لو۔"

اسانکھ جیسے سب کو سانپ سوٹھ گیا ہوا!

قطب خان کو ہم سلوں نے اپنے ہاتھوں سے آزاد کیا، قطب خان کے چاندیوں نے خوشی میں نصرے لگائے اور سب سے پہلے چیاڑیوں خان نے اس کو سینے سے لگایا، پھر اتنی ہوئی آفاز بیڑا کہا۔ "قطب خان! اب تو شاہین خان کی جگہ ہے میں تے تجھ کو اپنا بیٹا مان لیا ہے۔"

اس کے بعد ہم سلوں کی باری تھی۔ اس نے بھی قطب خان کو لگائے لگائیا۔ "تم یورے پہلے بھائی بھائی تھے اور اب بھائی بھائی ہم لوگوں کی خدمات میں بادشاہ بن جائے کے بعد بھی تمہیں اپنے پاس ہاتھ چھکایا کروں گا۔"

اس کے بعد دوسرا سے سسر برآورده افقالوں کی باری تھی، ان سب قطب خان کو لپٹ پسند سے لگایا اور حسب ترقی کلمات ادا کے۔ ان میں قطب خان کا حمایتی مرٹی یوڑھا تھا جبکہ شامل لفاظ اور اس کے ہم نوا بھی۔ بشری بوڑھتے تے گلے گلے ہوتے قطب خان سے کہا۔ "اگر تو اس وقت اپنی مردار کا اعلان کر دے تو دو ہمان اندازان تیرے ساختہ، لے جائیں گے۔"

قطب خان نے جواب دیا؟ اگر مجھ کو یہ لفظ بھی ہو جائے کہ کل افغان یہ رے
ہم نواہیں۔ میں اس وقت بھی اپنی سرداری کا اعلان نہیں کروں گا کیونکہ جس متنے کو دار
مرعوم طے کر گئے ہیں میں اس کو ان سر نوکروں آٹھا دیں۔

لوٹھتے تھے بڑے انسوں سے کہا۔ پہنچنے آئیں اسلام خان کو کیا ہو گیا تھا، جو
اپنے بیشوں کی موجودگی میں پہنچنے والا تھا اور مادیت پسند بھتیجے کو اپنا جانشین مقرر
کر دیا۔ اگر اس وقت میں اسلام خان کے پاس ہوتا تو اس نے سخت اختلاف کرتا۔
قطب خان نے جواب دیا؟ بنڈگ افغان! اب ان پالوں کا وقت نہیں رہا،
ہیں اپنی صنوں میں اتحاد کی سخت مزدودت بے کوئی ہے۔ مسلول ہندوستان پر حکومت
کرنے کا مصمم الادھ کرچکا پے؟

جھٹھے نسبے والی سے کہا۔ خیر تم کہتے ہو تو میں ملک کالانکے بیٹے کے
تابع مدد کر لوں گا، ورنہ میر ادل اس پر آمادہ نہیں۔

مردوں سے فرست پا کر قطب خان اپنی ہن کے پاس چلا گیا۔ ہوتے اس
کے سر پر ددپت کا پتوڑاں دیا ادا ہن کے بھی کھڑے ہو کر آنونہ ہاتے ہیں! اولیٰ بھائی
جب میں نے تجھ کو مندھے ہوتے دیکھا تو تیرے ہمتوں کے پاس بار بار یہ پیغام بھی کہ
دھ تجھے غلام پا کر رہے ہیں فوج میصل کر دیا تھا کہ اگر ہے مسلول تے میری بات ہنماق تو
ہیں انہی سے طلاق لے کر علیحدگی اختیار کرلوں گی۔

قطب خان نے جواب دیا؟ خیر دار ہم ہن جو رہنے اس طرح سوچا بھی ایسا
شہر افغان قوم کا عظیم نوجوان ہے تو نے اگر اس کو ہو دیا تو گویا اپنی اس بے کھرد
گی اور پھر یہ بھی طبے کہ ہے مسلول کے دل میں اسی تجھی زیبا ساری کی محبت رہی
بسی ہے، یہ جب بھی نیزرا جبنت سے گلو خلاصی حاصل کرے گا، اپنی محبوبہ زیبائے
پاس چلا جائے گا!

قطب خان کی ہن ترددگی، بولی۔ اچھا اگر تو کہتا ہے تو میں اس کی نظر
کروں گی۔

وہ رات ایک یادگار رات تھی اقطب خان اپنے اذیبوں میں گھر ہوا
بڑی دریسپ بائیں کرتا رہا۔ ہے مسلول بھی اسی محفوظ میں موجود تھا، ہے مسلول کریں
ایک ای نظر تھی، ایک ہی طلب اور ایک ہی حسکو تھی ہے مسلول یہ جانا چاہتا تھا کہ
محمد شاہ کا اصل دماغ کون ہے؟ دہ کس کے دماغ سے سوچتا اور کس کے دماغ

سے فیصلے کرتا ہے؟"

قطب خان نے جواب دیا۔ "مجھاں مسلول؛ دہلی میں اس وقت جو
دماغ یعنی ان بیش دعویٰ میں ایک حسام خان کا دماغ ہے اور دوسرا تجید
خان کا دماغ یعنیں فی الحال بادشاہ کے دل دماغ پر حسام خان کی حکومت ہے، بیوٹھا
حسام خان ہی کے دماغ سے سوچتا، فیصلے کرتا اور حکومت کرتا ہے اگر بادشاہ کے پاس
سے حسام خان کو پڑا دیا جاتے تو وہ کچھ بھی نہیں رہے گا۔"

ہمسلول نے تکمیل کیا۔ "وہ کون سی بات ہے؟" اور حسام خان کوں بُشادل گا اپنی راہ
سے اور دیکھو قطب خان اس کچھ کو ایک بات اور بتاؤ۔"

قطب خان نے پوچھا۔ "وہ کون سی بات ہے؟"

ہمسلول نے خود سوال کر دیا۔ "اچھا قطب خان؛ میں ایک بات اور بتاؤ۔"
قطب خان نے پوچھا۔ "کون سی بات یہ اگر محمد کو معلوم ہوگی تو ہر در
بتاؤں گا۔"

ہمسلول نے پوچھا۔ "مرمند بر جمل کس نے کروایا تھا؟ یہ شکر کشی کس کے میرے
سے آؤئی تھی؟"

قطب خان نے جواب دیا۔ "حسام خان کے مشورے پر بادشاہ کے دل دماغ پر
حسام خان ہی کی حکومت ہے۔"

ہمسلول کچھ دیر سوچتا ہوا، پھر لولا۔ "وہ مارا۔ اب حسام خان پر بادشاہی
کے حکم پر لا جلتے گا۔ میں نے یہ عہد کر رکھا ہے کہ جن جن لوگوں نے افغان دشمنی میں
بادشاہ کو افغانوں کے خلاف استعمال کیا ہے، میں ان سب کو ان کے بادشاہ کے حکم ہی
سے قتل کراؤں گا یہ حیراً ہمدرد ہے جو حزور پورا اونگا، انشا اللہ۔"

ہمسلول بادشاہ کی طرف سے غافل نہیں تھا جبکہ اس کو یہ بات بھی معلوم
ہو چکی تھی کہ حسام خان مرمند بر شکر کشی کی تیاریاں کر رہا ہے۔

ہمسلول نے اسی شب یہ سنگاں اعلان کر دیا کہ افغان بادشاہ کی فوجوں
سے اپنی مرپنی کے محاذوں پر جنگ کریں گے۔

یہ ایک طرح کا طبل جنگ تھا۔ جو ہمسلول نے مجاحیا تھا افغانوں نے
اس وقت سے جنگ کی خوفناک تیاریاں پڑوائے کر دیں۔

ذریعہ المانع حام خان اپنا شکر لے کر انہا کے جزوں میں تقریباً پھنسیں میں
ذو قدر مہمود اور حضرت آبادناگی قصبوں کے درجیان کڑھ تائی مقام نگہ دار پڑھ کیا۔ مگر بھل
بھسلوں کی فوج حام خان کا مستینوک کردیاوار کی طرح کھڑی ہو گئی تھی۔ رات کو
دھنلوں طرف آگ روشن کر دی گئی تا لار کوئی مکسی پھر شب خون نہ مار سکے۔ بھسلوں
خطب خان اور چیافیر ذخان کو پٹنے مانندی پھر رہا تھا، بھسلوں پسند جنگ ہو توں
کے پاس جاتا تو پیٹھے ان کی پشت تھیں چھاتا اور ان کی پہاڑی کا پڑھی حضرت سے ذکر
کرتا، وہ ہر ایک سے ایک ہی بات سچہ رہا تھا۔ حکومت کسی کے باپ کی میراث نہیں
ہے جو اس کا اہل ہو گانا اہل سے چھینے گا۔ محمد شاہ نا اہل ہے افغان اہل ہیں،
اس لئے یہ حکومت ہر عال افغانوں کا حق ہے:

بھسلوں کی پہاڑ اور تکرار آیز ماں توں نے افغانوں جماں میں ساحمنہ
جوش و خروش پیدا کر دیا اور انھیں اپنی کامیابی کا پیدا پیدا یقین ہو گیا۔
مگر ڈول کے ہنہناتے اور سواروں کے ایغرا نصر مگر ڈول سے مدد لئے کی
آوازیں آرہی تھیں۔

حام خان بہت نگران تھا، معلم نہیں کیوں اس کوئی محروس ہو رہا تھا کہ
وہ بھسلوں سے فکر کھا جاتے گا۔

صحیح طور آفتاب سے پہلے ہی حام خان نے جب اپنی فوج کو صفائی اور
کیا تقریب ریکھ کر جیران رہ گیا کہ بھسلوں اس سے پہلے ہی اپنی فوجیں میدان جنگ میں کھڑی
کر چکا ہے۔

حام خان اپنی خواجهت اور ریاقت کا نفیا کی دیا تھا لئے کے نئے اپنی
فوج سے جدا ہو کر بھسلوں کی صفت آفتاب فوج کے قریب پہنچ گیا اور ماؤندے کر
بھسلوں کو طلب کیا۔ بھسلوں مگر اور ماؤندہ اور حام خان کے مقابل پہنچ گیا۔

حام خان نے بھسلوں کو ادپر سے پنج ٹک دیکھ کر کہا: تدبیہ ہے ملک
بھسلوں، اسلام خان کا یعنی اور دنماڑہ
بھسلوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ حام خان نے پوچھا: ملکت بھسلوں کیا
ہے پوچھ دیکھتا ہوں کہ اس جنگ سے تیرا مقصد کیا ہے؟

بہلوں نے جواب دیا: حرف یہ کہنا اہل کواس کی جگہ سے ہٹا کر اہل
کو پسھا دیں؟

حام خان نے پوچھا: یہ نا اہل کون ہے اور اہل کون؟
بہلوں نے جواب دیا: تو نا اہل ہے تیربارہ شاہ نا اہل تیرے سادے
ہی امرا نا اہل ہیں۔
حام خان کو طیش آگیا، بولا: کل کے چھوکرے! زبان سنبھال کر بات کر
شاپید تو مہین جانا کا اس وقت تیرے سامنے اس ملک کا ذریعہ المالک
کھڑا رہے۔

بہلوں نے جواب دیا: کون کیا ہے؟ کون ہمارا ہے اور کون بزدل
میدان جنگ میں دلوں قریتی اپنی صلاحیتوں کو واضح اور ثابت کر دیتا۔
حام خان نے کہا: بہلوں! اس شکر کو کشوٹ نے سے فائدہ؟ پھر کہیں نہ
ہم دلوں لے کر اس بات کا فتح کر دیں کہ کون کس پر فضیلت لکھتا ہے؟
بہلوں نے جواب دیا: حام خان! تم جو چاہو کہو، مگر جنگ کا نتیجہ در
آدمی نہیں نکالیں گے اس میں بہتوں کو ابی جرأت اور بہادری و محکمے کا موقع ملے
گا، میں پتے بہادروں کے دل نہیں توڑوں گا!

حام خان ہنس دیا: شاید تو نے میری بات کا غلط مطلب لیا ہے، خیر، اگر
تیری ہری متاثا ہے کہ اس جنگ میں دلوں طرف کی ساری فوجیں جھونک دی جائیں
تو میں بھی راضی ہوں۔

حام خان نے گھوڑے کو تھوڑا اور دندن انا شروع کر دیا وہ اپنی فوج
میں دا پس چلا گیا اور پڑھ کر کہا: میرے دوستو اور ساعیہوا اوس کو میں نے
میری کوشش کری جنگ میں جمل جاتے اور ملک بہلوں پتے دل دوامع سے
بادشاہت کا خال نکال دے۔

کہتی اور اپنی سناقی دی، اس کے نامور ساتھی کہہ رہے تھے: سردار!
صلح کی کوئی ضرورت نہیں، ہم انھیں میدان جنگ میں شکست دیں گے!

بہلوں نے پتے اور میری سے کہا: میرے افغان بھائیو! اب جنگ کے
لئے تیار ہو جاؤ، میں فرم حام خان کی دعوت میا رت قبول کر دیا ہے!
قطب خان نے تشویش سے پوچھا: بھائی بہلوں! کیا اُنہوں نے اتنی حام خان

کی دعویٰ میامد تقبل کر لیے ہے؟
بہسلول نے جواب دیا؛ بھائی! تم کسی پلت کر رہے ہو؛ میں جنگ مبارزت ہر
اس جنگ کو کبت ہوں جو لکار گردان دار بڑی جائے:

فرور خان اپنی فوج کے میمنہ پر گھڑا ہو گیا، قطب خان نے میرہ سینھاں
لیا۔ بہسلول فوج کے قلب میں کھڑا ہوا تھا۔ مرکش گھوڑے کسی ایک جگہ گھٹے ہی
نہیں ہوتے تھے۔ وہ اپنی دمدوں سے سورچل کا کام ہے تھے اپنے لگکے پر دن
کو باد بار پٹک کر اپنی بے زبانی کا اعلان کر رہے تھے۔

حام خان کی طرف سے طبل جنگ بجا اور دنوں فوجیں باختیروں کی طرح
ایک دوسرے کی طرف بڑھیں اور سھر تواریں تلواریں سے یون شکرانیں کہ ان سے
شعلے نکلنے لگی۔ حام خان ہر طرف بھاگا پھر ماتھا دہا اپنے ہارشاہ کے اقبال اور
اقدار کو چلٹے ہی بھر بور کو شکیں کر رہا تھا اس کے سماں ہی بادشاہ کے آجرت یا نعم
ستے دوسری طرف بہسلول اپنے افغان بھائیوں کے خصیلے ٹپ عمار تھا۔ بہسلول
اپنا اور اپنی قوم کا اقتدار چاہتا تھا۔ اس کے اذنان بھائی اپنی قوم کو حکومت دلانے
کی خاطر جنگ کر رہے تھے معاوضہ یا اختناک ان کے دامن میں دوسرے دوسرے تک
نہیں تھا۔

حام خان نے سچا کچ جب تک اتفاقوں میں بہسلول موجود ہے، ان
کے خواصے بلند رہیں گے، اس نے یہ فیصلہ کیا کہ پہلے بہسلول کا کام تمام کر دیا جائے اس
کے بعد اسکے خیلے کو حلقہ کر کے اتفاقوں کے عزائم خاک میں ملا دیئے جائیں۔

بہسلول کا بھی بیہی حال تھا وہ خوب جانتا تھا کہ اگر ان میں سے حام خان
کو نکل پاگز فزار کر دیا جائے تو سارا کھیل ختم ہو جائے گا بہسلول حام خان پر کاری
ضرب ملکتے کی خاطر قرب سے، اہر آگے اور دوسری طرف سے حام خان بھی بہسلول کی
حرب پڑھا دنوں کی تواریں ایک دوسرے کے سر پر چک کر فاش ہو گئیں، پاکل
کونڈے کی طرح۔

حام خان نے چیخ کر کیا، بہسلول! تو نے یا اچھا نہیں کیا، تجھ کو بادشاہ کی
خدمت گاہ کی طرح رہنا چاہیے تھا:

بہسلول نے جواب دیا۔ حام خان! تو نے کون سے اچھے کام کئے ہیں بلکہ
کوئی سے اور سیری قوم کے خلاف اگلے ملے تھے تم ہو اور اب تم مجھ کو نصیحتیں کر رہے

ہو، حام خان! میری ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا۔ میں افغان ہوں جو اپنے دشمنوں سے بچوں لے گر رہتا ہے، میں بھی مجھ سے انتقام لوں گا، منے دار انتقام جواہاط سخیال نہیں آسکتا۔

اس کے بعد دنوں آپس میں بہسلول کار ہو گئے، آخر کافی در بعد بہسلول احتمام خان کو زخمی کر دیتے میں کلیاب ہو گیا، حام خان کی چیخ نکل گئی، اور وہ بھاگ نکلے، بہسلول نے اس کا بھیجا کیا۔ میکن دہ باقاعدہ نہیں تھا۔ حام خان کے جانتے ہی فوج پر بدل ہوتی اور وہ بھاگ کھڑی ہوئی، بہسلول اور اس کے افغان بھائیوں نے ان کا اور دن تک بجھا کیا۔ قطب خان اور فیروز خان بے حد خوش تھے اور عام افغانوں نے تو یہ تاثر لیا تھا کہ انھوں نے دہلی کے پادشاہ کو فیصلہ کرنے شکست دے دی ہے اور اب کسی بھی دن بہسلول دہلی کا پادشاہ ہو جلتے گا اور قوم افغان بڑے بڑے بھر کاری عہدوں اور منصبوں پر فائز ہو جائے گی۔

اس دن بہسلول ذرا سی دیر کے نئے بھی نہیں ستابا، اس کا جسمانی محنت کا کام ختم ہو چکا تھا، اب دماغی محنت ہو گئی تھی مگر ایک بچھے میں گھس کر چپ چاپ بیٹھ گیا، یہ فرقہ خان اور قطب خان اس کو تلاش کرتے پھر ہے تھے، کسی افغان نے باقاعدہ کے اشارے سے بتایا کہ اس نصیبے میں بہسلول سریا ہوا ہو گا کیونکہ اس کو اندر جاتے تو دیکھا گیا تھا سگز نکلتے کسی نے بھی نہیں دیکھا۔

قطب خان اور فیروز خان جب بچھے میں داخل ہوئے تو انہوں نے فرمے دار منذر دیکھا، بہسلول ایک جاریا کے سہارے کے گردون جھکتا ہے بیٹھا تھا، فسیر و فرقہ خان نے اس کا شانہ پکڑ کر ٹاڈا، ملک بہسلول! تو بہسلول بیٹھا ہوا کہہ رہا ہے، ہم لوگ تو بچھے معلوم نہیں کہاں کہاں تلاش کر رہے ہیں؟

بہسلول نے جواب دیا: میں بہت تحکیم چکا ہوں، اک فرادرم لینے دیں اللہ نے چاہا تو میں حام خان کی سُن شکست کو آخری ٹھیک میں بدل دوں گا اور شاید اب وہ میرے مقابلے پر کبھی بھی نہ آسے۔

قطب خان نے پوچھا: وہ کس طرح؟

بہسلول نے جواب دیا: اک ذما بچھے کو ہمت کرنا ہوگی:

فیروز خان بہسلول کے پاس جا کر کھڑا ہے، پوچھا: کچھ بچے بھی تربیت آخذ رہ کوں سی ترکیب ہے جس سے تو حام خان کی شکست کو اسکی زندگی کی آخری شکست بدارے گا؟

بہسلوں نے کہا: قطب خان! اب ترجمہ کو ایک بات صاف بنا لے
قطب خان نے جواب دیا: تو مجھ سے جو ہے ہے پچھہ، میں تیر کی ہرمات
کا جھاٹا جواب دوں گا!
بہسلوں نے کہا: سمجھائی قطب خان! تو بادشاہ کے قریب نہ چکا
ہے، اس کی عادات اور اطوار کے بارے میں کچھ بتا:
قطب خان نے جواب دیا: محمد شاہ حاصلت کی حد تک سادہ لوح اور
کمزور شخص ہے:

بہسلوں نے پوچھا: دو عقلی انسان سے کیا شخص ہے؟
قطب خان نے جواب دیا: یہیت عمومی، ان عمومی کو جھوٹے چھوٹے
دردباری تک بین اتفاقات پادشاہ کو متادیتے ہیں اور بادشاہ ہنسی ہنسی میں بے
پچھہ بدماثت کر جاتا ہے!
بہسلوں نے پوچھا: سمجھائی قطب خان! اگر میں سمجھ کو بادشاہ کے پاس رہا
کروں تو کیا تو چلا جائے گا؟
قطب خان نے جواب دیا: بہسلوں! میں تیری خاطر تیرے حکم پر جہنم تک
جا سکتا ہوں، پادشاہ کیا چیز ہے؟
بہسلوں نے کہا: میں تو نیامی کر لے گیو، کیونکہ معاملہ گرم گرم ہے جلدی بن
جائے گا!

کئی دن تک فتح کا جشن منایا جاتا۔ بہسلوں اتفاقوں کا سب سے لائن
آدمی ثابت ہو چکا تھا، بہسلوں کے حارس اور مختلف افغان ہمیں اس کی بہادری،
تذکرہ اور لیاقت کے قابل ہو چکے تھے۔ بہسلوں ان سے اب بھی ہی کہہتا تھا کہ اگر
افغان سمجھائی متحفہ ہو کر میرا ساتھ دیتے رہے تو اس سلک کی حکیمت ان کے قدموں
میں ڈال دوں گا:

اس کے بر عکس دہلی میں کھرام بہرا تھا، بادشاہ محمد شاہ، بہسلوں کی فتح اور
حام خان کی شکست سے دل بدماثت تھا وہ حام خان سے بیت ناد اخن تھا اور
حام خان نے بادشاہ کو ہر بار کرنے کی کوشش میں تھا کہ اس شکست سے کچھ
نہیں ہوتا، وہ بھری باری نشکر کر کی سے میں بہسلوں اور فغاون کا نہ دہرا باسکل
توڑ دوں گا!

حام خان پادشاہ کی مالیوی ہمیں ددم کر سکا۔ اب بادشاہ ہم لوں کو
سیاست اور چالاباندی سے مات رینے کی فکر میں تھا، اس کے مدبار میں
اب کبھی چندا فغان امراء موجود تھے وہ انہیں استعمال کرنا چاہتا تھا اور انے چندا فغان
امراہ سے ٹھہا مجھے انسوس ہے کہ افغانوں کے خلاف شکر کشی کی کہی اور میں نے
ہم لوں کو خواہ مخواہ نہ ادا کر دیا۔

ایک افغان امیر نے دیے لفظوں میں کہا: "حضور والا اگر افغان
دشمنی برقرار رہی تو اندر لش ہے کہ تمام افغان دہلی چھوڑ کر اپنے دہن میں اپنے
چلے جائیں:

بادشاہ نے کہا۔ "میکن میں ایسا نہیں ہوتے دون گاؤں میں افغانوں
کے اعتبار کو ہر حال برقرار رکھیوں گا۔"

ایک دوسرے امیر نے کہا: "حضور والا! ہم لوں نے قطب خان کو آپ
کے پاس کسی خاص پیغام کے ساتھ بھی جلے، اگر اجازت ہو تو حضور کے روپر
ہیش کر دیا جائے۔"

بادشاہ نے بڑی بے چینی سے پوچھا: "قطب خان کہاں ہے، اس کو مجھ
سے طالیا کیوں نہیں گیا۔"

افغان امیر نے جواب دیا: "قطب خان یہ اٹیان چاہتا ہے، کہ اس کو کوئی
نقصان نہیں ہو چاہتے گا۔"

بادشاہ نے کچھ سوچتے ہوئے افغان امیر کو مشورہ دیا۔ "اچھا، تو اس دقت
کے قطب خان کو درد رکھ۔ جب تک کہ میں حام خان کو دہلی سے باہر نکھج دوں۔
بادشاہ نے اسی دن حام خان کو طلب کر لیا اور نہایت نرمی اور انکساری
سے کہا۔ "حام خان! یہ نے تیرے مشورے پر خوب غور کیا اور بالآخر اس کی اقدامت
اہم اس کے تقدیر اثرات کا قائل ہو گیا۔"

حام خان نے تیرت سے پیدا چھا۔ "اس ناچیز ترے حضور والا کو دہ کون سائز
دیا تھا کہ میں خود بھول گیا اور حضور نے اس کو بیاد رکھا۔"

بادشاہ نے جواب دیا۔ "یہ کہ ہمیں یعنی اس شکست سے دل برداشتہ نہیں
ہونا چاہیتے، بلکہ دوسرے اور فصل کن معمر کے کی تیاری کرنا چاہیتے۔"

حام خان کے چہرے پر لمبیں کے لئے مکالمہ آئی اور کافروں اور ہمیں،

لولا۔ مسٹورہ اگر خلوصِ قلب اور تیک نیتی سے تولد پر صدر انگریز تھا ہے“
پادشاہ نے کہا۔ ”اس لئے جن چاہتا ہوں کہ تو کل ہی دہلی کے مصنفات
سے آدمیوں کو اکٹھا کرنا شروع کر۔ میں اس وقت ایک لمبی صناعت کئے یعنی اس ہم کو
چاری رکھوں گا۔“

حام خان نے جیرت سے پوچھا۔ ”کل ہی سے ہی کیا یہیں کل ہی دہلی کے
مصنفات سے آدمیوں کو اکٹھا اگر ناشروع کر ددھ۔“
پادشاہ نے جواب دیا۔ ”ہاں کل ہی سے، مگر تجھ کو جیرت کیوں ہو رہی
ہے۔“

حام خان نے آہستہ سے کہا۔ ”مجھے ذرا بھی جیرت نہیں اور ہمیں حبِ الحکم
یہیں کل ہی سے اپنا کام شروع کر دوں گا۔“

حام خان پادشاہ کے پاس سے چلا آیا، مگر وہ چونکا ہو گیا تھا۔ وہ پادشاہ
کی غیر ضروری اور ہمیں نظری نرمی اور خوش اخلاقی سے ڈر گیا تھا اس نے پادشاہ کے
مکالموں میں فریب کی تو محسوس کی۔ اس نے ایک شاہی پھرے دار کو رشوت میں دی
اسٹر فیاں دے دیں اور اس سے پوچھا۔ ”یہیں ان امش فیوں کے عوض تجھ سے کوئی بڑا
ادب خطرناک کام نہیں لیں گا۔ میں تو بس یہ جاتا چاہتا ہوں کہ مجھ سے پہلے پادشاہ سے
کون ملا تھا۔“

شاہی پھرے دار پہلے تو گھبرا مگر آخ کار دس امش فیوں نے اس کو بے بس
ادب بھجو کر دیا۔ ”لولا۔ جنابِ دلا۔ میں جو کچھ آپ کو بتا دیں گا، آپ اس کو راز ہی میں
رکھیں گے۔“

حام خان نے پائیچے اسٹر فیاں اور تند کر دیا، پھرے دار تو خوشی سے پاگل
ہو گیا۔ ”لولا۔ جناب! آج کئی دن سے افغان امراء پادشاہ کی خلوتوں میں آجاء ہے
ہیں۔“

حام خان دہلی گیا اور اس نے نوڑا ہی یہ بیصل کر دیا کہ دوسرے دن اس کو
دہلی بالکل نہیں چھوڑتا۔

پادشاہ کے ہر کار دن نے حام خان کو تینگ کر دیا اور بار بار پادشاہ کا ایک بھی
پیغام لے کر آ رہے تھے۔ ”پادشاہ سلامت تسلیم نہیں پسند کرنے آپ کو جو کام سوپنا
چیلے اس کو حق الفور انجام دیجئے۔“

حام خان نے جملہ بہ کام دن کو ایک ای جواب دیا۔ میں نے بادشاہ کے کام
کلے اپنے آدمی دہلی کے مصنفات میں بیچ دیئے ہیں اور اللہ نے چاہا تو ہمت جملہ
ایک شتر جریار فراہم ہو جاتے گا۔"

بادشاہ نے حام خان کو ایک سخت حکم روانہ کیا۔ "حام خان! تمہی
اتھی ہمت کہ شاہی حکم کو پس پشت ڈال کر ابھی مرضی استعمال کرے میں تھے
حکم دیتا ہوں کہ تو دہلی کے مصنفات میں بے نفس نفیس جا اور فوت کے لئے
آدمی اٹھا کر۔"

حام خان کو بھی عصر آگیا، اس نے بادشاہ کو مطلع کیا۔ "حضور والا کا
فرمان سر آنکھوں پر، بندہ ابھی اسی دست روانہ ہوا جاتا ہے لیکن جاتے جاتے
میں ایک گزارش کر دوں گا اگر حضور مجھ سے کبیدہ خاطر میں تریخ خاکسار کبیدہ خاطری
کا سبب جانا چلے گا، میں اپنے اس شہر کو تیادہ دن تک باز نہیں رکھ سکتا کہ
ان دنوں حضور کی صحبت میں جو لوگ رہتے ہیں وہ کچھ بھی ہوں لیکن میرے دوست
ہرگز نہیں۔ میں اپنے بارے میں بہت ختمہ اور خوفزدہ ہوں حضور والا اختار گی میں،
ہماری زندگی ان آپ کے چشم دا بردا کی ہلکی سی جیش پر تربیان بھی ہو سکتی ہیں اور
بمرقرار بھی رہ سکتی ہیں۔"

بادشاہ نے حام خان کے پاس ایک دستہ بیچ دیا اور اس کو حکم دیا کہ
حام خان جس حال میں بھی ہو گرفتار کر کے میرے پاس لے آیا جائے۔ لیکن اس دستہ
کو حام خان نہیں ملا۔ وہ اس کے سینخنے سے پہلے ہی روپیش ہو چکا تھا لیکن گھر والوں
نے یہی بتایا کہ حام خان نبی اور بڑی فوت کے لئے آج ہوں کا بندوبست کرنے
دہلی کے مصنفات میں چاچکا ہے۔

بادشاہ نے اپنے ہر کارے سے پوچھا۔ "پس سچ بتا، کیا حام خان واقعی دلبی
سے باہر چلا گیا ہے۔؟"

ہر کارے نے جواب دیا۔ "حضور والا! محسوس تو یہی ہوتا ہے۔"
بادشاہ کو شاید اب بھی نہیں تھا کہ حام خان دہلی میں موجود نہیں
ہے۔ وہ بڑی دیر تک اسی ادھیر بن میں رہا کہ وہ حام خان کے بارے میں کیا قدم
الٹھاتے ہے قطب خان کو بلواتے یا نہ بلواتے ہے ایک طرف تو حام خان اور اس
کی شریلوں سے خوفزدہ تھا اور دوسری طرف بہ شریلوں کی سرائھانی طاقت پریشان

کمرہی ستحی۔

گھنٹوں کے سوچ بچار کے بعد بادشاہ نے افغان امراء کو اجازت دے دی
کہ وہ قطب خان کو بادشاہ کے پاس لے آئیں۔

بادشاہ نے قطب خار کے آئے سے پہلے خوش گلوگاٹے والیوں اور بائیوں
ناپھنے والیوں کو بلا لایا۔ مژرب کے ٹھٹے اور دوسرا ٹھٹے کشی بھی دیں فرم
کر دیئے گئے۔ بادشاہ نے قطب خان کا انتقال کرنے بغیر اسی میں متروع کروئی
ادم غنڈیاں اور رقصاءوں کو حکم دیا کہ ”رقص دسرو دسے بادشاہ کا دل ہٹلایا جائے
نازک اندام، خوبصورت اور پرمیکم لرگیوں اور عورتوں نے جب رقص د
موسیقی کامظاہرہ متروع کیا تو بادشاہ لپٹے آئے اسی میں نہیں رہا۔ اس نے چلا چلا
کر حکم دیا۔ ”کہاں ہے قطب خان؟ اس کو ابھی تک حاضر کیوں نہیں کیا گیا؟ میں حام
خان سے بالکل نہیں ڈرتا قطب خان کو فدا“ حاضر کیا جائے۔ ”
خدمت گار اور حافظ ادھر ادھر بھاگنے دوڑنے لگے۔ افغان امراء کو مطلع
کیا گیا کہ وہ قطب خان کو پیش کر دیں۔

قطب خان دہلی کے باہر ایک معروف افغان کا دودن مہان رہا۔ لور جب
اس کو بادشاہ کی طرف سے اذن باریابی موصول ہوا تو وہ کسی ناعلوم خوف سے کانپ
گیا، وہ بادشاہ سے زیادہ حام خان کی مژارتوں سے خوفزدہ تھا۔ اس نے افغان لڑو
سے کہا۔ ”افغان بھای تو؟“ بی بادشاہ کے پاس جاتا رہا ہوں لیکن تم سب کو میری
زندگی کا صاف من بنانا چاہیئے اگر بادشاہ کی شست خراب ہو اور وہ مجھ کو قتل کر دینا
چلے ہے تو اس وقت تم سب کا یہ رضی ہو گا، کہ بادشاہ کو اس کے بڑے الadel سے
باڑ کھواد مری احجان بچا د۔ ”

ایک افغان امیر نے جواب دیا۔ ”قطب خان! ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے
بادشاہ ملک ہرسلوں سے خوفزدہ ہے اور خوب جانتا ہے کہ اگر تیرے مالکہنہ افغان
یا ذلیل سلوک ہوا تو بادشاہ ایک طرف تو پہنچنے افغان امراء کا افتادہ کھو جائے گا اور دوسری
طرف ملک ہرسلوں کے انتقامی حملوں کا شامہ بن جائے گا۔ کیا بادشاہ میں اتنی ہمت
ہے کہ وہ ان بدترین خطرات کو مول لے؟“

قطب خان کو کچھ کچھ اطہیان ہوا اور وہ افغان امراء کی جیت میں شاید
 محل کے مانے چکیا۔ محل کے صدر دروازے کے دلوں طرف بُرھیوں میں شہنشاہ

تو اڑھنائی بجا رہے تھے۔ دردار سے کے اس پاس پھرے دار تلواریں نیام سے باہر کئے ہوتے تھے۔ اس کے ساتھ افغان امراء جب ان پھرے داروں کے پاس پہنچے تو ان کے افسر نے پوچھا۔ تم میں قطب خان کون ہے؟ اس کو جانے پاس بلاد کے قطب خان سیدہ تلتے ہوتے پھرے داروں کے مردار کے پاس جا کھڑا ہوا۔

پھرے دار افسر نے قطب خان کو محنت غزور سے دیکھا اور پوچھا۔ "حاکم سرحد اسلام خان کا بیٹا قطب خان تھا ہے۔"

قطب خان تیرڑھ لہجے میں بولا۔ "کیا تجھے شہر ہے۔"

پھرے داروں کے مردارتے کہا۔ "میں ایسی تزویقی بات نہیں پہنچھیں اٹھیاں نہ کرنا ہی پڑتا ہے۔" اس کے بعد اس نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا۔ "اس کی تلاشی لے کر اندر پہنچا دیا جائے۔"

قطب خان کی تلوار اور خنجر اس سے لے لئے گئے۔ اب وہ بالکل نہ تھا ہو چکا تھا اس نے شاکی نظروں سے اپنے افغان بھائیوں کی طرف دیکھا۔ ایک افغان ایمر نے تسلی دی۔ "قطب خان! پریشان مت ہو، یہاں کا یہی دستور ہے کہ اگر کوئی محل سراہیں جانا جائے تو اس کے ہتھیار داروں نے ہی پر رکھ لئے جاتے ہیں۔"

قطب خان نے افغان امراء کی طرف دیکھا جیسے پوچھ رہا ہے۔ "بھائیو! کیا یہ افغان ایمر سے کہہ دہا ہے۔"

ایک دوسرا افغان ایمر نے کہا۔ "قطب خان مرد بن، ہم جو یہ سامنہ ہیں۔"

پھرے داروں نے قطب خان کو اپنے ترعنے میں لے لیا اور اس کو محل سراہیں لے جانے لگے۔ قطب خان نے افغان امراء کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا لوگ اندر نہیں جائیں گے۔"

پھرے داروں کے ہمراں نے جواب دیا۔ "میں۔"

اس پر افغان امراء بگول گئے۔ ایک نے کہا۔ "میں تو بادشاہ سلامت نے اس نے طلب کیا تھا کہ قطب خان اور بادشاہ کی بات چیخت کے دردان اس کی مدد کے لئے پاس ہی موجود رہیں۔"

پھرے داروں کے ساتھ مرفوٰت سے کہا۔ "ممکن ہے آپ لوگوں سے بھی

کہا گیا اور یہیں ہی حکم ملا ہے کہ بادشاہ کے حضور قطب خان کو تنہ اپیش کیا جاتے۔

اب قطب خان اندر تھا اور افغان امراباہر، قطب خان اور افغان امراء کو بیک وقت یہ شہر گزرا کہ شاید ان کے ساتھ دھوکہ کیا گیا ہے۔ قطب خان نے بامہ لٹکنے کی کوشش تی مگر ناکام رہا۔ بادشاہی محل کے چھرے دار دل نے اس کو پھر گزرا بادشاہ کے پاس پہنچا دیا۔ اس وقت بادشاہ تریگ بیس تھا، حسن و شباب کے شہپارے اس کے نالذکر پر بیجتے اپنی مسلکہ ہیوں اور دست درازیوں سے بادشاہ کو شراب کے نش سے زیادہ بدمستی کیے ہے رہے تھے۔ اس نے اس عالم میں جب یہ مساکن قطب خان اذن پاریا بی کا طالب ہے!

تو اس کو بہت گران گزرا۔ اس نے نش میں ہر کسی بھکی نظر دی سے اور حرام دیکھتے ہوتے کہ خستہ بھی میں پوچھا۔ ”لوگو! یہ کیسی بد نمائی ہے کہ اس کیف آور دقت میں قطب خان کو بلا لاتے؟“

ایک خدمت گار اور حافظ خاتون نے عرض کیا۔ ”حضور والا اگستائی معاف قطب خان کو آپ ہی تے طلب فریا تھا۔ ورنہ وہ کیوں پیش کیا جاتا؟“
بادشاہ نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ ”اس نے تو میرا مزہ کر کر اگر دیا۔ قطب خان کو پیش کیا جاتے؟“

ددھا قitor اور گرانڈیل خاتون ہمہ رے داریوں نے قطب خان کو بازووں سے پکڑ لیا اور اس عالم میں تقریباً گھینمعتی ہوئی۔ بادشاہ کے پاس تک لے جعلی گھین بادشاہ پھر جہک گیا۔ وہ آنکھیں مل مل کر قطب خان کی طرف دیکھنے کی توشش کرتا سما پھر پوچھا۔ ”تو کون ہے؟ یہاں کیوں آیا؟“

قطب خان نے عرض کیا۔ ”حضور والا آپ مجھ کو پہچان نہیں مہے۔ میں حاکم سرہند اسلام خان مرحوم کا بیٹا قطب خان ہوں اور دلپٹے بھائی ملک ہر سلوں کا ایک خاص پیغام لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔“
”ملک ہر سلوں کا بھائی، اسلام خان کا بیٹا! تو تو بس ایک ہی نظر آہا ہے مجھے! دوسرا کہاں ہے؟“

قطب خان نے عرض کیا۔ ”یہی درخواست ہے کہ حضور جیری ملاقات کی دوسرے وقت پر اٹھا رکھیں، اس وقت میں وہ بات نہیں کر دیں گا جس کے لئے

پس بطور خاص بھی آیا ہوں!“
بادشاہ نے کہا۔ دیکھ بھائی! ملک بھر سلوں سے کہہ دے دہ مجھ پر ظلم
نہ کرے، اب یہ بروامتہ ہیں کر سکتا۔ اس سے کہہ کہ اگر بڑے کیا درکار ہیں تو
یہ ہنرمندوں کی تعداد میں پیش کر سکتا ہوں۔ اگر حکومت کے لئے ملک درکار ہے
تو اس سلسلے میں بھی یہی خدمات حاضر ہیں۔ یہ ملک بھر سلوں کے ساتھ بلال
فتح کر کے اس کے حوالے کر دوں گا۔ اس طرح وہ حکومت کرنے کی خواہش پوری
کر لے گا۔“

قطب خان نے عزیز کیا!“ حضور والا! یہی سے بھائی ملک کا اسلام کو حکومت
سے کوئی دلچسپی نہیں۔ اس نے شاہی اخراج سے مقابلہ پر مجھے جبوری کیا۔ وہ اس
حکومت پر اتنا نادم اور مشتمل ہے کہ اس کی بھوک پیاس اٹھائی۔“

بادشاہ تعدد نہ رہے سے سنبھلے گا۔ اس کی حلق سے آواز اس طرح نکلنے لگی،
جن طرح کسی برق سے انڈیلے جانے والے پانی کی آواز آتی ہے۔ بادشاہ نے کہا یقیناً
ملک بھر سلوں کو یہاں پریشان کر دیا ہوگا۔ قطب خان! یہ اس کو معاف نہیں کر
سکتا۔ یہ اس کو اس کے کیسے کی سزا دوں گا۔“

قطب خان نے بیان کیا۔“ یہاں ملکی۔“ یہ خود بھی حضور کے پاس بھی کہنے
آیا ہوں کہ ملک بھر سلوں یہاں بھائی ہی مہی، مگر اس کو اس کی گستاخیوں اور پیغمبر دین
کی سزا حضور ملنا چاہیتے؟“

بادشاہ نے نشیت میں ادھر کھلی آنکھوں سے جھک کر قطب خان کو دیکھا
بولا۔“ تو زیادہ سمجھیدار حعلوم اوتا ہے تو اُدھر سچا اور کھرا معلوم ہوتا ہے۔ کیا تیرا
بھائی بھر سلوں تجھ پر اعتماد کرتا ہے؟“

قطب خان نے جواب دیا۔“ نہیں، وہ مجھ پر مذرا بھی اعتبار نہیں کرتا۔
اس نے سمجھ سے جیسے ہی یہ کہا کہ میں اس کا ایک پیغام آپ نکل پہنچا دوں یہی
خوار آتیا رہو گی۔ کیونکہ اس طرح مجھ کو اس ماحول سے فرار ہو جانے کا موقع مل
گیا تھا!“

بادشاہ نے کہا۔“ چالاک آدمی۔“ اب تو یہاں بہتے۔ میں تجھ سے کہم کی
وقت بات کر دوں گا اس وقت تو یہی ہمہت معرفت ہوں اور تو بھی سبق کا تحفہ کا نظر
آتا ہے، تو آنام کریں کام کر دوں گا۔“ اس کے بعد فرمان جاری کر دیا۔“ قطب خان کو

شاہی ہمان خانے میں نکھرا دیا جاتے ہے۔

حکم کی دربر تھی کہ قطب خان کو شاہی ہمان خانے میں پہنچا دیا گیا۔ قطب خان کی سمجھی میں یہ بات ہمیں آئی تھی کہ بادشاہ اتنا ہمارد کب سے ہو گیا۔ وہ ملک ہمسلوں کا نام حفاظت سے کیوں لے رہا تھا اس نے یہ بھی سوچا کہ اگر یہ ماں کے حالات اور معاملات یعنیکس تک تو اس کو گلوخانی کس طرح ملے گی؟ وہ یہ ماں سے نکلے گا اس طرح ہادی معلوم نہیں کیا کیا سوچ رہا تھا، اس کی بھوک پیاس، بینہ اور اطینان سب کچھ چھن چکا تھا۔ بھائی ہمسلوں تے اس کوں حیبت میں پہنچا دیا تھا؟

شاہی ہمان خانے میں نصف شب کے بعد قطب خان کو اس کے لگرانے مطلع کیا کہ وزیر الملائک حسام خان اس سے ملتا چاہتا ہے۔

قطب خان سمجھا شاید اس کو بادشاہ نے بھیجا ہے، اس نے جواب دیا۔ "وزیر الملائک حسام خان کو مجھ سے ملنے کے لیے اجازت لینے کی کیا ضرورت؟" کچھ دیر بعد حسام خان پوروں کی طرح اندر داخل ہوا۔ اس نے آتے آتے اسی درود کے اندر سے ہند کر لیے اور قطب خان کو مرگوشی میں محظی کیا۔ قطب خان! تو یہ ماں کیا پیغام لے کر آیا ہے؟"

قطب خان نے جواب دیا۔ "میں کوئی پیغام لے کر نہیں آیا۔ میں اپنے بھائی ملک ہمسلوں سے نڑا ہو کر چلا آیا ہوں۔ یہ نکر میں حقیقت پسند ہوں اور اس پر یقین رکھتا ہوں کہ ہم لوگ بادشاہ سے مٹک لے کر کہیں کے بھی نہیں رہیں گے۔"

حسام خان کی آنکھوں میں غیر معمولی چمک پیدا ہو گئی۔ ہر نہوں پر مسکراہت نہ دار ہوئی، بولنا۔ قطب خان! میرا خیال تھا اسی ملک ہمسلوں کی صحبت نے تجھے بھی خراب کر دیا ہے۔ لیکن تو بلاشب اسلام خان کا فرزند ہے۔ اس کی طرح تر برک اور دانا۔"

قطب خان نے کہا۔ "لوك آپ کی شکست اور ہمسلوں کی فتح سے ہمسلوں اور انقلابوں میں بڑی ہمت پیدا ہو گئی ہے۔ یہاں میں جانتا ہوں کہ یہ عازمی فتح اور درتی خوش بالآخران کی پریادیوں پر ختم ہو جاتے گی۔"

حسام خان قطب خان کی پشت تھپتیپا نے لگا بولا۔ "بیشک خدا نے تجھے

بڑی بصیرت دیا ہے۔ بادشاہ نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں دہلی کے مضافات سے
خروجی جمع کروں اور اس شکر برقرار سے جہسلوں اور افغان ائون کا زور جیش کے لئے لزد
ددن۔ مجھے اس وقت جہاں نہیں ہو ناچالبیتے تھا اور بادشاہ کی اطلاع کے مطابق
اس وقت میں دہلی کے مضافات میں سپا ہیروں کی تلاش میں مشغول ہوں لیکن میں
چورہوں کی طرح یہرے پاس بیٹھا باتیں کرمہا ہوں۔ یہری اس ملاقات کا ذکر بادشاہ سے
ہرگز نہ کرنا۔“

قطب خان نے جواب دیا۔ ”ذکر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں تو یہاں
ملازمت کے لیے آیا ہوں۔“

حام خان نے کہا۔ ”تفہیماً ایک ہفتہ بعد میں یہ میں دہلی میں ہوں گا اور اس
وقت میں جھیٹ کسی اچھے سے منصب پر فائز کر دوں گا۔“

قطب خان نے حام خان کو مستانے کے لیے ایک شوشہ چھوڑا۔ ”حام خان
بہسلوں کی ایک بات ہی مشیش یاد رکھنا۔ وہ آدمی خود مسرا اور بلا کا خود اعتماد ہے۔ وہ کسی
کو بھی لپٹے برابر کا نہیں سمجھتا۔ میں اس کی اس بات سے تمہیں ہوشیار رہنا چاہتے ہوں
کوئی خطرے کی بات نہیں۔“

حام خالک نے انگریز اور دریافتی الٹی سے چکری بھائی اور خوش اور کرہد
”میں اس کی کسی بات سے بھی نہیں ڈستتا۔ میں اس کو وہ سبق و دلیل گا کہ اگر اس کے
بعد نہ نہ رہا تو نہندگی بھر یاد رکھے گا۔“

قطب خان جس طرح آیا اسی طرح چلا گیا اور قطب خان کی نیند بالکل ہی ادا
گیا۔ یہاں کی تودھنا ہی کچھ اور تھی اہد دہ کیا سمجھہ کر آیا تھا۔

* * *

قطب خان ابھی سو کر بھی نہیں اٹھا تھا کہ شاہی خدمت گارخانوں نے اس
کو بیدار کر دیا اور بتایا کہ ”بادشاہ تجھے فوراً ہی طلب کر رہا ہے۔“

قطب خان جس حال میں تھا اسی میں افتاؤ و خیز اُن بادشاہ کے دربار میں
پہنچ گیا۔ اس وقت بادشاہ لپٹے ہو ش دوسرا میں تھا۔ اس نے اپنی جگہ پر کھڑے ہو
کر قطب خان کی پیڑی رکھی تھی اور کہا۔ ”قطب خان! میں تجھے اپنا معمتم رخصاں بنانے
لوں گا، انہیں نے تجھے میں جواہر صاف دیکھئے اور حسرس کیے ہیں اگر میں اور

نمیں ملتے ہیں

قطب خان سے کچھ اور باتیں ہوئیں اس کے بعد بادشاہ نے تالی بجا کر
تخلیہ کا حکم دیا۔ کچھ دیر بعد بادشاہ اور قطب خان کے علاوہ تیسرا کوئی شخص نہیں
نظر آیا۔ جب بادشاہ کو اچھی طرح یہ یقین ہو گیا کہ ان دونوں کے درمیان تیسرا کوئی
شخص بھی وہاں موجود نہیں ہے تو بادشاہ نے قطب خان سے آہستہ سے پروچھا
”قطب خان! میں نے کل متوجه ہوئے تو باتیں کی تھیں ان پر سننی گئی سے کچھ بھی
نہ سوچنا، وہ ساری فضنوں باتیں کی تھیں۔ اصل باتیں تو آنے اور اس وقت
ہوں گی۔“

قطب خان نے عرض کیا۔ ”حضورِ الائکیا فرمائے ہیں، میں سمجھا نہیں۔ اگر
بات کو صاف کر دیا جائے تو مجھ کو بات کرنے میں آسانی ہو جائے گی۔“
بادشاہ نے اور اور اور شک کی نظر وہیں سے دیکھ کر قطب خان سے پوچھا
”میرا فرزند ملکہ ہم سلوں کیسا ہے؟“
قطب خان نے شک دشہ سے جواب دیا۔ ”اچھا ہے، حضور کو سلام
کہلایا ہے۔“

بادشاہ نے جواباً ”عنیکم السلام کہا اور یہ اختیار ہم سلوں کو دعا یافت دینے
لگا۔“ قطب خان! میں تجھ سے پچھے کہہ رہا ہوں کہ میں ملک ہم سلوں سے بہت
زیادہ متاثر ہوں۔ اگر ہم سلوں جیسے لوگ میرے پاس آجائیں تو اس ملک ہر قوم افغان
کا کوئی جواب نہ ہو گا اور ہزار دنی اور اعلیٰ منصب پر تم ہی لوگ نظر آدے گے۔“

قطب خان نے عرض کیا۔ ”بجا فراہیا حضورِ اللئے، میکن اس سے پہلے اعتماد کی فضایاں میدا
کی جائی چاہیے میری قوم اس غلط یعنی کاشکار ہو گئی سے کہ بادشاہ ان کا دشمن ہے۔
بادشاہ نے جواب دیا۔ ملک قطب خان! میری قوم اور ہم سلوں کے ساتھ
میری طرف سے جو کچھ بھی ہواں کا زرہ دار حرام خان ہے۔ اسی شک حرام نے بھے
تیری قوم اور ہم سلوں کی نظر میں خوار کر دیا ہے میں اب میں اس انہیں ہونے دوں گا۔“
قطب خان چکر میں تھاکر پر معاملہ کیا ہے؟ بادشاہ کی باتیں کل کے مقابلے
میں متضاد تھیں۔ وہ سورج رپا تھا کہ معلوم نہیں کیلئے کی باتیں درست تھیں یا آج کی
بولان حضورِ والا! جیسا کہ میں نے ابھی! اسی عرض کیا تھا کہ قوم افغان اور آپ کے
درمیان جو قلطانیاں پیدا ہو گئی ہیں، پہلے انہیں دوسرے ہونا چاہیے اس کے بعد کچھ اور

سوچا جائے ہے

بادشاہ نے کہا: دیکھ قطب خان بھیری کل دالی یا توں کو تو بجلاد سے،
دو نصیل یا تین تھیں میکن آج ہم دندنوں میں جو باتیں ہوں ہی ہیں، یہ درست اور
قابل اعتبار ہیں۔ پھر کچھ دیر چھپ رہ کر چھا: اچھا ایک بات تو بتا۔ تیرتیرے
پسے بھائی ملک بہلوں پر کتنا اثر ہے؟

قطب خان نے جواب دیا: بہلوں میری بڑی عزت کرتا جے اور میہان
ٹک کر دے کسی حد تک میری ناجائز اور غلط باتیں نک مان دیتا ہے۔
بادشاہ نے کہا: اگر بات ہے تو مجھ سے ایک کام لوں گا:
قطب خان بادشاہی صورت دیکھنا چاہتا تھا میکن اتنی بحث نہیں کر پا رہا
تحاں آہستہ سے کھا۔ حضور دلا: ایک ہی کام پر کیا موقوف، آپ مجھ سے دس کام سے
سکھے ہیں؟

بادشاہ نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ میں بہلوں سلطنت آنائی بند کر کے
مفاہمت کر دیں میکن یہ ہو تو کس طرح؟

قطب خان نے دیکھا بان میں عرض کیا کہ حضور دلا: اس تاہیز کی سمجھ میں
آپ کی پاتیں پانکل نہیں اوری ہیں، ایک طرف تو آپ اسے فندس المآل حام خان
کو دہلي کے مضائق میں اس سے روانہ فرمادیتے ہیں کہ دہلی سے ایک لشکر جو اہ
میا کر کے اندازوں پر فیصلہ کرن چڑھاں کر کا جائے اندھلک بہلوں کی قوت ہمیشہ
ہمیشہ کے لئے پاہد پاہد کر دی جائے۔

بادشاہ ایک دم سنجدید ہو گیا: مجھ کو یہ بات کہاں سے معلوم ہوئی کہ میں
نے حام خان کو دہلی کے مضائق میں فوجی اکٹھا کرنے کے لئے مجھیجا ہے؟
قطب خان نے جواب دیا۔ حضور! اس سوال کو آخر میں کر لیجئے جو ابھی تو
آپ میری قوم کو یقین دلائیں کہ آپ ان کے دہمن نہیں ہیں۔

بادشاہ نے کہا: میں نے افغان امار سے جیسے ہی یہ خبر سنی کہ تو میک
بہلوں کا کوئی خاص پیغام سے گریسرے پاس آ رہا ہے میں نے حام خان کو فوجی
اکٹھا کرنے کے بھانے دہلی کے ہاہن سچ دیا۔ میر کھ میں جاتا ہوں کہ حام خان یہ
نہیں چاتا کہ میں تیری قوم اور بہلوں کی طرف مفاہمت اور دوستی کا اٹھوڑھا اور
قطب خان کی سمجھ میں اب چند یا تین یقینی طور پر آگئیں تھیں نلات

حام خان جس انداز میں اس سے ملاقات ہوا اور پھر یہ جانتے کی کوشش کی تھی کہ وہ بہلول کا کیا پیغام سے کر آیا ہے یہ ساری یادیں زیادہ بادشاہ کو پتچار ارادے دیجی تھیں۔ قطب خان نے عرض کیا: میرا بھائی بہلول حام خان سے نفت کرتا ہے وہ اس کو نالائق اور ناابل کہتا ہے اور اس کا خیال ہے کہ جب تک حام خان کے پاس رہے گا، بہلول اور قوم افغان حضور پر اعتقاد نہیں کر سکتی:

بادشاہ نے حاجزی سے کہا: لیکن میں نے بھی یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ میں

بہلول اور اس کی قوم کا اعتماد بہر حال اور بہتر قیمت حاصل کر کے رہوں گا۔ میرا بھائی قطب خان نے ٹھایت محتاط ہے جبکہ میں تذکر کر گر کھا۔ میرا بھائی ملک بہلول اور میری قوم بادشاہ سے مقاہمتوں کے خواہیں متعدد ہیں اور مدد چاہتے ہیں کہ اپنی زندگیان بادشاہ کی تخدمت اور فرستہ میں گزار دیں، مگر جب وہ یہ سوچتے ہیں کہ ایسا ہونا تقریباً ناممکن ہے تو، ہبہت ماہوس اور افسردار ہو جاتے ہیں:

بادشاہ کے چہرے پر بناشت اور تازگی پیدا ہو گئی، مضطربان کہا: اس دنیا میں سب کچھ ممکن ہے اگر تیر سے بھائی بہلول اور تیری قوم کے بوکوں کی یخواہیں ہے کہ میرے قریب رہیں اور میں ان سے کام لوں تو یہ ایسی شکل اور ناممکن خواہیں توڑتیں میں انہیں سہرقت خوش ہے آمد یہ رہ کر کوتیاں ہوں:

قطب خان نے تذکر کر عرض کیا: لیکن میر سے بھائی بہلول کا خوال ہے کہ جب تک حضور کے پاس حام خان موجود ہے ایسا نہیں ہو سکتا:

بادشاہ نے فوراً تجویز پیش کی: ملک بہلول اور تیری قوم کی ندیتی حاصل کرنے کے سے میں حام خان کو فریر الملک کے منصب سے علیحدہ کر سکتا ہوں:

قطب خان نے پس و پیش سے کہا: ملک بہلول اس سے نیاداہ کچھ چاہتا ہے کیونکہ وہ کہتا ہے کہ حام خان فریر الملک میں یا انہوں سے اس کے املاک اور صرداریوں کے اثرات کبھی بھی حضور اور ملک بہلول سے دیکھیاں کریں گے اور یہ اثرات کبھی بھی حضور اور ملک بہلول سے باخت بنت جائیں گے۔

پادشاہ نے ذرا ایز آواز میں کہا: قطب خان! جب میں یہ کہتا ہوں کہ مجھے بہلوں اور تیری قوم کی دشی ہر شے سے بڑھ کر عزیز ہے تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ میں اپنے اس مقصد کے لئے بڑی سے بڑی تحریک دیتے گوئیا رہوں؟

قطب خان نے عرض کیا جحضور والا! یہ میری خواہش نہیں ہے، میں تو پہنچا بھائی بہلوں کا قاصد ہوں، اس تے مجھ کو جو سیفِ ام دیا ہے میں اس کو نصیحت دیانت داری سے کم سے کم نظر میں ساری گئے ساتھ حضور کے گوش گزار کر دینا چاہتا ہوں؛ پادشاہ نے بے چینی سے کہا: قطب خان! تو یہ لامجہ بات کو طول دے دے ہے، جو کچھ کہنا چاہتا ہے نہما کہ میں ہیرے صبر انہ بروایات کا استھان تو نہ لے: قطب خان نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور عرض کیا: ملک بہلوں کہتا ہے کہ اگر حضور حام خان کو قتل کر دیں اور اس کی جگہ حبید خان کو نہ میر الملک بنادیں، کوہہ حضور کے دربار سے دایتی کو اپنی عزت افزائی سمجھے گا اور اس کے ساتھ میری قوم بھی میہبیں ہلی آئے گی:

پادشاہ سوچ میں پر گیا قطب خان کن انکھیوں سے پادشاہ کے چہرے اور حرکات و سکنات سے یہ اندازہ گرفتے گا کہ اس کی بات کا کیا ارزش عمل ہوا۔ کچھ دیر بعد پادشاہ نے اپنا سر جھکایا اور سآہست سے کہا: قطب خان! جا اور ملک بہلوں اور اپنی قوم کو یہ خوش خبری ستار سے کہ پادشاہ اس قسم پر بھی ان کی روزستی خریدیتے گوئیا رہے ہے؟

قطب خان نے سرد ہمراہی سے عرض کیا: ظلِ اللہ! آپ کو میرے بھائی ملک بہلوں کی طبیعت کا علم نہیں ہے اس نے مجھ سے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ میں جب حضور کے اس سے واپس جاؤں تو میری جھوٹی میں پادشاہ کا تھعن دعده پڑا ہوا نہ ہوا اس نے مجھ سے کہہ دیا تھا کہ قطب خان: الگ تیری جھوٹی میں بھی حام خان کا مرم مل گیا تو میں یہ سمجھ لوں گا کہ میں پادشاہ کی ضخت اور قربت میں رہنے کا اہل فرار شے ریا گیا ہوں، درز میں بالوں ہو جاؤں گا!

پادشاہ پھر تھپ ہرگیا اور بڑی دیر تک سوچتا رہا، آخر بولا: اچھا بقیہ ایتیں کل ہوں گی۔ میں تھجھ کو کل سچھ طلب کر دیں گا اور امید ہے کہ کل میں اپنا دعده پیدا کر دیں گا اور تیری جھوٹی میں دفعتے ڈال دی جائے گی جو تیرے صندی بھائی

سلک بہلول کو در کار ہے:

قطب خان شاہی ہمان خلنتے ہی پہنچا دیا گیا۔

دوسرا دن بادشاہ نے بخوبی نماز کے بعد ہی قطب خان کو طلب کر لیا
بادشاہ نے جس دین عرض کمرے میں قطب خان کو بلا یا تحفہ اپاں ابھی
نک اندھرا تحفہ اور چھٹی روشی میں رات کا سامان ہادی تھا۔
بادشاہ کے ہمراں بھتی بندھی ہوتی تھی اور اس کے لیئے کے اتناز سے صاف
پڑھلے اتحاک دہ مر کے درد میں بدلتا ہے۔ دو خوبصورت کمیزیں اس کا امر دیا
ہوئی تھیں اور دو پاؤں دیانتے میں مشعل تھیں۔ چار دائیں یا میں کھڑی بادشاہ
کو حکم کی منتظر تھیں۔ بادشاہ کو اپنا تحفہ قطب خان یہ سامان دیکھ کر دیگا اس نے
سرچا گہیں بادشاہ اس سے بہم تو نہیں ہے۔

بادشاہ نے قطب خان کو اشارے سے اپنے پاس بلایا قطب خان
اس کے اتنا قریب پہنچ گیا کہ ندوں کے درمیان اس پانچ حصہ قدم کا بعد حائل تھا۔
بادشاہ نے تھنی سے کہا: "تو اتنی مدد کیوں کھڑا ہو گیا، میرے قریب کیوں
نہیں آتا؟"

قطب خان دو قدم چل کر بادشاہ کے ادنقریب ہو گیا۔

بادشاہ نے کہا: "کچھ ادنقریب:

قطب خان مقدم اور بڑھ گیا۔ بادشاہ نے پھر کہا: "قطب خان، میری
سہری کے پاس تک آجائ، آخر تھنی مدد کیوں رکا جا رہا ہے؟"
قطب خان بادشاہ کی سہری سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔ بادشاہ نے کہیں دن کو
حکم دیا کہ باہر چلی جائیں اس کو تحملیہ درکار ہے۔

کہیں بی روسی طرف چلی گیئیں۔ بادشاہ نے کچھ دسم سے کر کھانا مژدع کیا:
قطب خان ارادت میں بڑی دیر تک تیر سے بھاٹی مکہ بہلوں کی شرط دستی پر
خود کرتا اپا، میری سمجھ میں نہیں آتا کیا فہصلہ کروں؟"

قطب خان نے عرض کیا: "طلی اللہ! اگتا خی معاف قطع کلامی پرمعدن تھا
ہوں کیا میں یہ پوچھنے کی جرأت کر سکتا ہوں کہ آپ میرے بھانی بہلول کی کس
شرط دستی پر دفاتر بھر غور فرماتے رہے؟"

بادشاہ نے چیزیں بھجیں ہو کر کہا: "اور سے قطب خان! یہ سمجھے ہو گیا گیا

ہے؟ کیا تو نے کل مجھ سے پہنچیں کہا تھا ملک بہلوں میرے دعے کی جگہ
تیری جھوٹی میں حام خان کا سر دیکھنا چاہتا ہے؟

قطب خان نے جواب دیا: یہ خلک میں نے یہ کہا تھا میکن اس وقت
مجھ سے یہ دعہ کہ لیا تھا کہ میرے بھائی ملک بہلوں کی شرط پوری کرو جائے گی
اور یہ کہ آپ بہلوں اور میری قوم کی دوستی ہر قسم پر خریدنا چاہتے ہیں۔ اور جب
چاری طے پانچی تھی تو پھر حضور ماتھر کرس مسئلے پر غور فرماتے رہے اور اس کا
اجی ہمک کوئی فیصلہ نہیں پوسکا اور حضور کے تصریح دو دسیا ہوگا:
بادشاہ اٹھ گری سیئے گیا۔ ذہن پرندہ دیتے ہوتے گیا: داشتی یہ مسئلہ تو کل
ہی طے پڑھ کا، پھر میں نے مجھ کو آج کیوں بنا یا تھا۔ مجھے آج میں ملائیں ملاقات
کا دعہ دیا کیا تھا؟

قطب خان نے جواب دیا: یہ بات تو حضور ہی کو معلوم ہونا طے ہے۔ میں
حضور سے کل ہی پوچھ سکتا تھا کہ مجھے دو بارہ کیوں طلب کیا جا رہا ہے میں یہ سوچ
کر چک ہو رہا اور بادشاہ سے میوال و جواب کرنا گاتا ہی میں داخل ہے؟
بادشاہ ہنسنے لگا۔ قطب خان! تو اپنے باب اسلام خان جیسی پاتیں کر لیتا
ہے تو تجھیں اب بھگ کریے فیصلہ کرنے ہے کہ تیرے بھائی ملک بہلوں کی مطلوبی اور
مشروطت شے کب تیری جھوٹی میں ڈال دی جائے۔ اور تو ماپس چاکر اس شے کے عوض
ملک بہلوں اور اپنی قوم کوئے کہ میرے پاس چلا آئے۔
قطب خان نے عرض کیا: جی بندرہ پرورد اب میں ایفائے عہدہ کا منتظر میں
بادشاہ نے پوچھا: مذہر الملک حام خان کے منصب پر فائز کس کو
کیا جائے گا؟

قطب خان نے جواب دیا: میرے بھائی بہلوں نے اس مسئلے میں
حمد خان کا نام بنا تھا:

بادشاہ نے تذبذب کئی بھی میں کیا؟ باب حمید خان بھی اچھا اوری ہے،
زیر ک وہیں، دانا دینا۔ دہ بگرا آدمی نہیں ہے۔ پھر تو چاہا: قطب خان! میں تجھ سے
مشورہ لیتا ہوں۔ یہ بتا کر حام خان کو قتل کرنے کا جواز کیا پیش کیا جائے؟

قطب خان نے جواب دیا: یہ کوئی مشکل مسئلہ نہیں ہے اس کا جواز میں
فرماہم کر دوں گا:

پادشاہ نے بے چنی سے کچاہ تو میں، دیر کیوں، فوراً بتائے
قطب خان نے پوچھا۔ ان دونوں حسام خان پے کھان کیا اس کو بلوایا
جا سکتا ہے؟

پادشاہ نے جواب دیا: وہ تو میں تجھ کو پہلے ہی بتاچکا ہوں کہ تیرتی
آحمدور ملاقات میں حسام خان کو قدر رکھنے کی عرض سے میں نے اس کو فوجوں
کی فراہمی کے بہانے دہلی کے مضائقات میں روائز کر دیا تھا۔

قطب خان نے پوچھا: اگر پادشاہ کے ملاز میں میں کوئی ایسا بھی
ہو جو پادشاہ کا حکم نہ مانتے اور حکم عدوی کرے تو حضور اس کو گیا سزا
دیں گے؟

پادشاہ نے جواب دیا: ”دہ باغی اور عذر سمجھا جائے گا اور وابد القتل
ٹھہرے گا۔“

قطب خان نے عرض کیا: ”تو حضر حسام خان بھی باغی اور عذر ملے ہے، اس
نے پادشاہ کا حکم نہیں مانتا ہے۔ اس نے حکم عدوی کی ہے۔“

پادشاہ نے پوچھا: ”اس کا بیوی؟“
قطب خان نے جواب دیا: ”حسام خان اس وقت بھی دہلی میں ہے اور
دہلی کے باہر ایک دن کے لیے بھی نہیں گیا۔ میں اس کا ناقابل ترمید شہر پیش
کر سکتا ہوں۔“

پادشاہ نے کہا: ”قطب خان! اگر تو سچا ہے تو گویا تو نے میری مشکل آسمان
کر دی۔ بخدا تو اس لائق ہے کہ حسام خان کی جگہ تجھ کو فیر المأمد بنا
دیا جاتے۔“

قطب خان نے جواب دیا: ”بنڈا پر مدد میں اپنے بھائی بہسلول میں نیا لو
لاتیں نہیں ہوں۔ اس کی موجودگی میں میا کسے وزیر الملائک میں سکتا ہوں۔ اور پھر
کسی مقتول کی قائم مقامی میں اپنیلیتے ناپسند کرتا ہوں۔“

اس کے بعد قطب خان نے حسام خان کی شاہی مہمان خلقت میں خفیہ آمد،
ملقات پائیں اور درسری تفاصیل پادشاہ کے گوش گزار کر دیں۔ پادشاہ کی آنکھیں
کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ اس نے پیشانی پر بندھی ہوئی پیٹی اتار کر چینک دی اور خوش
ہو کر کہا: ”قطب خان! اب میں بالکل ٹھیک ہوں۔ میں تجھ کو زہست پھر دوں گا۔“

میں تجوید کو اور شاہی مہان خاتمے کے نگران کو جیسیں کہیں چھپا ددیں گا اور حسام خان کو بلوکر بائیں مشروط کر دوں گا۔ میں اس سے پڑھوں گا کہ اس نے اتنے دوں نہ لٹک کیا کیا۔ ظاہر ہے وہ غلط بیانی سے کام میں گا، جب وہ اپنی کہہ چکے کا تیریں تائی بجا کر تم ددوں کو طلب کر لیوں گا۔ اس وقت حسام خان کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ وہ مکافات عمل کا شکار ہو رہا چکا ہے۔ اور میں اسی وقت اس کو قتل کر دوں گا۔ باشدہ ترینگ میں اتنا۔ اس نے قطب خان کی موجودگی کی پرداہ کرنے کے لئے کینز دل کو طلب کر لیا اور حکم دیا کہ قطب خان کو رقص درود سے خوش کرنا جائے کیونکہ اس وقت یہ سب سے تیادہ معذرت مہان ہے ॥

باشدہ کے حکم پر شاہی دربار سے والبته نامور مقنیاں اور رکاصاں کو طلب کر لیا گیا۔ باشدہ کا انگ انگ خوش تھا۔ اس نے قطب خان کو میر محظی بننا کے لیک مخصوص جگہ پر مختاری دے گا اور بیکوں کے سوارے اس طرح بیٹھ گیا۔ جس طرح کوئی خود مختار حکمران بیٹھے سکتا ہے۔ باشدہ اپنی جگہ لیتا ہے۔ رقص درود کا طائفہ قطب خان کے سامنے اپنے فن کا مظاہرہ کرنے لگا۔ باشدہ اس سے الاتعلق رہا۔ کوئی اس کا اس مغل سے کوئی داسطہ ہی نہ تھا۔ قطب خان کو اپنی اور اپنی قوم کی قدر و قیمت کا اندرازو ہو رہا چکا تھا۔ وہ باشدہ کی پردہ جیکے بغیر نایج گاتے سے لطف اندر ہوتا رہتا ہے۔ اس نے رقص میں مشغول رقصہ کو اپنے پاس آتے دیکھا تو اس کا ہاتھ پکڑنے کی کوشش کی مگر ہر پار رقصہ دھنیا ہر فی کی طرح پھرتی سے پیچھے ہٹ کر خود کو بچا لیتی۔

باشدہ کے اندگرد موجود کینز بیانات قطب خان کو روشنک وحدت سے دیکھ رہی تھیں اُنہیں اتنے لہ ہو چکا تھا کہ جلد پر اس افغان لنجوان کو باشدہ کی طرف سے کوئی بڑا منصب حلنے والا ہے۔

خلوت کی ہات جلوت میں پیغام گئی اور قطب خان کا ذکر شاہی محل کے باہر گھی اُنے لگا بیہ خبریں لیں گے جو پریش حام خان کے کالونی میں بھی پیغام گئیں۔ وہ غمہ نہ تو تھا اہمی ان خبروں نے اس کو خوفزدہ اور پریشان بھی کر دیا۔ وہ اسی وقت باشدہ کے پاس پہنچ چاہتا تھا ایکن فرستہ تھا۔

شام کو جبکہ فضاؤں میں پہنچتے ہیں پرہنسے ایکرے کے پیغام جہش دروں کی شکل میں

محروم پرداز تھے اور ان کے اٹتے کا اندر ان ملازمین جیسا تھا جو دن بھر اپنے تھنڈے منصبی
انعام دے کر تھکے ہائے اپنے گھروں کو جا رہے ہوں یا ان طالب علموں کی درج جنہیں
دن بھر کی پڑھاتی کے بعد جمعیتیں تھیں اور وہ اپنے اپنے گھر کا رخ کئے ہوں۔ حام خان
اندر سے نکل کر حسن بن آغا یا اور آسمان کی طرف دیکھتے لگا۔ اسے پرندوں پر شک
آسمان تھا جو کسی کے ملازم نہیں تھے جو کسی کے حکم کے تابع نہیں تھے اور جنہیں کسی
بادشاہ کا خوف نہیں تھا ایک فضاؤں میں مرضی کے مطابق محروم پرداز ہبنا کتنی عوش
فہمتی کی بلکہ تھی۔

اندھیراً اگر ہنسے لگا۔ مغرب کی اذان نے اس کو جھنکا دیا۔ عصر کے دھنوا
سے مغرب کی شانزادی کی اور ایک بار پھر مغربی افق پر رنگ برینی تصنیف کا نظارہ
کرنے لگا۔ جنہیں دُور سے بیرونیتے والی چڑیوں کی چھپا بست کا شورستائی دے رہا
تھا۔ اس عالم میں حام خان کے خدمت گارنے اس کو مطلع کیا کہ بادشاہ کے ہر کاروائی
بادشاہ کا یہ سیغام لے کرتے ہیں کہ اگر حام خان داپس آگیا ہے تو قوراً بادشاہ
سے ملاقات گرے کیوں نہ بادشاہ کو کسی اہم معاملے میں اس سے مشورہ لینا
بے۔

ایک نئے کرنے اس کے بھی میں آیا کہ جانتے سے انکار کر دے اور
شاہی ہر کاروں سے کھلوادے کر حام خان ابھی داپس ہیں آیا میکن پھر
یہ سورپ کر مکن ہے یہ معامل قطب خان ہی سے تعلق رکھتا ہے اور بادشاہ
اس کو نھکانے لگاتے ہی نکر میں ہیں اس نے بادشاہ سے ملاقات گرنے
کا فیصلہ کر لیا۔ اس نے خدمت گار سے کہہ دیا کہ ”شاہی ہر کاروں سے
کہہ دو میں داپس آگیا ہوں اور اسی وقت بادشاہ کی نہیا مرت کو حاضر ہوتا
ہوں۔“

شاہی ہر کار سے اس وقت تک حام خان کے در بر موجود رہے
جب تک کہ حام خان در بار جلنے کے لئے تیار نہیں ہو گیا۔ حام خان
دہ باری لباس پہن کر بارہز کلا۔ خدمت گار گھوڑے کی پہلے، ہی سے کھڑا تھا
گھوڑے پر سوار ہو کر شاہی ہر کاروں کے ساتھ بادشاہ کے پاس روانہ ہو گیا۔
شاہی محل کے ایک گوستہ میں بادشاہ نے اُس کا پر تکاں خیر مقدم
کیا۔ ایسا پُر جوش اور پُر پاک کا اس سے پہلے کبھی بھی نہیں کیا گیا تھا۔

بادشاہ نے آگے بڑھ کر حام خان کو مجھ سے لگایا۔ بولا: بخدا
حام خان! تیری صدم مسروپی ہیں، میں خود کو شناہنما محسوس کر رہا تھا اور
کسی بارہ میرے بھائی میں آیا کہ مجھ کو والپس بلواؤں میکن وہ کام بھی ضروری تھا اس
اس لئے برواشت سے کام لیتا رہا۔

حام خان نے پوچھا: حضور کو میری یاد اتنی شدت سے کیوں آقی رہی
اس کی کوئی خاص وجہ ہے؟

بادشاہ نے جواب دیا: "ہاں اس کی ایک خاص وجہ ہے۔
تجھ کو شاید معلوم نہیں کہ ان دنوں باعثی بہسلوں کا بھائی
قطب خان اپنے بھائی کی سفارت پر آیا ہوا ہے۔ بہسلوں نے یہ پیغام بھیجا ہے کہ
سرمند کی حمد و حکومت پانچ پت سے لاہور کی سرحدوں تک تیم کی جائے۔ اگر
بادشاہ نے اس کی یہ بات شعافی توجہ کے لئے تیار ہو جائے۔ میداں حلگیں
آخر کار اس کا فیصلہ ہو جائے گا کہ بہسلوں پتے مطابق میں حتی بجانب ہے یا
بھوٹاں۔"

حام خان نے پوچھا: تو حضور نے اس کا کیا جواب دیا؟
بادشاہ نے جواب دیا: قطب خان کو حباب میں نہیں، لورے گا۔
میں تو تیری کوششیں کے نتیجے کے انتظار میں تھا، میں نے قطب خان پر
ضرورت سے زیادہ توانی تھیں تھیں اور اس کو شاہی محکمان غلطی میں ٹھہرا دیا۔
اور شاندار ضیافتیں دین تاکہ وہ خوش نہیں میں تیرے کتے تک رکامہ ہے:
حام خان نے خوش ہو کر کہا: تو اب میں آچکا ہوں۔ حضور کی
فرماتے ہیں؟

بادشاہ نے کہا: اب تو مجھ کو یہ بتا کہ مجھ کو پتے مقصد میں کہاں
تک کامیابی حاصل ہوئی ہے؟

حام خان نے جواب دیا: میں نے دہلی کے مضائقات میں قدر
نہ کر تک آدمی پچھوڑ رکھے ہیں اور خود بھی خاصے ذریح جمع کر چکا ہوں۔ اللہ نے
چاہا تو بہسلوں کی قوت کو یاد رہا کہ دیا جائے گا۔

بادشاہ نے خوشی کا اظہار کیا، بولا: حام خان! مجھ کو مجھ سے ہی
آئیہ تھی اب تو یہ بتا کہ ہم بہسلوں پر کب تک شکر کشی کر سکیں گے؟

حام خان نے جواب دیا: بس دو تین ماہ بعد!

بادشاہ نے مسند بن کر کہا: دو تین ماہ زیادہ ہیں؟

حام خان نے عرض کیا تھا وہ تو میں نے انماز سے سے مدت پتائی
ہے دفعہ شاید ماہ ڈی جون ماہ میں ہی ہم اس لائق چو جائیں کہ بہلول اور افغان
تو مگر کچل کر رکھ دیں گے ॥

پادشاہ نے پھر منہ بنایا، کہا: ماہ ڈی جون ماہ بھی زیادہ ہے:
حام خان نے اور اصلاح کی: اگر حضور گواتی ہی جلدی ہے تو میں پندرہ
دن کے اندر اندر پرہنڈر پر حلہ کرنے کے لائق ہو جاؤں گے:

پادشاہ نے منہ بنایا: حام خان! پندرہ نوٹ بھی بہت ہیں ॥
حام خان نے بھبھری ظاہر کی: جہاں پناہ! پندرہ دن کی قلیل مدت
میں کمی کرنا ناممکن ہے۔ اگر حضور سے سمجھتے ہیں کہ دہلی میں کوئی ایسا شخص بھی ہے
جو پندرہ دن سے کم کی مدت میں بھی کمی کر سکتا ہے تو حضور کو موشرہ دوں گا اس
سے کام لینے میں مصائب نہیں۔ میں یوں بھی بہت تحکم چکا ہوں اور اب آمام کرنا
چاہتا ہوں ॥

پادشاہ زور زور سے پہنچے ہوئے تو نے سچی بات کہہ دی جدید
بہت خوش ہوں۔ اب تو آمام کرنا چاہتا ہے کیونکہ بہت تحکم چکا ہے۔ میرا بھی رہی
خیال ہے کہ تو بہت تحکم چکا چھاپ تھے کو واقعی آمام کرنا چاہیے ایسا آمام کہ اس
کے بعد کوئی تیر سے آرام میں مخل نہ ہو سکے میں نے تبری جنگہ سعید خان کا انتخاب
کر لیا ہے ॥

حام خان بہت زیادہ پریشان ہو گیا۔ پادشاہ کی یادوں سے چھل
فریب اور مکر کی گواہی سنی۔ ابھی وہ کسی نینتے پرہیں پہنچا تحاکہ پادشاہ نے تائی
بجا گئی۔ تائی کی آدا نہ پر ایک محدث کمرے کا پردہ اٹھا اور پردے کے پیچے سے تیس
آدمی بیک وقت سوراہ ہوتے سعید خان، قطب خان اور پادشاہ ایمیران سر اکنگراں
حام خان تیسون کو ایک ساتھ نہروار ہوتے دیکھ کر ساری بات سمجھ گیا۔ انتیا کرتے
ہوئے کہا: جہاں پناہ! مجھے معاف کر دیجئے۔ میں شرمند ہوں ॥

پادشاہ نے پوچھا: حام خان! انہوں کس بات پر شرمند ہے جسے نہ
بتا۔

سعید خان جھک کر کوئی نہ سچا لایا۔ پادشاہ نے کہا: میرے پاس آج چھینہ تھا
حام خان کی سفارش پر آج نے تو دنہیر الملاک ہے سلطنت دہلی کا حام خان کے

پاس چاکر اس کا شکریہ ادا کر، کیونکہ اب تو جو کچھ بنتے تھے اس میں بنیادی آدمی حام خان ہے:

حام خان نے جواب دیا: پادشاہ سلامت! میری پابت اگر کوئی فیصلہ کر لیا گیا ہے تو مجھے اس سے مطلع کیا جائے تاکہ میں اپنے اصلاح کر سکوں:
پادشاہ نے یہ بیک گرم ہو کر کہا: اور جو ہے، اب تو اپنے ہم سے پر کس طرح قائم رہ سکتا ہے۔ تو نے اپنا اعتبار کھو دیا۔ کیا تو قطب خان اور شاہ ہی ہماں خانے کے ہمراں کو بخٹلا سکتا ہے؟

حام خان نے عرض کیا ہے: نہیں ہرگز نہیں جہاں پناہ!

پادشاہ نے کہا: کیا یہ غلط ہے کہ تو ایک دن کے لئے بھی دہلو کے باہر نہیں گیا اور تو نے جو کچھ بھی کچھ سے کہا ہے اس میں جھوٹ ہی جھوٹ ہے؟
حام خان کی آنکھوں تک اندر چڑھا گیا۔ پادشاہ نے حمید خان سے کہا۔
”حمید خان! آج نے تو وہ زیر الملک ہے اور یہ منصب کچھ کو ملک بھیسلوں کی مفلاش پر عطا کیا جا رہا ہے، اگر کبھی موقع ملے تو بھیسلوں کا شکریہ ضرور ادا کر لیں۔“
حمدی خان نے عرض کیا: حضور والائی پدایتوں پر قلعی عمل کیا جائے گا?
حام خان پادشاہ کے قدموں میں گزیا، بولا: پادشاہ سلامت رحم ہے
معاذ کر دیجیے!

پادشاہ نے جواب دیا: ابھی ابھی میں نے تیری خواہیش پر تجھے تیرے
منصب سے بیکروٹ کر دیا اور اس میں تیری دوسرا خواہیش بھی پوری کر دیں گا.
یعنی یہ کہ سچھ کو آدم کرنے دریافتے:

حام خان اچانک تنگ کھڑا ہو گیا، بولا: میں جانتا ہوں کہ یہ سب کس کی ایمار پلارکس کی خوشی پوری کرنے کے لئے کیا جامائے ہے؟ اس کے بعد اس نے قطب خان کی طرف دیکھیا: تیری تھی ہے، جو پادشاہ کو ایک مخلص، دقادار اور نیک خوار سے محروم کر رہا ہے، پھر پادشاہ سے کہا: میں جانتا ہوں کہ آپ نے جو نیہلہ کر لیا ہے اس کو پہلانہ نہیں جا سکتا۔ یعنی میں پادشاہ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس نے اپنے ایک جان نثار مخلص اور مذکور انسخ خادم کے عرض جن لوگوں کی دلکشی حاصل کی ہے، وہ بالآخر صراحت نابت ہو گی، پادشاہ نے اپنی سلطنت قطب خان کے ہجانی بھیسلوں کو دے دی کیونکہ میں ہی وہ شخص ہوں جس کے پارے میں

بہلول کی یمناے رہی ہے کہ جب تک حام خان دنیمملک

ہے بادشاہ محمد شاہ اور اس کی حکومت برقرار ہے:

بادشاہ سٹائیک پار پھر تالی بجاتی۔ پر فرسے کے سچے سے روشنخوار
بیکھد ہوتے۔ بادشاہ نے انہیں شارع کیا، دو نوں کی تلواریں ایک ساتھ بینڈھوئیں
ایک کی طوار حام خان کی گرون کے پار ہو گئی اور دوسرا ہی طوار وھر کاٹ گئی۔ دو نوں
کے دار استھنے یک ان اور ایک ساتھ ہوتے کہ سڑا و مھر ایک ساتھ زین پر گئے۔
ماہول ایک دم تیر سکون ہو گیا۔ ان کے بعد بادشاہ حام خان پر چک
گیا۔ بولا: تو نے حکم عدو لئی میں نے اس کی ہمراۓ ری۔ حاپ کتا یہ برا بر جگیا۔
اس کے بعد سر اشحاق کر قطب خان کے پاس لے گیا، بولا: لے ایہ سخت اپنے بھائی ملک
بہلول کے نیتا جا اور اس سے کہو نے کہ میں نے اس کی شرط پوری کر دی اب دو
بھی سایق رکھ لیں اور کوئی در تینیں لئے دل سے تقدیر کر دے وہ اپنی قوم کے ساتھ میرے
پاس آجائے میں خوش آمدید ہوں گا؟

قطب خان نے حام خان کا سر بادشاہ کے ملکوں سے ملے لیا اور ہا جزی
سے عرض کیا: میں اپنے بھائی بہلول کی طرف سے بادشاہ کا شکر گذار دوں کر
ہماری بات رکھ لیں گے۔ اب ملک بہلول میری قوم کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں
حاضر ہو چاۓ گا۔ میں اس کی ذمہ داری پیغول کرتا ہوں؟

حام خان کے قتل نے بادشاہ کی طبیعت میں تکددی پیدا کر دیا اس نے
اسی وقت ہر ایک کو رخصت کر دیا اور خود کہنیزون میں چلا گیا۔ اس کی طبیعت گرنے
لگی اور وہ خود کو ہاجرس کرنے لگا۔

قطب خان ددیار کے افغان امراء سے رخصت ہو کر سر بندہ رہنا ہو گیا۔
اس کے سامان میں انتہائی قیمتی سے حنفی خان کا سر بندہ ہوا تھا، جس کی دو
بڑی حفاظت کر رہا تھا۔ وہ اس پر بے حد خوش تھا اور اپنے بھائی بہلول کے
منصوبے پر نہایت ہوشیاری اور عقلمندی سے عمل کیا تھا۔

ٹھنکی دن بعد وہ سرپر میں داخل ہو گیا۔ یہ خبر آناؤ فاناً افغانوں میں مشہور
ہو گئی کہ قطب خان ددیار سے صحیح سلامت والپس آگیا۔ بہلول اور چھا

فیروز خان بے تابی سے قطب خان کے متنبیان کر دئے تو سے قطب خان اپنے
تھک پادرے اور بھوکے پیاس سے گھوڑے کو چھڑی پہنے گی اور اس کو پانی پالنے
لگا، ماس نے اپنے آس پاس بوگور کے بائیں کرناوار قدموں کی آئیں سنیں تو
نظر ان شاگاہ ابرع اصرار پیختے نگاہ اس نے اپنے سامنے سک بہسلول اور چا
فیروز خان کو ارت دیکھا تو اتر اماً گھوڑے سے اُتر پڑا۔ بہسلول نے اس کو اتر نے
سے رکن کا جا پائیں وہ من کرتے سے پھٹک ہی اُتر کا حجا۔

قطب خان اپنی کامیابی پہنچنے خوش تھا اور اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔
بہسلول اُسریں سے یہ سمجھا کہ قطب خان کی محیبت سے پڑ نکلا ہے اور اس
حتم اور خوبی میں اشتر بہار پا ہے۔ اس نے اپنے جھانی سے کھوئی سوال کئے یعنی
یہ سنتے سے لگایا اور سچھتہ ہوئے کہا: قطب خان! میرے بیٹے ہی کافی ہے کہ تو
میمع طاعت فاپس آگیا۔ میں سمجھ کوں پتے سامنے دیکھ کر بُری خوشی محسوس گرمہ
ہوں؟

چھافیز درخان نے بھی اس کو گھٹے لگایا۔ بولا: قطب خان! کیا میرے
سینے میں ہی ہوئی اُگ یہوں ہی بکھر کیتھی رہے گی؟ ٹوبے نیل دمram کیوں
داپس آیا؟

بہسلول نے چاک کو جھڑک دیا۔ چھا ایسی بائیں شکر میں تو قطب خان کی
زندہ داپس سے بھا بیتے حد خوش ہوں؟

قطب خان نے دلوں سے کہا: جھانی! بہسلول اور چھافیز درخان!
آپ کو یہ شبہ کیوں ہے کہیں ناکام آیا ہوں۔ میں اگر ناکام، پتا تو داپس ہی نہ آتا!
دلوں خوشی سے ہر ان رہ گئے۔ بہسلول اور چھافیز درخان نے ایک دفعہ
کو معنی نیز نظریوں سے دیکھا: بہسلول نے پوچھا: قطب خان! کیا حام خان مار گلا
اُس کا سر کیا ہے؟

چھافیز درخان نے کہا: اگر حام خان کا اہمترے سے پاس پہنچ دے مجھے
ملنا چاہیئے۔ جلدی نکلا، وہ کہا ہے؟ تو تو جرے کام کا آدمی نکلا۔

قطب خان نے ایک پوتھی کھول اور اس میں سے حام خان کا سر نکال
کر چھافیز درخان کے قدموں میں ڈال دیا۔ فیروز خان نے سر کو فردہ انحالیا اور اس
کو پہنچانے کی کوشش کرتے لگا کہ یہ بُردا فقی حام خان کا پے کسی امر کا نہیں

حام خان کی ادھ کھلی آنکھیں فیر وزغان پر جب ہوئی تھیں۔

پیر وزغان نے سرکور دربر دکر کے کہا۔ حام خان! تو ہی وہ شخص تھا، جس کی اسماں اور منصوب بندی سے ہم پر حملہ کیا تھا اور اس میں میرا بیٹا شاہین خان مارا گیا۔ اج شاہین خان کا بدل لیا جا چکا ہے۔ میں اس سرکو اپنے بیٹے۔ شاہین خان کے مرنے کے مددن پر رکھ کر کہ دفن گا کہ بیٹے! میں نے تیرا بدل لے لیا اب تو خوش چھپا!

بہسلوں نے چھا فیر وزغان سے حام خان کا سر لے لیا اور بولا۔ حام خان تو ہی وہ شخص تھا جو میری رہا ہیں حال تھا سیکن اب میدان صاف ہو چکا ہے اور بادشاہ بھوپال سے نہیں پڑ کے گا۔ تو اپنے اخواں کو ہبھنجا، اس وقت میں بہت خوش ہوں:

افغان خواتین قطب خان کے دیدار کی خوابیش میں مدیون ہوں، اور چھپتوں پر چڑھ گئیں اور اپنے روایتی سازوں پر مدایتی رخصیں گانے لگیں۔

بہسلوں نے قطب خان سے جب پوری مدداد سنی تو خوشی سے اچھل پڑا۔ آخر میں کہا: بھائی قطب خان! تم نے جس طرح یہ کام کیا ہے میں متذکر رہا۔ پر خود کے خوش ہوتا ہوں گا۔

چھا فیر وزغان نے کہا: یہ کیلی بدیتیزی ہے جو شور و شل بجا رکھا ہے۔

قطب خان تھکا ہا رہا آیا ہے اس کو رکھتے چنو، دیاں اچھی طریقہ آمام کر لیتے کے بعد اس کی درستانستا ہجومی قیضائی بڑی دلچسپ ہو گی۔

بہسلوں اور چھا فیر وزکے حکم پر قطب خان اپنے گورے پر سراہ پر گیا۔ اور یہ لوگ گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ راستے میں جو حوصلہ اگیا ان تیزی کے ساتھ ایک جھوٹ ہوا۔ قطب خان کی ہن نے اپنے بھائی کو سینے سے لگایا اور پیشانی پر ہوتے تھے۔

مات کو بہسلوں اس کا چھا فیر وزغان اور چند دس سے محض افغانوں نے قطب خان کو اپنے درمیان بٹھایا اور اس سے درخواست کی کہ وہ اپنے سفر کی دلچسپ رہداری سب کے سامنے بیان کرے؟

قطب خان کو کیا اہم امن ہو رکتا تھا اس نے اپنی مددادر بڑے

دل فشیں انداز میں سنا تی شروع کر دی۔ بہسلوں، بادشاہ کی حاصلت اور سادہ بوجی کی دادستان بڑے خود سے متاثرا ہا۔ آخر میں کہا۔ بادشاہ کا مختت و تاج میری وجہ سے سخت خطرے میں ہے۔ میں اسے حاصل کر کے ہی دم لوں گا۔ اس سے کم کسی پیغمبر میں راضی ہوئی نہیں سکتا تھا۔

چھاپر وہ خان نے کہا: اب میرے کلیجے میں شھنڈک پڑی۔ اب دہلی چلو اور رہی ہیں کسر بھی پوری کر دو۔ ہمیں خوشی ہے کہ بہسلوں جیسا تاریخ اور عقل مند شخص ہم میں موجود ہے اور اسلام خان نے اس کو ہمارا امیر نامزد کر دیا تھا۔ اس نات، پھر تک کوئی نہیں سو رہا۔ فہاں عین چیساں تھا۔

قطب خان نے اپنے حافظے کی مدد سے اپنی رو قاد کی جزئیات تک منادریہ جہاں جہاں قطب خان کو کامیابی ہوئی تھی اور قطب خان جب اس کامیابی کا ذکر کرتا تو عقل میں لوگ اللہ اکبر کا نعرہ لگا کہ پتے جو غش و خردش کا مظاہرہ کرتے۔

بہسلوں نے بادشاہ کے پاس جانے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اس نے اپنی قوم میں سے فیروز خان اور قطب خان کے علاقوں کیس افراد کا مزید انتخاب کیا۔ کسی افغان بوڑھے نے بہسلوں کو مستورہ دیا: بہسلوں! تو خود بھی بہادر اور دُور اندر پیش ہے میرے اپنے ذہن میں چند اندیشے ہیں۔ کیا میں انکا کاظمیاں کروں۔ ۹۔ بہسلوں نے جواب دیا: کوئی ہرج نہیں، مستورہ بھی ہے کارہنگیں ہوتا۔ اس سے کبھی نہ کبھی فائدہ ضرور پہنچتا ہے:

عمر سیدہ افغان نے کہا: میں سردار سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ بادشاہ پر بہت زیادہ اعتاد کرنے کی ضرورت نہیں ہے:

بہسلوں تھوڑہ مادر کرہنس پڑا: تم بہت زیادہ اعتاد کی بات کر رہے ہو جبکہ میں تھوڑے بہت اعتاد کا بھی قابل نہیں ہوں:

بوڑھے افغان نے مسکرا کر کہا: سردار خود بھی بہت عقلمند ہے اس کو کوئی بھی بے دوقت نہیں بنایا تھا:

بادشاہ کو دہلی تجربہ دی گئی کہ بہسلوں اپنے ہم قوم بڑے آدمیوں کے سامنے سرمند سے روانہ ہو چکا ہے۔

بادشاہ نے نئے وزیر الملک حمید خان کو بہسلوں کے استقبال کے لئے روانہ کر دیا۔ حمید خان خود بھی استقبال کے لئے جانا چاہتا تھا۔ بادشاہ بہسلوں

سے ملنے کے لئے بے چین تھا۔

جعہ کارن شماز قلپر کے بعد حمید خان مجھ سے باہر نکلا تو کسی نے اطلاع دی کہ بہسلوں دہلی میں داخل ہو چکا ہے۔ وہ بھاگا بھاگا اس راستے پر جل نکلا جو دہلی سے سرہند جاتا تھا۔ یہاں پڑا تو پر قائد شہر اچھا اداشتا اور دہلی تک جاتے ملے تو گ قائد سے جدا ہونے کی تیاریوں میں لگے ہوئے تھے، بہسلوں ابھی تک پڑا پر ہی سرہند تھا۔ اب اس کو جو چیز سب سے زیادہ یاد آ رہی تھی وہ سنا کی بھی نہیں اپنی جو لگانا مشکل بھی نہ تھا۔

حمدی خان بہسلوں کو دیکھتے ہی گلے سے لگ گیا اور اس کا شکریہ ادا کیا۔ بہسلوں نے اس پر زیادہ توجہ نہیں دی۔ وہ حمید خان کو اپنے طفیلی سے زیادہ حیثیت دیتے کو تیار نہ تھا۔ اس نے حمید خان سے پوچھا تا بادشاہ کیا ہے دہ تیر سے ساتھ کس طرح چیز آئتا ہے؟

حمدی خان نے جواب دیا: بادشاہ کو حام خان کے قتل کا صدر ہے۔ یعنی اس بات کی خوشی بھی ہے کو حام خان کے سر کے حقوق بادشاہ کو بہسلوں اور اس کی قوم کی دستی اور حیات حاصل ہو گئی۔ مایہ کردہ میرے ساتھ کیا ہے تو ابھی ہم دونوں ایک دوسرے سے نہادہ ترمیب نہیں ہوتے آپس میں ایک بھائی سا حال ہے۔ بہسلوں نے کہا: حمید خان! میں نے تیر اساتھ دیا ہے اور آئندہ بھی دیتا دہوں گا۔ بادشاہ کے پاس لوگوں میں میری عدم موجودگی ہیں میرے حقوق کی سرگا فی اور ان کا تحفظ تیر سے دستے رہے گا!

حمدی خان کو بہسلوں کا طرز تھا طب ناگوار گز نہ میکن وہ یہ سوچ کر براحت کر گیا کہ بہسلوں کی ناپسندیدگی اور ناماٹنی دزیر الملک کا سرے کری ڈد دہوتی ہے۔

حمدی خان بہسلوں اور اس کے رفتاء کو سے کرشاہی محل پہنچا اور بادشاہ کو اپنی آمد کی خوشی خبری سنائی۔ بادشاہ مادر سے خوشی کے اتنا ازخود رفتہ ہوا کہ خاہی آداب اور تکلفات کا خیال کئے بغیر انہیں طلب کیا اس دیکھ و عین کمر سے ہیں جہاں حام خان کو قتل کیا گیا تھا خاہی خدمت افغان امراء کو مدد کو رہ کمر سے ہیں پہنچا کر موت دب کھڑے ہو گئے۔ قطب خان اور حمید خان کی نظریں فرش کے اس

حکی پر شکا ہوئی تھیں جہاں حام الدین کی گزدن ماری گئی تھی اور اس پر خون کے
سیاہ رہتے اس دفعت بھی موجود تھے۔

قطب خان نے ان دھقتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے:

جگہ ہے جہاں حام خان کو قتل کیا گیا تھا؟

ذیروز خان اسچھ کر اس جگہ اور کچھ دیر کھڑے رہ کر کسی خیال میں گم ہو گیا۔

پھر بہلوں کے کام میں سرگوٹھی میں کہا ہے: بہلوں! اس کمرے میں ہمیں بھانا بڑی سعی خیز
ہے کیا ہمیں یادشاہ پر اعتبار کرنا چاہیے۔

بہلوں نے جواب دیا: چھا! یادشاہ پر اعتبار کرنا چاہیے یا نہیں کہنا چاہیے۔

اس کا وقت گزر چکا۔ اعتبار اور بے اعتبار کی کافی صد سرسریز اور اس کے بعد شایدی محل
میں داخل ہرنے سے پہلے ہی کہنا تھا، ہمیں اس جگہ تو رورے اعتبار اور بیقین کے ساتھ
دیکھا چاہیے۔ اس وقت ہم یادشاہ کے ہمراں ہیں اور یادشاہ میں اتنی پہنچتی ہی نہیں کہ وہ ہم
جیسے معزز اور خطرناک افغانوں کے خلاف کچھ سوچ کر قدم اٹھائے۔

قطب خان نے بھی بہلوں کی تائید کی: چھا اپنے! یادشاہ ہماری بحث

حایت کا بھوکا ہے۔ آپ مطہن رہیں!

ابھی یہ باتیں جذاری تھیں کہ یادشاہ پر بالاختذ ہو منظار کی آزادیں ستافی میں
قطب خان خاموش ہو گیا اور سمجھی یادشاہ کے احتمال میں کھڑے ہو گئے۔

کمرے کے عقبی دروازے سے یادشاہ نمودار ہوا جو حاضرین نے قدر سے
جمک کر تعظیم دی۔ یادشاہ مکار اپنا تھا۔ وہ بہت خوش تھا۔ اس نے حمید خان سے پوچھا
ان میں بہلوں کون ہے؟

بہلوں اپنے ساتھیوں کو پوچھڑ کر یادشاہ کے پاس چلا کیا۔ پوچھا: کیا اس
ناپیز میں کوئی ایسی بات نہیں تھیں ہوتی جو مجھ کو درودوں سے متمیز کرنی ہے۔

حمدی خان نے جلدی جلدی کہا: بیند پر درا یہی بہلوں ہے، جس کی
حایت اور روستی کا حضور کو ڈراما خیال رہتا ہے۔

یادشاہ نے اپناد اپنا باختہ بہلوں کی طرف پہنچا دیا: بہلوں نے
لے دنوں ہاتھوں سے پکڑ کر ہر نٹوں سے لگایا۔ یادشاہ بہلوں کی بالائی سے
خاما تھاڑ ہوا۔ یو لا! بہلوں! میرے تصورات میں تیرا جو خاکہ تھا اُو اس سے
زیادہ پہاڑنے کا تیری جمات بے باکی اندھی خوفی تھے درودوں سے ممتاز

گردیتی ہے؟

بہسلوں نے بادشاہ کا یا سخت چھوڑ دیا اور دعویٰ کیا ہے میں اپنی اور اپنی قوم کی طرف سے بادشاہ کا شکریہ ادا کرنے آیا ہوں کہ اس نے حامی خان جیسے شری اور مقدمہ سے بھیجا چھڑا لایا جب تک وہ بادشاہ کے دوبار میں موجود رہتا۔ میں اور جیری قوم میں کی سنائیوں کو بادر کر کے خواہ بخواہ بادشاہ کے خلاف سچا کری، اب ہمیں ایسا لگ رہا ہے جیسے بادشاہ ہماری ناز برداری ان کو رہا ہے اس سطح اور فرحت کے حسن کی جو قیمت ہم لوگ ادا کر سکیں ہے اس کا لی اسال ذکر بادھوئی گزنا فضول ہے۔ وقت آئتے پر عملدار کھاد دیا جائے گا؟
بادشاہ بھی بہت خوش تھا اس نے بہسلوں سے بوجھا، تیر سے بارے یہ مشہوں ہے کہ تو اپنی مر جنم مان کے ہبٹ سے ہن لوگ خیز نکالا گیا اخفا۔ کیا یہ درست ہے؟

فیروز خان نے جواب دیا: بادشاہ نے جو کچھ سنا درست پسیں بہسلوں کا پھوپھا اس کا گواہ ہوں:
بہسلوں نے کہا اس نے میری نظر میں خیز کی شکری اہمیت ہے اور میں خیز کراپنے حتیٰں لہقا اور اقبال متعددی کی علامت سمجھتا ہوں:
فیروز خان اور قطب خان بہسلوں کے اشارے کو سمجھ گئے اور انہیں ڈر نکال کر ہمیں بادشاہ بھی ان بالوں کا اصل مفہوم نہ پاٹے اور یہ سب کسی مصیبہ میں مستلانہ ہو جائیں۔ میکن بادشاہ کچھ بھی نہ سمجھا اور بہسلوں کی بالوں پر خوب خوب ہنسنا!

بادشاہ نے انہیں تین دن تک شاہی مہمان خانے میں مرد کے رکھا۔ اور ان کی خاطر مدد اور کمکتی کرتا رہا۔ کسی کسی وقت بہسلوں پسندے چڑا فیروز خان اور بھائی قطب خان سے ازدواج مذاق کرتا کہ: محظی شاہ بادشاہ تو نکاہی نہیں اس کو تو میرا مصاہب ہوتا چاہیئے تھا؟

چوتھے دن بہسلوں نے پسندے چڑا اور بھائی قطب خان، دونوں گوشائی مہمان خانے ہی میں پچھوڑا اور خود زیبا کی تلاش میں نکل گیا، دو سناحدوں کے ہزار میں گیا اور ان سے زیبا کے باپ کی یاد معلوم کیا۔ سناحدوں نے پست بتا دیا۔ بہسلوں اس وقت زیبا کے گھر چل دیا۔ ستاروں کا ساحل ہی اونگ تھا۔ اس

بیں ہندو اور مسلمان سنار ملے جلے رہتے تھے۔ وہاں ایک جگہ جمیت سارے پنچھے گھیل رہے تھے۔ ہملوں نے اپنا گھوڑا ان کے قریب سے جاگرہ دک دیا اور تیرہ کے باپ کا نام سے کر لڑکوں سے پتہ پوچھا۔ ان جس سے ایک لڑکا الگ ہو گیا اور ہم کو پوچھا۔ کیا تمہیں بادشاہ نے بھیجا ہے؟ ۹

ہملوں سمجھ گیا کہ اس لڑکے کا نام بیسا کے خاندان سے کسی قسم کا تعلق صدی پہنچا۔ لڑکے اگھرا متاثر ہو ششیں سنار کو لکھ پتا دے اس کی ایک لڑکی بھی نہیں، تیرہ! ۱۰

لڑکے نے جواب دیا۔ ”میں اشراق سنار کا لیٹا ہوں۔ اور تیرہ میری بڑی بہن کا نام ہے!“

ہملوں کا دل زدر نور سے دعڑ کئے لگا۔ اس تے لڑکے کے دل سے خوف اکالنے کے لئے کجا لڑکے ایسا سرہند سے آیا ہوں جو تیر اکافی دھنے ہے۔ آج کل میں بادشاہ کا ہماں ہوں ۱۱

لڑکا ہملوں کو اپنے گھر لے چلا گیا اور بھاگ کر اندر سمجھی سے کہا ہے۔ ایک خطرناک آدمی باپ کا پتہ پوچھنا ہوا میرے ساتھ دوڑے دارے نکل گیا۔ ایک ماں نے ہمایا اس کا نام پوچھا، کیا تام سے اس کا ہے؟

یہ سوال ہملوں کے کاونز تک بھی پہنچ گیا۔ زدر سے جواب دیا۔ ”میں اسلام خان مرحوم کا جھینوا اور داماد ہوں سرہند سے آیا ہوں ۱۲

لڑکے کی ماں بے اختیار ہملوں کے سامنے چاکھڑی ہوتی اور کہا۔ ”ہمیں دلخیل بعد آتے ۱۳“

ہملوں نے پوچھا۔ ”تمہارا شوہر کہاں چلا گیا۔ ۱۴“

تیرہ بیکی ماں نے جواب دیا۔ ”وہ اپنے کار دیاری سلطے میں دوسرا شہروں کا بھی سفر کرتے رہتے ہیں۔ وہ ایک دن ہیں آتے ہیں اور ہیں لا ۱۵“

ہملوں نظر دیں ہی نظر دیں میں تیرہ بیکو تلاش کرتے رکا۔ ماں سمجھ گئی کہ وہ کے تلاش کر رہا ہے جو ہمایا اس سوال کیا۔ ”تم نے شادی کر لی۔ ۱۶“

ہملوں نے جواب دیا۔ ہاں، کمری پوچھا۔ ”چا اسلام خان کی بیٹی پچھن ہی میں مجبوب تھی، کیا کہتا۔“ جبور ہو گیا۔ ”نم لوگوں نے تو مجھے چلا ہی دیا تھا۔ ۱۷“

تیرہ بیکی ماں نے کہا۔ ”یہ بات ہنسی ہے۔“ ہملوں تیری پوچھی تے مجھے پیغام دیں۔

کہہ دیا تھا۔ پھر میں کس طرح تم ووگوں کو یاد رکھتی ہے۔

بہسلوں نے رک رک کر لپچا ہی لیا۔ زیب اکیان ہے۔؟

ماں نے خنکلپیے میں پوچھا: اس سے تیر کیا کام؟ اس کو کیوں پوچھ رہا ہے؟

بہسلوں نے جواب دیا: اس کو میں نے پوچھا میں دیکھا سمجھا۔ تیری اچھی لڑکی

سمجھی۔ اب تو وہ خاصی تیری ہو گئی ہو گئی۔ پھر وہ نے مدرستے پوچھا: کیا اس کی شادی ہو گئی۔؟

زیب اکی ماں نے جمل کر کہا: بہسلوں! مجھ کو معلوم ہے کہ اب تو کوئی معمولی

آدمی نہیں ہے غیر معمولی انسان ہے۔ بادشاہ بھر سے قدر تر ہے اور تو سرمند سے لاہور تک حکومت کرتا ہے۔ میں یہ بھی جانتی ہوں کہ تیری جھی مر گئی۔ اور افغان قوم میں

آج بھوہ سے بڑا کوئی بھی نہیں میکن مجھ کو یہ دکھ ہے کہ تو نے ہمیں جعل دیا تھا:

بہسلوں نے جواب دیا: یہ قلطط ہے۔ بادشاہ اور زیر الملک حسام خان دو نوں ہی مجھ سے ناراضی سمجھی۔ پھر میں دہلی کس طرح آتا۔ اب حسام خان کے قتل کے بعد بادشاہ مجھ پر سہریان ہو چکا ہے اور میں دہلی میں داخل ہوتے ہی تم ووگوں کو تلاش کرنے لگا:

زیبا کا بھائی اپنی ماں اور بہسلوں کی باتیں تیری توجہ سے محسوس رہا تھا۔

زیب اکی ماں نے کہا۔ میں نے اور میر سے طوہر نے پتھے ہم بیٹھے یاد کیا اور تیر سے لئے دھایا گی کرتے رہے اب تو سہت فرآ آدمی ہو چکا ہے اور میں جران ہو رہی ہوں کہ اتنے بڑے آدمی کو چاری یاد کیوں کر سکتی؟

اس کے بعد زیب اکی ماں نے بہسلوں کو اندر طالیا اور سہری پر صاف بستر کیا کر بہسلوں کو اس پر مشکار دیا۔ پھر وہ کسی کام سے جلی گئی جب فالپس آئی تو حسن رشاب کا شہر بارہہ اس تھے ساخت تھا۔ لڑکی نے بہسلوں کو ادب سے سلام کیا اور اس کے ساتھ ایک گونڈھ سے پر سر جھکا کر سجد گئی۔ بہسلوں نے اس نوحان لڑکی میں خوبی میں زیب اکو تلاش کیا جو نہیں ملتی۔ یہ تو قیامت تھی اس نے سو ایک نظر دن ہے زیب اکی ماں کی طرف دیکھا اور چکیا کہ پوچھا، شاید زیب اکی میں سمجھا شئے میں مغلی کر رہا ہوں؟ ماں نے جواب دیا: میں یہ زیب اکی ہے، یہ بھی تجھ کو بہت یاد کرتی رہی۔ مگر ہوس کو تو نہ ہے چھا کی سیئی سے ہیاں دغا باندھ دیا۔

بہسلوں نے کہا: یہ غلط ہے، میں نے کسی سے بھی ہیاں دغا نہیں باندھا۔

ہاں اگر میں کسی سے پیاں و فا یا زمیون گل تر دے لیں ایک ہی لڑکی ہے جس کا نام زیب ہے۔ میں نے بچھے سے زیبا کا رسمہ مانگ لیا ہے۔

ماں نے جواب دیا: ہمیلوں، تو نے ہیری لڑکی کا رشتہ میرے سامنے ہی مانگ لیا۔ اب تو بڑا آدمی ہو گیا ہے تو یہ بچھے لگا ہے کہ کوئی تیری بات مٹا نہیں سکت۔ حالانکہ یہ بات نہیں ہے، ہم چاہیں تو باشکن انسکار کروں:

ہمیلوں اس کا عادی ہی بچھی تھا کہ وہ کسی سے کسی چیز کی خواہش کرے۔ اور دوسری طرف سے انسکار کروتا جائے، بولا: یہ بچھے سے چند باتیں کھل کر، کرنا چاہتا ہوں، جو زیبا کے سامنے نہیں کی جاسکتیں؟

ماں نے جواب دیا۔ ایس اس موضوع پر اس سے تیارہ باتیں نہیں ہوں گی۔ زیب کا باپ ترندہ ہے، وہ چاہے تو جائی بھرے، نہ چاہے تو انسکار کر دے اس کے ہوتے ہوئے میں کچھ بھی نہیں:

ہمیلوں نے ماں سے کہا: اچھا ہاں تو پلا، میں بہت پیاسا ہوں؟

ماں جیسے چی پانی لیتے گئی، ہمیلوں نے زیبا سے کہا: زیبا! میں بچھے سے محبت کرتا ہوں اور جب میں اس سک کا بادشاہ بن جاؤں گا۔ تو تو اس سک کی کم ہو گی، میں، بچھے سے وحدہ کرتا ہوں کہ میرے بعد تری اولاد اس سک پر حکومت کرے گی۔

زیبانے کوئی جواب نہیں یا اور خوشی سے اٹھ کر اندر حلی گھی جب مان پانی سے کرائی تو زیبا کو ہاں نہ دیکھ کر خوش ہوئی کہ اس کی شرمنی لڑکی نے بھیلوں کا رعب نہیں کیا تھا۔

ہمیلوں نے زیبا کے گھر پار پار جاتا۔ ساتھیا کا پل نشاق ابھی تک ڈالیں ہیں؟ ایسا نے دفینا پار زیبا سے باتیں بھی کیں، مگر یہ باتیں بس اس حد تک رہیں کہ ہمیلوں تو سب کچھ کہ دیتا مگر زیبا کا طرف سے اس کا جواب ہاں یا اپنی سینی مل جائیں۔ ہمیلوں نے اپنے چھا فیروز اور قطب خان کراں بھی تک بیہ خیں پتا یا تھا کہ وہ اب دہلی میں کیوں سکا تھا۔ قطب خان اصرار کرد پا تھا کہ ہمیلوں والیں چلو۔ چھا فیروز خان اس پر تحریر ہے مبہت تھے کہ شاہی ہمان خانے میں کسی جوان کے لئے رہتا۔ اپنے نہیں تھے لیکن ہمیلوں پر کسی کی بات کا کوئی اثر جیسا نہ ہوتا۔

چھا فیروز خان تے قطب خان سے کہا۔ قطب خان! کچھ دال میں کالا لعزم دے

کیونکہ ہسلول دہلی میں کسی سبب کے بغیر نہیں سہ سکتا۔ جیس اس کی جستجو کرنے اچھیتی ہے
قطب خان نے ناگلدری سے کہا تھا چافی وزیر خان! میذاجاتا ہوں ہسلول کہاں
چلا جاتا ہے؟

فیروز خان نے کہا: "بھلا بتا تو اسی کم ہر روز ہسلول کہاں چلا جاتا ہے اور
اس دہلی میں وہ کون سی دلکشی ہے جس نے اس کے پاقد پکڑنے کے لئے ہے؟"

قطب خان نے جواب دیا: "جیسا کہ میں کہا چکا ہوں کہ میں جا فنا ہوں ہسلول
دہلی میں کیوں رکا ہوا ہے۔ دوسرہ بار کی بیانی تیریا سلطے جایا کرتا ہے یہ ایسی
حققت ہے جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔"

قطب خان جب یہ کہہ دیا تھا تو اس کے پیچے میں عم وغصہ کا عنصر پیدا ہو گیا
تھا، اس نے مزید کہا: "اور میں خود یہ بھی بھی برداشت نہیں کر سکتا کہ میری ہن کی
 موجودگی میں ہسلول منارگی بیانی تیریا سے شادی کمرے پر

فیروز خان نے اس کو سمیعا ہے قطب خان! تو انکل خاموش ہ۔ میں نہیں
چاہتا کہ ہماری کھربوڑی خشیں سب کے علم میں آ جائیں۔ اگر یہ بائیں عام ہو گیتیں تو
پادشاہ اور اس کے امراء کے دلوں سے ہمارا رعب اور دیدمہ خصلت ہو جلتے گا۔
قطب خان نے تھکتے میں کہا تھا چافی وزیر! آپ خوب جانتے ہیں کہ میں کتنا جذبہ باقی
ابوں آج کل میں سو بیٹیں رہا ہوں۔ میں اپنی ہن کی موجودگی میں ہسلول کو مزید شادی
کی احاجات نہیں دوں گا اگر ہسلول نے صدر یا سفحتی سے کام لیا تو میں اس کا مقابلہ
کر دوں گا۔"

نیریا کا باب پ مشاق والپیں آگیا اور ہسلول سے بہت تباک سے ملا۔ اس
اس کی بیوی سارے معاملات لیتے شوہر کو پہلے ہی سمجھا چکی تھی۔ مشاق کو
اس دن کا انتظار تھا۔ اس نے ہسلول کی بات مان لی۔ لیکن مشترط لگادی کہ شادی
اس وقت ہو جب ہسلول دہلی میں رہائش اختیار کر لے اور یہ کہ نیریا کو ہمی بیوی کے
اللہ رکھا جاتے۔

ہسلول نے نیریا کے پاب کی دہلی بات نہیں مانی۔ بولا: "یہ بات میں اس دین
نہیں مانی گا کہ دہلی کی مشقیں رہائش کس طرح اختیار کر سکتا ہوں۔ میں سرہند کا حاکم
ہوں۔ سرہند تھوڑے کا یہ مطلب ہے کہ میں دہلی کی حکومت کسی اور کے حوالے
کر دوں گا۔"

زیبا کے باپ مثناق نے پوچھا: اور روسی بات؟

بہلول نے جواب دیا: روسی بات مان لوں گا اور میں فرمدہ کرتا ہوں کہ

زیبا کو پہنی پسی بسوی سے الگ رکھوں گا:

زیبا تی مان نے کہا: اور یہ وعدہ بھی کرنا ہو گا کہ

تھجھے اس ملک کی حکومت مل گئی تو تیرے بعد اس ملک کی حکومت زیبا کے

حکم میں آئے گی؟

بہلول نے چرتے سے زیبا کی مان کو دیکھا: پوچھا یہ شرط تیری تھیں ہو سکتی

کیا اس سلے میں زیبا نے تھجھے سے کوئی بات کی ہے؟

زیبا کی مان نے کہا: دہ ایسی بات کس طرح کر سکتی ہے؟

بہلول نے جواب دیا: تو نے میرے دل کی بات کہر دی۔ میں نے زیبا

سے پہلے ہی یہ وعدہ کر لیا ہے کہ میرے بعد اس ملک کی حکومت اس کی اولاد

کے حکم میں آئے گی:

زیبا کے باپ نے کہا: اب توجب چاہے، زیبا کو بیاہ کر لے جائیں

بہلول نے جواب دیا: میں چاہتا ہوں، زیبا کا شکار کل ہی کر دیا جائے

اور اس کی حصیت بھر دیں ہواں وہ اس وقت تو سرہند والپس چلا جاؤں جو میکن دو سفٹ

بعد والپس چلا جاؤں گا اس وقت میں زیبا کو ہمایت حنگ ک و احتشام سے اپنے

گھرے چاؤں گا!

زیبا کے باپ نے پوچھا: اس تقریب میں شریک کون کون ہو گا؟

بہلول نے جواب دیا: میرا چھا قسرو رخان، میر سادر سبti

قطب خان میرے ہم قوم، ہمیں افغان، فدیر الملک حمید خان اور حنڈ دوسرے

امراوٹ

جب ساری باتیں طے پائیں تو بہلول والپس آگیا۔ اس نے ساری باتیں

لپٹے چھا افیرو رخان اور بھائی قطب خان کو بتا دیں۔ قطب خان نے سخت مخالفت

کی اور صاف صاف کہہ دیا کہ تبہلول یہاں شادی کرنے تھیں آیا تھا پہلے وہ

سرہند والپس چلے اور اس سے پہاچھی طرح سور و خوض کرنے کے بعد کوئی لفیض

کرے؟

بہلول نے قطب خان کا پھرہ اپنی ہلسیلوں میں سے کرا د پڑھایا:

بھائی قطب خان، یہ اتنا بھرام ملتہ نہیں ہے جس پر غور و خون کر کے فنگوں وقت
ضائع کیا جائے۔ یہ میرا وعدہ ہے کہ میں تیری بیوی سے نا انسانی نہیں کروں گا؛
قطب خان اسے جذبائیکو چھپتے کی کوشش کر دیتا تھا۔ صریحی اس کی آواز
بھرا گئی۔ بھائی بھلوں؟ میں تیری بیوی کا بھائی ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ ایک بار
بحمد اللہ سے دل برداشت چوکر کوئی الگ راہ اختیار کر دو۔ اگر اس پار میں اپنی قوم
سے جدا ہو تو پھر کبھی واپس نہ آؤں گا۔

بھلوں نے اسے سمجھا تھے کی کوشش کی: قطب خان! بجتوں صیغی پایس
نہ کر۔ صریح چھاپی فروز خان سے کہا: چھاپی فروز خان سے کہا۔ چھا آپ اس کو سمجھاتیں۔
جنہا تھیں تو کچھی خسارے میں رہتے ہیں؟

فیروز خان نے بھلوں سے کہا: بھلوں! میں بھی یہی کہوں گا کہ یہ موقع
شادی کرنے کا نہیں تھا۔ اور پھر یہ کہ تو نہ پہلے کہیں اس کا ذکر بھی نہیں کیا۔
بھلوں نے حواب دیا: چھا! میں نے تمہرے جو دیکھیا کہ یہ معاملہ اتنا بڑا اور
اہم نہیں تھا جس کو چھا کیا جائے اور اس کے لئے وقت ضائع کیا جائے۔ بھر خان
یہ میرا نظری فیصلہ ہے کہ میں نریا سے شادی ضرور کروں گا۔

فیروز خان بھلوں کے مضبوط امراء سے سے ڈر گیا۔ اب قطب خان کو
سمجا نے لگا۔ اور قطب خان! یہ بھی صیغہ ہے کہ یہ اتنا ایم معاملہ نہیں تھا جس پر
فنگوں وقت ضائع کیا جائے۔ اور پھر یہ کہ اگر بھلوں مدرسی شادی کر دے ہے تو
اس میں تحریر یاد کر کی گیا بات ہے کیا چاہرے آباد احمد اور نے ایسا نہیں کیا اس حام
یہی بھی نہیں ہے۔ میں اس معمولی وجہ سے بھلوں کا ساتھ نہیں چھوڑ زدا چاہیے۔
میکن قطب خان کسی طرح مطمئن نہ ہو اور اس طرح زور دزور سے
بحث و مباحثہ کرتے گا تو یا کوئی جنگ چھڑی ہوئی ہو۔

بھلوں تنگ آ کر باہر جلا گیا۔ اس کے جلتے ہی فیروز خان نے کہا۔
قطب خان! کیا تو پاں ہو گلیا ہے، بھلوں ایک طاقت، ایک قوت اور ایک
اجتمائی حرکت کا نام ہے۔ ہم اس کو نظر انداز نہیں کر سکتے اگر اس کو نظر انداز کریں
گے تو گویا ہم خود نظر انداز کر دیتے جاتیں گے کیونکہ کسی ایک شخص کے نظر انداز
کر دیتے سے ہر کوئی بھلوں کو نظر انداز نہیں کر دے گا مگر اگر بھلوں نے کسی
کو نظر انداز کر دیا تو وہ واقعی نظر انداز کر دیا جائے گا۔

قطب خان بھی فیروز خان کی دہلویوں سے عاجز آگیا اور الجھ کر باہر چلا گیا۔ اس نے باہر بہلوں کو ٹھیک ہوتے ہوئے دیکھا۔ بہلوں نے اپنے دنوں پا تھے پشت پر پاندھ رکھتے تھے اور بڑی بے چینی سے ایک مخصوص کہا: بھائی بہلو! اخیر کچھ کرتا چاہتے ہو، کر لو، میں اپنی قوم کے عظیم ترقیاد میں زیر کوئی نوں گا۔ لیکن میراں تم سے اس معاملے میں کبھی بھی منتفع نہ چیزیں گا۔ بہلوں نے جواب دیا: میں ابھی تو تحری کہ نہ منتفع کروں گا اونہ اصرار کروں گا کہ تو بھجو سے منتفع پڑے امکنگی میں جانتا ہوں کہ تو بھی کبھی کبھی شاریوں کرے گا۔ جب تو ایسا کرے گا تو اس دلت تیر سے دل کی کدر و نکت دندہ ہو جائے گا اور تو ایک بار پھر پر ادل سے ساختہ دینے لے گا۔

قطب خان بہلوں کے پاس سے بھی چلا گیا۔ بہلوں اس کو اس وقت تک دیکھتا رہا جب تک وہ نظر آتا رہا۔

مشتاق سنار کے گھر ایک سارہ سی تتریب میں اس عذر کے نامی گرامی لوگ جمع ہو گئے۔ ملک بہلوں کو درہ ہما یتھا آگیا۔ اس کا بھی افسوس و تذہان اس کی سر پستی کر دہما تھدہ قطب خان غائب تھا۔ گھر کے ملے میں میدان میں ایک شامیانہ نصب تھا۔ جس کے نیچے فرش فروش بچھا رہی تھی اور اس پر جگہ جگہ گاؤں تیکے رکھ دیئے گئے تھے۔ ملک بہلوں پیر مجلس ہنا بیٹھا تھا اس کے پاس داہنی طرف فیروز خان اور بائیں طرف وہ افتان تھے جو سرہند سے بہلوں کے ساتھ آئے تھے۔ ملک بہلوں کے داہنی طرف فیروز خان کے بعد وزیر الملک حمید خان اور دوسرے امرا پہنچے تھے۔

قاضی نے ھٹپٹہ شرودھ کیا تو مجلس میں پہکا سا اضطراب ہو گیا۔ نریب کا باپ مشتاق خان کے ساتھ شامیانہ میں داخل ہوا۔ قطب خان نے مشتاق کا گیریان پکڑ دیکھا تھا۔ چی افسوس و تذہان تھے جو یہ مشتاق دیکھا تو اس کے ہڈوں ہریں اڑتی ہیں۔ وہ اٹھ گران دندنوں کی طرف ہمگا۔

ملک بہلوں نے بھی یہ منظر دیکھ لیا اسکر اس پر کوئی توجہ نہ دی اور تند

پھر کہ حمید خان سے ہاتھیں کرنے لگا۔ قاضی خطیر شریعتی میں مشغول رہا۔
 فیروز خان، قطب خان اور مختار قویینچا ہوا شامیانے کے
 باہر لے لیا۔ قطب خان یہ مجھ کو جو کیا گیا ہے؟ میں مجھ کو بار بار ہی تفتیں
 دلاؤں گا کہ تو بہلول کی مخالفت کر کے اپنی پوری قوم کو ناراضی کرے گا، کیا
 تو نے ہسلوں کے پائیں طرف بیٹھے ہوئے ہستے ان افغان بھائیوں کو نہیں
 دیکھا جو سرہند سے ہمارے ساتھ آئے ہیں وہ سب کے سب بے حد خوش
 ہیں۔

قطب خان نے پُر جوش آزاد میں جواب دیا۔ میں بھی اس شادی کی مخالفت
 ہیں کرمہ اور میں تو اس کم ظرف ستار سے یہ کہہ رہا ہوں کہ مجھ کو یہ یقین دلادھے
 کہ اس کی بیٹی کی اولاد کا ہسلول کی حکومت سے کوئی قتلن ہیں رہے گا۔ لیکن یہ
 چالاک انسان کوئی وعدہ نہیں کرمہ رہا۔

فیروز خان نے کہا۔ قطب خان! اس وقت تو ایسے ہوش دھواس میں ہیں
 سے اس قسم کے وعدے یہ کس طرح کرمکرتا ہے، اس کی بیٹی کی اولاد ہسلول کی اولاد
 ہوگی۔ اور یہ وعدے کرے یاد کرے ہسنل کرے۔

قطب خان نے مختار ستار کا گیریہ بیان چھوڑ دیا اور شامیانے کے یا براں کا
 یک پان پکڑ کر بیٹھ گیا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے وہ ردمہا تھا۔

فیروز خان بھی اس کے پاس آئی بیٹھ گیا، اور اس کو سمجھانے لگا۔ قطب خان
 اس کو مشتیت ایزدی... سمجھ کر قبول کر لے تیرا ہجاتی ہسلول نا انصاف نہیں ہے۔ مجھ کو
 تو پورا پورا بیٹھنے ہے کہ وہ تیری بہن کے ساتھ نا انصاف نہیں کرے گا اور اس کی اولاد تو
 ستار کی اولاد پر تجزیہ کرے گا۔

قطب خان نے جھینجا کر جواب دیا۔ چھپا! تم کیسی فضول ہاتھیں کرمہ ہو۔
 ہسلول نے میری بہن پر ستار کی بیٹی کو ترجیح سے دی۔ اب تم خود اپنی آنکھوں سے
 دیکھ لو گے کہ ستار کی بیٹی کی اولاد حکومت کرے گی اور میری بہن کی اولاد اس کی
 چاری کرے گی۔

فیروز خان اس کو سمجھانے کی کوشش کرتا رہا مگر قطب خان اپنی بات پر
 لا اسہا۔ یہاں تک کہ شامیانے کے اندر سے لوگ تیردا رہنے لے گئے۔ انہی میرہ ہسلوں
 بھی شامل تھا کہ دوسری بائیں بھیڈ خان اور افغان اور اس تھے اور وہ ہسلوں سے

دوقم پنجھے حل رہے تھے۔ بہلوں کی نظری قطب خان پر چڑی تو وہ تیزی سے اس کے پاس پہنچ گیا۔ اندھا بات جھت سے اٹھا کر اپنے ٹکلے سے لگایا۔ بولا قطب خان میں مجھ کو علاش ہی کرتا رہے گیا۔ آئی میرے ساتھ چل جاؤ کہ میں مجھے مسلمان کر سکوں؟

قطب خان کھڑا ہو گیا اور بہلوں کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔

بہلوں اس کو دہن کے کمرے میں لئے چلا گیا زیبادہن بنی سمیتی سکری میجھی شیخ جو خواہیں اس کے پاس تھیں بہلوں کے داخل ہوتے جی پاہر جلی گئیں بہلوں نے دروازے کو اندازے سے مند کر لیا اور قطب خان سے کہا۔ قطب خان! تو بھرے جیتنی بھائی سے بھی بڑھ کر ہے۔ لوہیں جاتیں اک میں مجھ کو کس قدر چاہتا ہوں، میں مجھ کو نا ارض کر کے کوئی کام کر جی نہیں سکتا۔

دہ قطب خان کا ہاتھ پکڑ کر زیبا کے قریب چلا گیا اور قطب خان کو زیر سما کے سامنے بھاہا دیا۔ بولا: قطب خان! یہ دلیں تو میری ہے تیکن اس کا گھونگٹ تو افھائے گا۔ اپنی بھائی کا چہرہ دیکھ، کیسا قدر میک رہا ہے اس کے چہرے سے؟

قطب خان سپٹا گیا بولا: اس کا گھونگٹ میں اٹھا دیں؟ میں تیرا مطلب

نہیں سمجھا:

بہلوں نے جواب دیا: اس کے سو ایک اکوئی مطلب نہیں کہ اگر تو گھونگٹ اٹھا کر مجھ سے بھی پہنچے زیبا کا چہرہ دیکھ لے گا تو میں اس کو اپنی خوش تینتی سمجھوں گا!

قطب خان نے لرزتے کاپنے باعثوں سے زیبا کا گھونگٹ اٹھایا اور کسی سوچ میں پڑ گیا۔ زیبا کی نظری جھکی ہوئی تھیں دہ خود قطب خان کو نہیں درکھ سکی۔

اب قطب خان! قطب خان! یہ مراد ہدہ ہے کہ اگر مجھ کو اس ملک کی مکوت مل گئی تو اس پر میرے بعد تیری ہیں کی اولاد حکومت کر سے گی؟

زیبا نے چونک کر قطب خان کی طرف دیکھا اس کے بعد بہلوں کو دیکھ لگی

اب قطب خان کے اندر لاوے ملکت اکھوتا، ابلتا، جو الامختی رک چکا تھا اس کی آنکھوں میں ایک بار چھر آنسو آگئے، لیکن یہ خوبی کے آنسو تھے۔ اس نے بے اختیار بہلوں کو سینے سے لگایا اور گھوگھ فستہ آواز میں کھل میرے

بھائی! تربیت عظیم ہے، عظیم ہی نہیں عظیم اثاثاں لگی۔ اب میں بجھے تخلیہ
میں رہنے کا موقع دوں گا۔ میں باہر جا رہا ہوں۔
قطب خان نہستا مکارا باہر نکل گئی۔

بہلوں نے پسلے تو دیدار نے گواندرست بند کیا۔ اس کے بعد زیب اس کے
پاس بیٹھ گیا۔ کچھ دیر خاموش بیٹھ کر اس نے یہ اندازہ لگانے کی کوشش کی کہ خود
زیب اکا کرنی ہے؟

جب دریت کذ میسا خاموش رہی تو بہلوں نے اس کا گھونگھٹ استھانا
چایا۔ مگر زیب نے پاس پکڑ کر پڑا دیا۔ بہلوں نے دوبارہ چھر گھونگھٹ استھانے
کی کوشش کی اور اس پار چھر زیب اس کے پاتھک کو چھٹک کر پڑا دیا۔

بہلوں نے پوچھا، زیب! کیا بات ہے؟ کیا میں تیرسی شکل نہیں دیکھ سکتا؟
زیب نے خلاف موقع نظرت آئیز پچھے میں جواب دیا، نہیں، میں پنجھ کو
اپنی شکل نہیں دیکھنے دوں گی۔ تو نے مجھ سے دعو کا کیا ہے؟

بہلوں جی ان پریشان ہو کر زیب اپنے نظر میں گاڑ کر کھڑا رہ گیا، بولیا؛ میں
نے تیرے سامنے کوئی دھوکا نہیں کیا، بھٹک کر جھوٹ سے نظرت پے
نظرت پے!

زیب نے کہا: کیا تو نے مجھ سے یہ دھرہ نہیں کیا استھا کہ اگر اس ملک کی
حکومت تجھ کو مل گئی تو میں ملکے بناد کی جاؤں گی اور تیرے بعد تیری اولاد اس
ملک پر حکومت کرے گی؟

بہلوں نے جواب دیا۔ ان میں نے بجھے یہ دھرہ کیا استھا اور اپنے
اس دھرے پر اب بھی قائم ہوں اور ہمیشہ قائم رہوں گے!

زیب نے گھونگھٹ الٹ دیا، بولیا: ابھی ابھی تو نے اپنے بھان
قطب خان سے کیا دعہ کیا استھا؟ نہ دیا اہ تو کر۔

بہلوں کچھ سو بھگرا، ایک دم قبیقتہ مار کر بیٹھ دیا۔ اور قبیقتہ لگاتے
ہوئے کہا۔ زیب! ہمیں بردخ، ہمیں کائنات، ہمیں اور جنگ یہیں
ہے پچھے جاتا رہے۔ قطب خان سے پہلے قریب دھر کر کے میں نے ایک بہت بڑے قتے
کو کچل ڈالا ہے۔ یہ ہم اپنے سے دعہ ہے کہ اس ملک پر حکومت تیری، اسی اعلیٰ لاد کرے گی۔
زیب نے مسکرا کر بہلوں کو دیکھا اور شریک ہے میں بولی۔ غفردار، جو تو نے

بھج سے اس قسم کا دعوہ کیا گا

بھلول اس کو اپنی آنکھوں میں سیپت کر دیا وہ اپنا سے غافل ہو گیا۔ زیبایہ یہ سونپ سونپ کر خوش ہو رہی تھی۔ کہ ہندوستان کے مستقبل کا بادشاہ اس کو اپنی آنکھ میں لے دے پیار دے رہا تھا جو حیثت کم عورتوں کو متبر آتا ہو گا اور انہی کیف اور اور نعمت خات میں اس نے عالم تصویر میں نظارہ کیا جہاں وہ ملکہ بنی یہودی اور اس کی کوکھ سے جنم لیتے دیں اور لاد بندوستان پر حکومت کر رہی تھی اس کے پیشوں کے سروں پر چھپتے شاہی سالیہ فگن تھا اور اس کے روپر و لوٹھا قطب خان اور اس کی جوان اولاد ہاتھ پائندھ خدا مکی طرح کھڑی ہوئی تھی۔ اس تصویر میں ایک نشہ ساختا ہے جس نے زیبای کو کسی اور ہی دنیا میں پہنچا دیا۔ کیف و سرور کی دنیا میں جہاں آسودگی ہی آسودگی تھی جہاں طمایت ہی طمایت تھی اور جہاں اس سے اور اس کی اولاد سے بڑا کوئی بھی نہ تھا۔

آشتہ پرست ۳

ملک بہلول زیبائے شادی کر کے سرمند و اپس چالا کیا اس نے زیب کو دہلی ہی میں جوڑ دیا اور دھدہ کیا کہ زیب اکرم بہت جلد سرمند بلائے گا۔ چنانچہ افروزخان اور انغان هر اُنہیں کے انتقامی دفعہ دار تھے میکن چیا کامبیٹ اقطب خان مدیرِ بخدا اس نے خاموشی تو اختصار ففرود کر دی سخنی مگر دہلی اپنی بھن اور اس کی اولاد کے مستقبل کاظمی سے بیت قبر مند ہو گیا تھا۔
دو سرمندیں فاکٹرانشان سے داخل ہواں۔ اس کے چھا اور انغان بھان فتح مندری کے چھوٹے چھوٹے پرچہ بلند کئے ہوئے سرمندیں داخل ہوتے تو سرمند کے افغانوں نے ان کا شاندار استقبال کیا۔ انہوں نے ملک بہلول کو کانڈھ پر بٹھایا اور اصرخ گھوٹے پھر نگہ سرمند کے درد دوار استشا نیجوں سے پہنچ ہوئے تھے ان سے یہاں چھڑا نہ میں اتنی دل طواری ہیں آئی کہ بہلول کو مزمہ آگیا اس نے اپنے شاہقین سے کہا: میسر چھان بھائیو! دہلی میں میں نے تمہیں سرمند نہیں کیا وہ دل زیادہ دو رہیں کہ تمہارا اگلہ بان تمہیں ایک ایسی پر جاؤ۔ میں سے جائے جس کے تم خود مالک بن جاؤ۔

افغانوں نے ملک بہلول کی شان میں نظرے لگائے۔

قطب خان نے ملک بہلول کو سیحوم میں پتوڑ کر سیدھا اپنی بھن کے پاس پہنچا اور اس کو یہ اندھہ ہناک خبر تادی کہ اس کے طور پر نہ دہلی میں مستران سنار کی بھی زیبائے شادی کرنی ہے۔

بھن کے دل پر سمجھائی کی پہنچان پرستی خبر سے اثر ضرر ہوا میکن اس معاملے میں وہ قطب خان سے زیادہ حقیقت سرز اور سخن مزاج علاج نہیں ایسے اندھہ نکل کو چھپا قہوہ بدلی تھیکن ملک نے مجھ کو طلاق تو نہیں دی۔
قطب خان نے جواب دیا۔ وہ مجھ کو طلاق نہیں دے گا اس کے علاوہ ملک بہلول سے میں نے یہ دھدہ لے لیا ہے کہ اگر اس سے کبھی دہلی کی حکومت حاصل کر لی تو اس کی جانشینی کاظمی کا طرف تیری ہی اولاد کو حاصل ہو گا۔

بہن نے جیت سے من کھول دیا۔ اچھا! ملک بہلوں نے یہ وعدہ کر لیا ہے؟
 قطب خان نے جواب دیا: میں نے اس سے یہ وعدہ کیا ہے:
 بہن نے لاپرواہی سے کہا: تب پھر میں فکر کیوں کر دیں؟ میری طرف سے
 وہ دس شادیاں اور کر رہے۔

ملک بہلوں گھر میں داخل ہو رہا تھا اور قطب خان باہر نکل رہا تھا۔ وہ دونوں کی
 نظریں مٹکرائیں تو ملک بہلوں نے قطب خان کو شک و شجھ کی نظر وہ سے دیکھا۔
 قطب خان سمجھ گیا مکرات ہوئے ہیکا: بھائی ملک بہلوں! میری طرف سے ہے فکر ہو،
 میں اب بھی تھدا رامغفارمہ ہوں۔

بہلوں نے کوئی جواب نہیں دیا اور صدھا اپنی بیوی کے اس سنجھا بیوی نے
 مکلتے ہوئے اس کا استھان لگایا اور موڑ کر اس کے سینے سے لگ پھونڈ بہلوں اس کی پیٹ
 پھچپلنے رکا بھی سینے سے تی چڑے اور سر کے بالوں پرانگلیاں پھیپھی رہیں۔

بہلوں نے پوچھا: قطب خان نے مجھے کچھ بتایا ہے؟

بیوی کی آواز چھڑا گئی۔ مہنگے جو کچھ میں نے اس کے جواب
 میں صاف صاف ہے میں ایک اور شادی کرنی تو کیا ہے جا۔ میری طرف سے اجازت ہے کہ وہ
 دس شادیاں اور کرے۔ اس نے مجھے طلاق توہینیں دیں اور پھر میرے لئے وہ کتنا اہم ہے۔ کہ
 ملک بہلوں کی دہی اعلاء اس کی جاثثین سمجھی جائے گی جو میرے پیٹے بیٹن سے ہوں گی!

بہلوں خوش ہو گئی، میکن بیوی کی فراخ دل کو سرا جا بھی نہیں بولا: ہبنت دوسری شادی
 کردا، کہ میں اپنے عہد کا لازمی نہیں ہوں جیکی میں انت نالائق ہوں لکھور توں کی مرضی اور
 خواہیں کو اسی راستے اپنے فیصلے اور خوبی سر ترجیح دیتے ہوں۔ ایسا نہیں ہو سکتا میرے
 لئے اس میں کوئی فخر نہیں لد فلان عورت میری بیوی ہے بلکہ کوئی بھی عورت اس پر فخر کر سکتی
 ہے کہ ملک بہلوں میرا شیر ہے۔

بیوی مغلوب ہو چکی تھی، اب ملک بہلوں آزاد تھا۔ جتنی چاہتے شادیاں کرے وہ
 زینا کے ساتھ کچھ دقت نہیں مکون اور آزادی سے گزارنا چاہتا تھا اور اس کے لئے یہ ضروری تھا
 کہ ملی کی سکونت اختیار کرے۔ میکن وہ بارشاہ کی موجودگی میں دہنی کی سکونت نہیں اختیار کر سکتا
 تھا۔ اس سے وزیر اعظم حیدرخان کو ایک خوبی خط لکھا۔

* حیدرخان: میں نے مخدود کو وزیر اعظم بنوادیا، اب میں اس نکر میں ہوں کہ مجھ کو
 دیسج اختیارات کا حامل کس طرح بنایا جائے؟ میں مردم شناس بھی ہوں اور جو مرتضیاں ہیں

تیری صلاحیتوں کا صحیح صلی میں ہی شے سکتا ہوں یعنی اسوس کے ابھی دو دن تھیں آیا، اور یہ دن تیرے جیسے بھی خواہوں کی امانت کے بغیر آبھی نہیں سکتا؟
یہ خط ایک افغان سردار کے نزدیک حمید خان کو بھیجا گیا۔ حمید خان اپنے
مذکوح و نہنا پڑھ کر سچرا نہ سایا۔ اس نے جواب میں لکھ دیا: افغان سردار ایاد شاہ کی
صحبت میں رہوتا کہ کوئی موقوع صفات زجاجے میں بھار احسان مند بھی ہوں، بھی خواہ بھی
اور معادن مدد گا ارجی۔

ملک بہلوں نے کابل سے آئے والے ٹھانوں کو اپنی فوج میں بھری کرنا نظر دی
کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد اس مت زیب کی وجہاتی میں خود نہ کہا اور مکاہل ساہنہ اپا ہو ہو اسے
عدھ پر اڑ کر زیبا کے پاس پہنچ جانا چاہتا تھا قطب خان ملک بہلوں کا صاحب تھا، ایک لختا درولین یعنی
کسی ایک کو کسی پر جو نہ عطا کرے قطب خان کی کوشش بھی کردہ اپنی شخصیت کو ملک بہلوں سے
علیحدہ کر برقرار رکھے میکن بہلوں اسی کو یہ احانت نہیں دینا چاہتا تھا کار قطب خان اس کی
نظرؤں سے ادھمل ہے، چنانچہ قطب خان نے جب بھی یہ کہا کردہ دلیلی میں اسنا اتنا
چاہتا ہے تو ملک بہلوں نے اس کی بات ہنسی میں آٹا دی۔
قطب خان نے جھنجو لار کہا: پھر میں خود کو اس طرح مشغول رکھوں، سرستار ہیں
ساری بڑی ذمہ داریاں تم نے سنبھال رکھی ہیں، میں یہاں پرے پڑے پڑے کاہل اور نہ کہا
ہو جاؤں گا:

ملک بہلوں نے جواب ریا: اگر تو مشغول رہنا چاہتا ہے تو عشق کر عشقن انسان کو
حوالہ مند اور کار آمد بنارتی ہے یہ انسان کو خاموش نہیں بیخٹ دیا؟
قطب خان ناماض ہو گیا: ملک بہلوں! مجھ سے مذاق نہ کرو، تم مجھ کو بے کار رکھ
کر ہٹائ کر دیا چاہتے ہو لیکن میں خود کو فائدہ نہیں ہونے دوں گا، میں اپنی جاذب نہ کا اور
دیاں مشغول رہنے کی لکھش روں نہ کا، پھر مسکرا کر بہلوں کی طرف دیکھا: اگر مشغول رہنے کے لئے
مجھ کو عشق بھی کہنا پڑتا تو عشق بھی کروں گا!

بہلوں نے اپنے چھاتے گدا: چاہیز دز، یہاں قطب خان کو سمجھا، یہ جلدی
ذکر ہے، اس کو اتنی ذمہ داریاں سوچتے والا ہوں کریم عاجز آجائے گا:
چھا فیروز خان نے کہا، بہلوں! اس کے دلچسپی جاتے میں ہمارا انقصان ہی
کیا ہے؟

بہلوں نے جواب دیا: دلیلی میں صورتیں میں اپنے

دشمنوں سے قطب خان کو درود ہی رکھنا چاہتا ہے، کیا قطب خان کچھ کریم یقین دلستا ہے
کہ وہ دلی ہب ایک بار پھر فتحلایا مٹیج جائے گا؟
قطب خان نے کہا، سہاں بہلو! انفان قوم نے تم کو اپنا سب کچھ سمجھ لیا ہے۔ تم
اپنی قوم کے لگہ بان ہو، بھرپور کوئی ایسا کام کس طرح کر سکتا ہوں جو قومی مفارکے خلاف ہو؛
بہلو نے ملائکہ کے لئے جواب دیا: اچھا ہے میں تمہاری درخواست پر عمل کروں
پھر کوئی فیصلہ دوں گا!

قطب خان چب ہو گیا۔ آپ بہلو نے قطب خان کی نظر دن سے دور رہنے کی
کی روشن انتیاری۔ قطب خان کو بہلو کی یہ ادا پست نہیں آئی کہی پار بفادت کا امداد کی اور
بہلو کو بتاتے بیز رد ہی جائے کا فیصلہ کر لیا۔

قطب خان نے کسی کو کچھ بتائے بغیر سفرگی تیاری کی اور رات کے پچھلے ہر سرہنہ چھوڑ
دیتے کا فیصلہ کر لیا۔ اس نے ائمہ گھوڑے کو خواب گاہ کے قریب ہی یا اندر ہدایا اور خود
سمتے چلا گیا۔ نصف رات کے گزر جانشے کے بعد اس کی خواب گاہ کے پاس ہی ایک دوسرا
گھوڑا آگر گرد کا اور اس کا سوار کو درکریجے آیا اور قطب خان کے در بردستکے ہی قطب خان
کا دل دھک دھک کرتے لگا اور اس نے خود کو سوتا بنا لیا۔ لیکن اس ترکیب کے قطب خان
کو اور نیادہ پریشان کر دیا، اس کی خاموشی نے ند پر سکون تی پارٹسی کر دی تھی۔ آخر دہ
آنکھیں ملتا ہوا اٹھا اور خار ہو دادا میں پچھا کون۔

پاہر سے جواب ملنا ہیں ہوں بہلو۔ میں تیر سے رانچھی ملی چلوں گا۔ دروازہ
کھولو۔

قطب خان نے دروازہ کھول دیا۔ بہلو سرگرا تا ہوا اندر داخل ہوا اس نے
کہا: میں جانتا ہوں کہ تھوڑی دیر بعد تو دلی چلا جائے گا تو نے یہ اچھا فیصلہ نہیں کیا۔
قطب خان نے جواب دیا: بہلو! میں انتظار سے گھبرا تا ہوں میں منزل کے انتظار
میں یا تھا پر یا تھا دھر سے گب تک بیٹھا رہوں یہ آخر کب تک ہے۔

بہلو نے جواب دیا: اس میں انتظار کی کیا ہاتھ ہے؟ کیا میں تم سب کے بیٹے کچھ بھی
نہیں کر رہا ہوں؟ کیا میں تک تمہارے بھنگ جی نہیں کیا؟ قطب خان اخدا کے نئے
پریشان نہ ہوا ورنہ ہی مجھے پریشان کر۔

قطب خان نے نہیں کاموں میں صرف ہوتے کی کوئی کوشش کی۔ سہاں بہلو! اذ تو
میں خود پریشان ہوں اور تمہیں تم کو پریشان کر رہا ہوں۔ میں تو اس دندرا استوار میں اپنا مقام

تلش کر دے ہوں یہ میرا صدھہ ہے کہ میں، جہاں کہیں بھی رہوں گا اپنی قوم اور تمہارا دفاردار
رہوں گا۔ اور تمہیں یا میری ترم کر جب بھی میری ہزرت پیش آتے گی میں بیک کہوں گا۔
بہلول سکراتے تھا: قطب خان! جس تمہاری اس وقت بھی ہزرت محوس کر دے ہوں
تمہاری قوم کو اس وقت بھی تمہاری ہزرت پیش کرے گی۔ اگر انفان قوم کا ہر بردار تمہاری طرح ہی
پہنچنے لگے کہ دھارا ہے اور جب بھی قوم کو اس کی ضرورت ہو گئی بیک ہے تو اخڑھجے گا
تو اس طرح تو پوری تھی انتقام کا شیر ازہ ہی۔ تھر جائے گا: بہلول قطب خان کے چرسے سے
اس کی سوچ کا اندازہ لٹکانے لگا۔ کچھ دیر بعد بولا: اچھا اگر تم ہر یاد ہے تو تمہارے ساتھیں
میں بھی دلپی چادر گا:

قطب خان کو اپنے کافلوں پر بیکین نہیں آیا، پوچھا: کیا سچ ہے؟
بہلول نے جواب دیا: ہاں سچے۔ میکن میں دلپی میں اپنی موجودگی کو کسی پر فائز نہیں
ہونے دوں گا اور تمہیں اس کی اجازت ہو گی کہ اپنے نئے میدان چھوڑ کر، اگر کسی مقابلے یا
معیت میں پھنسو گئے تو میں تمہاری مدد کر دوں گا:

قطب خان سوچنے لگا کہ بہلول و دلپی کیوں جاتے گا؟ اور دلپی میں اپنی موجودگی
کو دوسروں سے جھپٹانا کیوں چاہتا ہے؟ میکن ان کمی سوالوں کا ایک جواب مل گیا۔ بہلول کو
زیب اگی یاد تھا بھی حقی وہ زیب اگے پس چند روز جو رسم سے گزار کردا پس آنا چاہتا تھا۔ قطب خان
سکراتے تھا، بولا: سمجھاں بہلول، دلپی ساتھ چلنے کا شکریہ۔ میں تمہاری دلپی میں موجودگی کو راز
میں رکھوں گا۔ ماظعین میں۔

بہلول اور قطب خان بھی ہوتے سے پہلے ہی دلپی روشن ہو گئے۔ بہلول نے اس
مندوش سفریں بیس ماہ جنگ جو اورچا اک انفالوں کو بھی اپنے ساتھے ملایا تھا کیونکہ وہ
اپنے عہد کا پرد ترین حسود تھا۔ بادشاہ اس کے حامل صوبے درا در اقبالیہ دار، سمجھی کہنا نکھوں
میں کاٹتے گی طرح کھٹکا تھا اور ان میں سے ہر شخص اس موقع کا متلاشی تھا۔ جب غافل
بہلول پر ایک بھرپور دار گیا جا گے۔

بہلول اور قطب خان ساتھی سور اگر وہ کے بھیں میں سفر کر رہے تھے اور ظاہر
ایک دوسرے سے بیگانے اور نا آہستا تھے۔ ایک دن جب اپنی قطب میبار دوڑتے نظر آئے
نکا تو بہلول نے قطب خان کو چند بیانات دیں میں نے کہ: تم دلپی میں مجھ سے زیب کے گھر
ملنے نہ آنا، کبھی کبھی نظام الدین اور یاڑی کے مزاد پر فاتح ٹھر ہٹنے پڑے جائی کرنا، وہاں ملاقات ہو
سکتی ہے۔ بادشاہ سے مٹا لونگی ایسے موقع کی تلاش میں رہنا کہ تم اس کا کوئی ایسا کام سرانجام

دہ، جو دستور گر سکیں۔ بادشاہ کے مقر ہیں میں سب سے زیادہ خطرناک اس کا ذریعہ
حیدرخان نے اپنے سکتا ہے۔ وہی حیدرخان جس کی وفات میری مردوں میں تھے خداوند
کو قتل کر لے گئے ہیں نے اس کو ذریعہ بنواریا۔ اب ہی میری ہمارا پتیرین دشمن ناہیت ہو گام اس
پر کبھی بھی اختیار نہ کرنا اور اس سے میثیہ ہوشیار رہنا اور اگر اس پر تو نہیات حکمت عملی
سے اس کو اپنی راہ سے بٹا کر اس کی چلگوئی میختیج جانا ہے۔

بہلوں ہمایتیں دستے رہتے اچانک خاموش ہو گیا۔ اس کی خاموشی ہیں یا شادہ
موجہ تھا اک بہلوں کوئی ایسی حمایت بھی دینا چاہتا ہے جس میں کوئی مصلحت آٹھے آدھی
ہے اندھہ بہلوں کہنے یا نہ کہنے کی لشکر میں مستلا ہو گیا ہے۔

قطب خان نے گردیدا: "بھائی بہلوں اور مجھ پر"

بہلوں نے جواب دیا: "ہاں ایک بات اور کہنا ہے!"

قطب خان نے بھی سے کہا: "تو گورنمنٹ نہ بدل کیا؟"

بہلوں نے کہا: "جنان آدھی ہو، الگری سے محبت ہو جائے تو مجھے نہ پڑا میری شہاد
تمہارے ملئے ہے، میری نظر میں مرد ہی ہے جو میردان جنگ میں فتح مندی کی تھیں
اور مرکزی محبت کو مرکزی بازاری نگاہ سے سرگئے، جو مرکزی کامیاب عاشن نہیں بن سکتا اور وہ مگاہ کا
مرویدان کس طرح بنے گا۔"

قطب خان نے مسکرا کر جواب دیا: میں کو شمش کر دن گا کہ تمہاری ہر یہادیت پر
عمل کر سکوں یا میری آخری ہدایت کچھ عجیب سی ہے بہروال میں اس پر بھی کاربنڈ ہوں گا۔
دہلی میں داخل ہونے سے پہلے ہی قطب خان بہلوں سے جدا ہو گیا۔ وہ سید ہمارا بادشاہ
کے ذریعہ حیدرخان کے پاس پہنچا جو قطب خان نے قطب خان کی توقیت کے خلاف مرد ہمیزی کا
ظاہر کیا اور پیچھا بہلوں کہا ہے۔

قطب خان نے جواب دیا: وہ مرندی ہے اور مجھ کو اپ کے پاس اس نے بھیجا
ہے کہ میں دہلی میں اس کی نہ ائندگی کر دن اور جب بھی بہلوں کی مدد فرما دیں میں پارشاہ
کا نہ ائندہ بن کر اس کو دہلی سے آؤں۔

حیدرخان نے بنادی خلوی سے کہا: قطب خان! میں تیری اس بات پر لفظی نہیں
لکھتا کہ بہلوں مرندی ہے وہ کہیں بھی ہو سکتا ہے۔ مگر مرندی میں نہیں ہو سکتا اور میرے
پر کر بادشاہ کو بہلوں کی جسم۔ بھی ضرورت ہوئی رہ کسی کو بھی بہلوں کے پاس پہنچ سکتا
ہے تیرا بادشاہ کے آس پاس۔ ہناتھ تیرے لئے مناسب ہے اور نہ میرے لئے اچھا۔

قطب خان کو بولا آیا اک بہلوں نے حمید خان کی بیانات کیا بیانات دی تھیں وہ حمید خان کی
حصہ لشکن باوری سے ذرا سمجھی دل برداشت نہ ہوا۔ نہایت ملائمت اور خوش اخلاقی سے جواب دیا
حمید خان ایسی آپ کی عزت کرتا ہوں اور بھائی بہلوں نے مجھ کو بطری خاص سمجھا یا اتحاد قطب خان
اگر مجھ کو ترقی مقصود ہے تو ان کی چیز عزت کرنا چہیں خدا نے عزت مجھ سے ہے اور ان میں
میر فہرست نام حمید خان کا ہے۔ حمید خان میں آپ کی عزت کرنے پر مجبور ہوں، مجھ کو اپنے
پاس رکھئے اور اپنی خدمت کرنے کا موقع دیجئے۔

حمدی خان نہیں کر سکا: کیا یہ یا بھائی بہلوں نے کی ہے ہیں؟

قطب خان نے جواب دیا: ہاں! میر سے بھائی اور بہلوں نے کی ہے، لہی
بہلوں جس نے آپ کو آپ کی خوبیوں اور صلاحیتوں کے پیش نظر
منصب وزارت تک پہنچنے میں مدد دی:

حمدی خان نے کسی قدر بسج کر کہا: ہاں بہلوں اچھا انساں ہے میں بھی اس کی عزت
کرتا ہوں تو میر سے ساختہ رہ، میں جب بھی مناسب سمجھوں گا پادشاہ سے ملاؤندیں گا۔ میکن
جب تک تو پادشاہ سے نہیں ملتا میر اہمان ہے:

قطب خاک نے حمید خان کا شکری ادا کیا بولا۔ میکن میں کوئی گمراہ آدمی تو نہیں ہوں،
حمدی خان! پادشاہ مجھ سے اپنی طرح داقتھے اس سے ملنے کے لئے مجھ کو کسی سماں سے یاد پہلے
کی بھی صورت نہیں میں چاہتا تو پادشاہ کے پاس چلا جاتا۔ میکن بہلوں نے مجھ کو سمجھا یا ساختا
کر میں حمید خان سے پہنچوں اس کے بعد اس کے توسط سے پادشاہ تک پہنچوں۔ اور میں
بہلوں کی مرضی کے خلاف ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکتا:

حمدی خان نے کہا: اب نہ ادا و بحث نہ کر۔ میں نے جو کہ دیا، کہ دیا اور رہا تیرا یہ
گان کو تو میر سے دیسلے اور توسط کے بغیر بھی پادشاہ تک پہنچ سکتا تھا، تو یہ تیری بھجوں ہے
بہت بڑی خط نہیں، اگر تو نہیں ایسا کیا ہوتا تو خدا کی قسم پادشاہ کے مقرین میں، میں ہی تیرا
سب سے بڑا ٹھن ہوتا اور میں دیکھتا کہ تو میری مرضی کے خلاف کتنی دیر پادشاہ کے پاس
رہتا ہے:

قطب خان نے ہات بگڑتے رنجھی تو بالکل نرم پڑ گیا، بولا میکن میں آپ کی مرضی اور
خواہش کے خلاف کوئی قدم آٹھا بھی کیے سکتا ہوں۔

حمدی خان کی طبیعت مگر بوجھی تھی، مُرد ہر کسے کہا: ہر حال تو میر سے پاس آئے
اور اس دن کا انتظار کر جب میں کیوں کو پادشاہ کے لئے بروپیش کر دیں:

قطب خان نے خوش اخلاقی سے جواب دیا۔ میں آپ کی بخوبیز سے ملنی ہوں یہاں تک کہ اگر آپ مجھ کو یہ حکم دیں کہ میں دہلی سے چلا جاؤں اور دہلی دیوار سے دیستگی کا خیال پہنچ دل سے نکال دوں تو میں اس کے نئے بھی تیار ہوں۔ آپ دہلی دیوار کے دیباں میں ایک بادشاہ ادیطات مددگر چہ کی حیثیت رکھتے ہیں اس دیباں میں دشمن کسی طرح رہ سکتا ہے جسے آپ کی حیات اور عجائب حاصل نہ ہو۔

حیدرخان نے مخفق حواب فریا۔ تمیرے پاس رہنا کہیں تجھ کو سمجھ سکوں۔

قطب خان، حیدرخان کے پاس آئیا اور دو دن کے اندر ہی قطب خان کو معلوم ہو گیا کہ بادشاہ کے آس پاس جگات اور اور بااثر وگ مزجو ہیں، وہ سب حیدرخان کے قریب رہتے دار ہیں۔ ان سب کی موجودگی میں حیدرخان کو چوت کرنا بہتر مشکل کام ہے اس کو ایک بار پھر سہول کے مٹروں اور سہرا یات کی ہڑوت محسوس ہوتی۔

قطب خان نے زہر و تقری کا رد اپ دعا اور دھنیات پابندی سے نازیں پڑھنے لگا۔ حیدرخان اسکو ایک ایک بات اور ہر حرکت پر تو چھ مرکوز کرنے ہوتے تھے۔ بعد دن کے اندر ہی حیدرخان نے قطب خان کی بایتی پر لے نام کر لی کہ نہایت سیدھا اور جھوٹا جھالا نوجوان ہے اور اس سے کوئی گزندہ نہیں پہنچ سکتا۔ ان دو دنوں میں اس نے بادشاہ یا اور بام کا نام لکھنے لیا۔ نازیں پڑھتے پڑھتے بندگوں اور دیوبیوں کے مزابدہ پر جائے کا شرق اٹھا اور اس پر نہایت خوش و خصوص سے عمل بھی ہوتے رہے۔ حیدرخان چران تھا کہ یہ کیا عقیقی پنڈھان ہے اس کو اپنی عقل پر غصہ آئے لگا۔ جیس نے اس کو قطب خان کی طرف سے سخت غلط انسی میں متلا کر دیا تھا۔

قطب خان نے تیرے دن نظام الدین اولیا کے وزار کا ردخ کیا۔ حیدرخان نے پوچھا۔ قطب خان! یہ صبح جمعہ کہماں۔

قطب خان نے جواب دیا۔ جذاب ایں ان بندگوں کے مزابدہ پر حاضر یا نے رہا ہوں جن کی شہرت اور عظمت کا ایک زمانہ معرفت ہے میں نے اب یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ عقیقی کو ردنیا پر ترجیح دوں گا۔ میں بادشاہ سے نہیں ملنے چاہتا، چہ کو بادشاہ سے ملوکت کی چندان حزادت نہیں۔

حیدرخان پہنچنے لگا۔ ان دلیوں اور بندگوں سے میرے پاسے جمیں بھی کچھ بھروس دینا۔ مٹا ہے یہ اپنے دھماں کے بعد بھی اپنی پسند کے انسانوں کی مدد کرتے رہتے ہیں؟

قطب خان نے جواب دیا۔ «جانب! میں نے آپ کے ہنپسے پہلے ہی بزرگان
دین کی روحون سے ابھاگر دی ہے۔ میں آپ کو کس طرح نظر انداز کر سکتا ہوں۔»

قطب خان کو خوشی تھی کہ حمید خان کے شکوہ رون بروچکتے اور اس نے قطب خان

کو پکار دیندار سیم کرایا تھا۔ اب قطب خان کا کام بہت کسان ہو گیا تھا۔

قطب خان اپنے گھوٹے کوڈی چال سے نظام الدین اولیا کے حارہ پرے گیا اس

وقت مزار پر میل سا گاہ ہوا تھا۔ عورتوں اور مردوں نے مزار کو جامن طرف سے ٹھیر کھا تھا۔

قطب خان نے اس ہجوم میں بہلوں کی تلاش شروع کر دی۔ یہیں مزار کے پائیچی اس نے یہ شخص

کو اپنے معتذ پر کر کر پہنچ دیکھا۔ اس کی دو توں آنکھیں جگ جگ دیکھتے ہیں مشغول تھیں قطب خان

نے اس کو پہچان دیا۔ پاس جا کے کہتے رکھا: «جانا مجھ تھم سے باہنس کرنا ہیں بولو، کہاں ملوں

تم سے۔» جواب ملا۔ «باہر چل، کھلی جگ میں درختوں کے نیچے باہنس اوسکتی ہیں، ایک ایسی

جگہ بیٹھیں چل کر جہاں سے آئے جانے والوں پر نظریں رکھی جا سکیں۔»

قطب خان نے بہلوں کی آداں پہچان لی تھی، وہ قابویتی سے مزاگ چل دیواری

سے نکل گیا۔ باہر ڈالا، افاس سے پر چند بڑگے درخت نظر آئے اپنے چھپے چھپے ٹکڑے کیجا بہلوں

آہستہ آہستہ بیگانہ دار جلا آدمی تھا۔ قطب خان اس کو دیکھتے ہی بڑگے درختوں کی طرف چھوڑ گیا۔

اور ایک درخت کی جڑ میں بیٹھ کر بہلوں کا انتظار کرنے لگا، سان سے ہر طرف کے آنکھیں والوں

والوں پر نظریں رکھی جا سکتی تھیں کچھ دیر بعد بہلوں بھروسہ بننے لگا۔ قطب خان نے آہستے سے کہا بہلان

بہلوں! حالات سمجھیں ہیں، حمید خان نے صاف صاف کہ دیا ہے کہ اگر میں نے اس کے دیے

اور توسط کے بغیر بادشاہ تک سہیں کی کوشش کی تو وہ بدترین دشمن ثابت ہو گا!

بہلوں نے پوچھا: «بھر توئے کیا؟ اواب دیا۔»

قطب خان نے جواب دیا: «میں نے حالات کی تراکت کے پیش نظر حمید خان کو بھرا

اور خود کو کم تر مان لیا ہے۔ اب وہ مجھ سے خوش ہے میکن ہو کو اسید نہیں کہ وہ نے بے بادشاہی

ملنے نے۔

بہلوں نے کہا: «بیتمت نہ ہو۔ وقت کا استفادہ کر کر حمید خان سے جو خواہ دو اور اس پرے

مقصد کو ایک طریقے میں اپنے دل سے دنکالیں۔ یہ ترسی خوش نہیں ہے کہ حمید خان کھل گیا۔ اگر

وہہ آنکھ پر تیری لاحی میں تیر سے عقبے دار کرتا تو، تو کیا ازنا۔»

قطب خان نے کہا: اس کو بھی یہ لقین نہیں کہ تم سرمدی میں بودھ کہتا تھا کہ تم سرمدی

کے طارہ ہے کیسی بھی ہو سکتے ہو۔ میکن میں نے اس کی سختی سے تردید کر دی:

بہلوں نے جواب دیا۔ قطب خان! تو میری تکرہ کو صرف اپنی تکرہ کو۔ حمید خان اتنا

بہلول نہیں ہے جس کی توجیت نہ کر سکے۔

قطب خان نے کہا: میرا اپنا بھی جسی خیال ہے، تمہارا کب تک ہو؟ کیا ایک
ادمیاں ملقات ہو سکتی ہے؟۔

بہلول نے جواب دیا: خایر ایک ملقات اور ہو جائے، کل اسی وقت، اسی
جگہ۔ نیک تو اپنا کام جاری رکھ۔ اگر تو بادشاہ تک کسی صرف پہنچ گیا تو گوا تو انہی مزدھن قصور
کو پہنچ گیا۔

قطب خان چپ ہو گیا۔ بہلول نے اس کو نکر مند محسوس کیا ہے؟ قطب خان اور قدر
اور اندیشون کو اپنے دل سے نکال دے۔ حمید خان تجھ کو گزندہ نہیں پہنچا سکتا میں اس کی
ضمانت دیتا ہوں؟

قطب خان نے کسی قدر مالوی سے کہا: ہماری بہلول! ہیں نے یہ محسوس کیا ہے کہ چالاک
حمدی خان نے بادشاہ کے آس پاس اپنے عزیز دن دشت داروں کو چھوڑ دکھا چکے، ان کی موجودگی
میں بادشاہ کے مزار میں اثر و رسوخ پیدا کرنا بہت مشکل ہے، وہ لوگ مجھے آئے گے جو منے ہی
کیوں دیں گے۔

بہلول نے بحث سے جواب دیا: قطب خان! بادشاہ کے آس پاس حمید خان کے
عزیز دن اور دشت داروں کی موجودگی تیرے حتیٰ میں نیک ذال ہے بادشاہ انکے درمیان
خود کو بے لیس افسقیدی محسوس کرتا ہو گا ان حالات میں تو جس دن بھی بادشاہ کے تریب
ہمچڑی گیا، بادشاہ کا معتر قریں آدمی ہیں جلتے گا۔

ابھی یہ دنوں بالوں میں مشغول تھے کہ انہیں ایک خودت آئی ہوئی نظر آئی یہ تیرز
قدم اٹھاتی چھاگی چلی آرہی تھی۔ اس خودت کے چیچھے تیجے دو آدمی تھے اور ان دو لوگوں کی روشن
بھی خودت ہی جتنی تیر تھی۔

قطب خان کھڑا کھڑا ہو گیا، بولا: میرا خیال ہے اب ہمیں چلا جانا چاہیے۔

بہلول نے آئے والوں کی طرف ذکر کرتے ہوئے جواب دیا: میرا بھی جسی خیال ہے،
مگر ہمیں کون؟ یہ بھی ہمیں معلوم ہونا چاہیے۔

قطب خان بہت تریادہ پریشان ہو چکا تھا۔ وہ خوف زدہ بھی تھا بلہ میں ملکی بہلول
کیا ہم خدرات ہیں کھرسے ہوئے نہیں ہیں؟

یہیں ابھی بہلول نے کوئی جواب بھی نہیں دیا تھا کہ وہ خورت ان دنوں کے ہاس
اگر داریا کرنے گی۔ اسے تحریف انسانوں سے بھیجاں پر معاشوں سے بھیجا رہا۔

بہلوں دنوں مردوں کی طرف بڑھا اور شوانت کر پوچھا: کیا بات ہے؟
قطب خان بہت نریادہ خوفزدہ تھا اس کو بہلوں کی اس ناماقبت اندیشی پر
خفظ بھی آئے باستقابت افسوس بھی ہو رہا تھا اور اس کا خیال تھا کہ بہلوں کی طرف سے جو غیر
خطاط ردیہ پیش کر پا تھا اس میں اس کی اضطراری کیفیت کا پتھر تھا۔

عورت کا پیچا کرنے والے مرد بہلوں کی طرف پکے: تو کون ہے اس کا؟ یہ میں سے
ایک کی بیوی اور دوسرے کی بھائی ہے؟

بہلوں نے تلوار کھینچ لی: تم دنوں جھوٹے ہو، اس کا پیچا چھوڑ دو، ورنہ میں تم دنوں
کو قتل کر دوں گا!“
بہلوں کی تلوار کی چک نے دنوں کو آگے بڑھنے سے دلک دیا، ایک نے کہا:
میں کہتا ہوں اس عورت کو میرے حوالے کر دے ورنہ میں تیر سے خلاف خاتمی عدالت میں
مقدمہ کر دوں گا!

بہلوں نے عورت سے پوچھا: عورت اپنے پس بنا یہ دنوں تیر سے کون ہیں؟ کیا
میں جانتے ہیں؟

عورت نے اپنے چہرے سے نہ اس لفاب سرکاری تو اس مرسلی نظر قطب خان
کی پڑی اس کو ہوں لگا، گورا بھیلی کو نہیں۔ سورج کی نیڑہ کن شواع آنکھوں کو چلا چھوڑ کر گئی۔
عورت نے جواب دیا: یہ میرے کچھ بھی نہیں تھے، یہ دعا مشہد ہے، یہ شہی عدالت
میں مقدمہ بھی نہیں لے جاسکتے، یہ اتنکی جھوٹتے ہیں؟

بہلوں نے ان دنوں کا اثر انشاد: دیکھو، غیر مت اسی میں چہ کہ تم دنوں ہماں جاؤ
ورنہ شہی عدالت میں مقدمہ تو جائے یا نہ جائے تم دنوں چشم ضرور چلے جاؤ گے!
ایک سمحنی سے کہا: جناب یہ کسی زبردستی پتے میں تو اس کو چھوڑ کر جھیں جاؤ کتنا
یہی خود کر کے دوں کو جمع کروں گا اور تمیں کو پھر لارکا بارشاہ کے پاس نے جاؤ گا:
قطب خان نے کہا: سمجھا! بہلوں! اس جھوٹے میں نہ پڑو، ورنہ کسی مھیب
میں پھنس جاؤ گے، اگرست گوان دنوں کے حوالے کر دا۔

عورت نے تہمسکی دندوں سے قطب خان کی «ف دیکھا: چند ہفت انسان! میں نے
تجھ سے مدد نہیں مانی ہے اس نے بہلوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: میں ہیں غیر مت
شخص سے مدد کی طالب ہوں، تو اپنی راہ ملے! اس کے بعد بہلوں سے کہا: بھادر انسان!
خدا کے نے ان موذیوں سے میرا بچا چھڑا رہے، یہ میری عزت دائرہ کے دیپے ہیں:

بہلول تھواہ بہرا تاہدا دن کی طرف پڑھا: لو بچو مجھ سے، اگری عورت تمہاری ہوئی
یا بسادج سے تو دونوں بزرگ قوت اپنی آہر و مجھ سے چھین لو۔
بہلول کی دلیری کئے دونوں کروانا قدا سہادیا کر دے بجاں کھڑے ہوتے، ادھ ایک پگڈنڈی پر
یہاں گئے پگڈنڈی کے کھارے ایک درخت کے نیچے دو گھوڑے گھاس چرخنے میں مشغول
تھے یہ دونوں اچھل اچھل کر ان پر سوار ہوتے اور انہیں سر پٹ بھگلتے ہوتے لفڑی
سے آجھل ہو گئے۔

قطب خان پریشان جو رام تھا کہ کہیں اس عورت کی وجہ سے کوئی تباہ ہے گلدنہٹ
کھڑا ہو، میکن بہلول نیا دہ پریشان نہیں تھا، اب بہلول نے عورت سے پوچھا: خاتون! اب
آپ اپنے بارے میں کہہ بتائیتے، کون ہی؟ یہاں کس طرح اور کیوں آئیں اور اب کہاں پہنچا دیا
جاتے؟ ۹۔

عورت بہنگر کی جڑ میں بیٹھ گئی، قطب خان اس کی ایک جملک دیکھ چکا تھا، دلپڑا
دیکھنے کی ہوس تھی۔ وہ بھی عورت کے سامنے بیٹھ گیا، بہلول قطب خان کے پاس کھڑا رہا۔
بولا۔ میں اس شے کھڑا ہوں کہ الگ کسی طرف سے کوئی مصیبت نازل ہو تو میں اس کا مقابلہ کر سکوں؟
عورت شے اپنے چہرے سے نتاب پڑا، دونوں کو یکبار گی ایسا کا گویا بدل سے
چاند نکلا آیا۔ یا پچھنے سے آنکاں تھواہ جو گیا۔ یا آنکھوں اور چہروں سے پھیل نکوڑا، جو گیا۔
ایک بیک دہ دونوں جس کو عورت سمجھ رہی تھی، وہ اٹھا رہا، ایس سالہ لڑکی تکلی سرخ و سفید
رخادری پر شرمنگیں، آنکھیں بڑی بڑی پکوں کے درمیان کیفت و سبقت کی پیغمبری پھوڑا گرا رہی
تھیں، ان کا لند قطب خان اور بہلول دونوں کو ہی بیک دقت سرخار کرنے مگل دنوں کے
وقت گویاں سلیپ چوکر رہ گئی۔ لڑکی کی آنکھوں میں آنسو روپے تھے۔
لڑکی تے کچھ دیرخواش رہ کر پوچھا: اب آپ دونوں میرے ساتھ کیا سلوک
کریں گے؟

بہلول نے جواب دیا، جب تک مجھے اپنے سوالوں کے جواب نہ مل جائیں میں
کیا جواب دیں؟ ۹۔

لڑکی نے کچکا تے بچے میں کہا: میں اپنے باب سے ساتھ نظام الدین اولیاء^۲
کے زار پر آئی تھی، دونوں بدمعاشوں نے میرے دل کو ایک حرث لے جاتے ہوئے کھما۔
ایک بات تو ہی نہیں، وہ مجھ سے یہ کچھ کہ زار کے پاس ہی کھڑا رہیں ان کے ساتھ پڑے گئے۔ کچھ دیر
بعد دونوں میں سے ایک شخص آیا اور مجھ سے کہ کہ خاتون! چلے آپ کو آپ کے دل دیوار ہے

بیں، میں اس کے ساتھ مزارگنی صورت سے پاہر نکلی، اور صراحتاً اپ کو دیکھا وہ بھیں نظر نہ آئے۔
میں شخص نے بہگ دے کے درختوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ تیرا اپ ان درختوں
کے نیچے تیرا انتظام کر رہا ہے۔ دندے سے آپ لوگ نظر نہیں اڑ رہے تھے، پچھے کچھ دندہ چل
کر جو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ میرے ساتھ دعوکا ایسا جا رہا ہے۔ میں اللہ سے مدد لائے تھے لیگی پھر
جیسے ہی آپ دونوں پر صیری نظر پڑی۔ میں پختنی چلاق آپ کی طرف ددھ پڑی۔

بہلوں نے کہا: "میرا اپ، کہاں چلا گیا۔"

لڑکی نے سکیاں بینا شروع کر دیں بولی: "مبت نہیں ان کا کیا شرم جو اہمیں نہیں
تسلی نہ کر دیا گیا ہو۔"

اب قطب خان بولا۔ لڑکی: "تو نے اپنا نام نہیں بتایا۔"
لڑکی نے قطب خان کو جھٹک دیا: "میں اپنا نام نہیں بتاؤں گی۔ خدا کے لئے میرے
باپ کو تلاش کرو۔"

قطب خان نے ناگواری سے کہا۔ میکن ہمیں کیا پتہ کہ تیرا اپ کون ہے؟
بہلوں نے کہا: "اس کے باپ کو سچان یہاں کوئی مشتعل یات نہیں، اگر وہ مانجا جائے کہ
تو ہمیں اس مزار کے آس پاس جس شخص کی بھی لاش ملے گی وہ اس کے باپ کی ہوگی، اور وہ
تنہ ہے تو ہمیں یہاں جوانہتائی بدروس اور پریشان حال شخص نظر آئے گا۔ وہ اس لڑکی
کا باپ ہو گا۔"

لڑکی نے دادخیں اور شکر گزار نظر دن سے بہلوں کی طرف دیکھا اور صیر ماکر
نظریں جھکالیں۔ میرے باپ کو آپ سے سہتر کون پہچانے گا؟

قطب خان رشک وحدت کا گلے گا، اپنی فہانت کا گلے گتائے کے
لئے بولا۔ پھر سی یہ تورت اگ تیرے باپ کا نام کیا ہے اور اس کا تھوڑا اہمیت حلیمہ بیان کر دے؟
لڑکی نے کوئی جواب نہیں دی اور تیر امید نظر دن سے بہلوں کی طرف دیکھتی رہی۔

بہلوں نے قطب خان سے کہا: "تو اس کا خیال رکھ، میں اس کے باپ کی تلاش میں چلتا ہوں۔"
بہلوں چلا گیا، قطب خان کو ہاتھی گرنے کا موقع مل گیا۔ بولا: "لڑکی: تو نے اپنا نام
نہیں بتایا۔"

لڑکی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ سر جھکا کر جیچے گئی۔ اس کی اتعلقی اور خانہ بخشی قطب خان
کو مشتعل کر دی جئی تھی، وہ ندا سختی سے بولا: "لڑکی، میں کیا سمجھتی ہوں؟ تو میرے سوالوں کا جواب
کبھی نہیں دیتی۔ تیرا نام کیا ہے؟"

لڑکی نے کہا، تم میرا نام جان کر کیا کردی گے؟ میں اپنا نام نہیں بتاؤں گی؟
قطب خان نے کہا: یوری ہے صنی۔ لیکن مجھے کو معلوم ہونا چاہیے کہ میں کوئی معمولی
شخص نہیں ہوں۔

لڑکی نے جواب دیا۔ میں بہت پریشان ہوں اور جب تک میرا پاٹ نہیں آ جاتا۔
میری پریشانی برقرار رہے ہے تھی یا ہم تو ہستے سائنسی کی دایاں کا منتظر کر رہے تھے میں لیڈہ سمجھا
ہوا اور سمجھ دار اُن پر اس تھی موجودگی میں تیرے ہر سوال کا جواب دینے کی کوشش کرنگی۔
قطب خان اور مرتیزادہ جعل گیا۔ لڑکی! انہیں نادان ہے بخکھے اپنے بڑے انسان کی
کیا نیز جس شخص کی تو تعریفیں کر دیجی ہے دوسرے چڑا کا بیٹا بھی میں اور میرا بہنوں کی بھوپال میں اس
نے میری بہن سے شادی کی اور پھر وہ صری شادی دیجی میں ایک سناری گی پیشی سے کر لی۔ اس
کو شادیاں کرنے کا شوق ہے۔ شاید زندہ حادثہ ایسا اور کر سے گا قاپے بھولپن میں اس کو
اچھا کر دہی ہے مگر کسی کوئی شادیاں کرنے والا شاذ و نادار ہی اچھا ہو سکتا ہے؟

لڑکی نے بھر کوئی جواب نہیں دیا۔ قطب خان کو شدت سے یا احساس ہو دم تھا کہ
لڑکی جواب نہ کر بلکہ صدقت حقائق کر رہی ہے۔ بھلوں کے آہنے پر فریادہ یا توں کی گنجائش
نہیں رہے گی، بولا: لڑکی! مجھے بارش اہ کا ترب حاصل ہے اگر تو اپنے اور اپنے بھیجا کرنے والوں
کو نہیں جھوٹ بناتے تو میں وہرے گرتا ہوں کہ مجھ کو حرفت آبرد کے ساتھ کھڑا ہے پھر پہنچا دو جا سے کا اونہ
بھرمون کو کیف کر داںک رہا دکھاری جوائے گی؟

لڑکی نے جواب دیا: اپنے سمجھا ہاں کو آ جانے دے اس کے بعد تیرے سو اور کے
بھواب بھی مل جائیں گے۔

قطب خان کو اپنے مقصد میں ساخت نہ کامی ہوئی تھی۔ جزو پر بھر کر جب ہرگی اپنے دری
بدر بھلوں دا پس آگیا میں کے ساتھ ایک چالیس بیالیس سالہ ادھبی طبع شخص بھی تھا۔ اس
سے آتے ہی لڑکی کی بیٹھانی چومنی اور بے قراری سے بولتا۔ ارجمند اگر قرآن و مذہبیں کے
تعادن سے محروم رہ جاتی تو میرا کیا حشر ہے زنا۔ آہ ان مذہبیں بد صفا شوون نے میرے ساتھ کیا
دھون کا کیا، ایک دزدگی بات بھئن کے ہمالے باہر سے گئے اور دوسرے نسبتے فائیں کر دیا۔
جب میں روشنی میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ قریبی تلاش میں روشنی کے بچتی دیدارے سے
کہیں چیزیں۔ میں پاکلوں کی طرح مجھے ڈھنڈتا پھر ہی اعتماد اگر یہ تحریف جوان میرے پاس نہ
ہے پھر تو میرا بیرونی تلاش میں کہاں چلا گیا ہوتا۔

اجمند اپنے باپ کے سیستے سرٹکاگر دنتے تھی۔ قطب خان کو لڑکی کا نام معلوم

ہر چکا تھا، بہسلول نے آن سے پوچھا: آپ دلوں کو کمان بہنچا دیا جائے؟^۹
لڑکی کے باپ نے جواب دیا: مسٹر اور میرے مخفی! میں تمہیں اپنے ماتحتے
چلوں گا، لیکن میں اس وقت تک آپ دلوں کا شکریہ نہیں ادا کر سکوں لاجپت آپ
گی صفات نہیں جانتے۔ جو آپ دلوں کی دعوت کرنا چاہتا ہوں، امید ہے کہ آپ
دلوں میرا دل نہیں تو میں گے:

بہلوں نے کہا: اس کی کوئی ضرورت نہیں، میں ہم دلوں تھیں تھارے
مگر تک ضرور مہنجا رہیں گے:

میکن قطب خان دعوت کھانے کے حق میں تھا کیونکہ دعوت کھانے کے بعد
اس گھر میں ماہ درسم پیدا ہو سکتی تھی اور جند کے باپ سے راہ درسم کھانا چاہتا
بولا: میرا خال سے، ہمیں ارجمند کے باپ کی دعوت بدل کر دینا چاہا ہے، کیونکہ اس دعوت
کے پیچے جو خلوص کا مرغ ہے اس کو نظر انداز کرنا دل آذاری میں شمار ہے گا۔
بہسلول قطب خان کا مطلب سمجھ رہا تھا بولا: میں بذاتِ خود دعوت قبول
کرنے کے حق میں بہن نہیں ہوں کہ کہیں کوئی حیثیت نہ المٹھ کھڑی ہو، میں کل دا پس
ہانا چاہتا ہوں۔

قطب خان نے کہا: میکن تم تو کل مجھ سے ملاقات کرنے والے تھے؟
ارجمند کا بایں ان دلوں کے مبارحوں کو توبت سے مستارا، ارجمند نے اپنے
ہاتھ سے کہا: اب رجان! اس شخص سے کہیے، میرا نام نے کسی ناخُر کا کسی مژکی کا
بے نکالہ تھے: ام نہ لینا چاہا کی مفارکت تھے؟

قطب خان شرمیڈہ ہو گیا، بہسلول بھی جھینپ گی میکن ارجمند کے باپ نے کہا: ارجمند!
یہ دلوں نہیں نہیں لیں کافر گزار ہونا چاہا ہے اور میں نہیں دعوت کھانے بغیر نہیں جانے
دیں گا:

ارجمند جب ہو گی، بہسلول اور قطب خان اپنے گھوڑوں کو روشنی کی ہر دن
حدود سے کھوں لائے، ارجمند کا باپ اپنا گھوڑک تیار کر ارجمند کو اپنے پیچے بٹھا کر
ایک عرف چل دیا: آپ لوگ میرے تھجھے طین۔

بہسلول اور قطب خان نے اپنے گھوڑوں کو ارجمند کے گھوڑے کے پیچے
چھکانا شروع کر دیا: بہسلول بہت نے رملی کے ساتھ چل رہا تھا، میتوں اور دلوں کو پیچے
چھوٹتے ہوتے ہوئے۔ لوگ تقریباً نصف گھنٹہ بعد ایک مکان کے دروازے پر ٹرک گئے۔
ارجمند کا باپ ارجمند کو لے کر اندر چلا گیا اور کچھ ریز بعد باہری بیٹھک کھانہ سے کھوں کر

دلوں کو روپیں جالا۔ ان دلوں نے اپنے اپنے گھوڑوں کو آن درختوں سے پاندھ دیا جو مکان کے سامنے ہی کھڑے ہوتے تھے۔ اندر بیٹھک بیہن سفید چاندنی پر خوبصورت فائچہ بچھا ہوا اتحا۔ قطب خان اور بہلول ان پر مشتمل گئے۔

دلوں کی تیر نظری بیٹھک کی ایک ایک شتر کا جائزہ مے رہی تھیں۔ دیلوں پر کچی تلواریں اور خنجڑیں لٹکے ہوئے تھے، ایک طرف ترکش میں تیر بھرے ہوئے تھے دو کھانیں ترکش کے پاس ہی تھیں ہر دو تھیں بہلول نے کہا۔ یہ کھانا بھی کسی جتنے بھروسی اعلوم ہوتا ہے۔ بھر کچھ یاد کرتے ہوئے کہ: بھائی قطب خان! ہم دلوں ایک دوسرے کا نام نہیں لیں گے۔ اس کا غاصب خیال رہے۔

قطب خان نے جواب دیا: میں تھام اس کیوں لون؟ کیا میں وقت کی نزاکت سے اتنا بھی دافت نہیں؟

پھر دیر بعد ان دلوں کو لزیہ کھاتے کھلاتے گئے، قطب خان کی نظریں باہر اس دردار سے کی طرف اٹھتی رہیں جانداروں اور بردی حضوروں میں ہر فاصل میں اپنا تھا، اس کا دل دھک کر دھک کر رہا تھا۔ اگر خدا یہ اجنبی سمجھی آجائے، بہلول کس انکھیں سے قطب خان کی کیفت کا نذر ادا کے سکتا تھا۔

کھلڑتے دلوں اجنبی کے پاس نہ ہے کہا: میرے محسوسات میں اسکے بھروسے ہیں میزان ایڈی حسن بھروسے ہیں ایک توان بیٹھا بھروسے جو شاہی دربار میں منصب دیا گیا ہے، میزان ایڈی دلال ہے۔ اگر پھر دیر دھرم خاڑ تو اجنبی کے پرست بھائی ہمیں سے بھی ملاقات ہو جائے گی؟

بہلول نے پوچھا: تیرا بیٹا ہمی خاہی دربار میں کس منصب پر فائز ہے؟

اجنبی کے پاس نے جواب دیا: ہمیں کا، بادشاہ کے دزیر حیدر خان کے ملازوں میں ہے، اگر وہ تم دلوں کی موجودگی میں آگیا تو میں اس سے تھام سی ملاقات فرمود کر اُن کا اور تم دلوں اس سے مل کر بہت خوش ہو گے:

قطب خان نے پوچھا: وہ سنی دیر میں آسکتا ہے؟

ہادی نے جواب دیا: بس چند راتوں میں آیا ہی چاہتا ہے:

بہلول نے کہا: اس وقت تو ہم دلوں نہیں رکھیں گے، ہاں پھر کبھی ملاقات کرنے ضرور آئیں گے۔

لیکن قطب خان نے مخالفت کی بولا: اس وقت میں یہی کام رجھتے ہیں،

جانا چاہو تو یہ جاؤ مگر میں مہدی کے آنے تک اسکا جوں نہ کاہا
بہلوں کھانا کھاچکے کے بعد بڑی بے نیازی سے اٹھا اور ہمارجانتے ہوئے کہا
میکن میں شیش رک سکنا، میں ہمارا ہوں اگر دہلی میں رہا تو دد چاردن میں پھر جادنے کا ہا
قطب خان سر حکم کاتے بدھاریا، بہلوں چلا گیا، اس کے جاتے ہی قطب خان
کی ہمت عود کر آئی، ہادی سے کہنے لگا: "یہ شخص میرے بیپ کا بھتیجا بھی ہے اور حملہ بھر
میں اس کی بڑی اعزت کرتا ہے" ॥

قطب خان نے ایک بار پھر انہیں دفعتہ دوڑے کی طرف دیکھا اور نظریں بات
بالوں والیں آئیں ॥

ہادی بھی فرمائے میں یا نی یوں ادا کرتا ہے کہ اپنی دلچسپی بالوں سے قطب خان کو
مہک اور مظلول رکھا۔ اور آنہات سے بچالیا۔ اپنی بالوں کے دروازے ایک لنجوان بیٹھک
میں داخل، چوتھا چکلا سینہ، بڑی بڑی آنکھیں، گھنی ٹواری، جس کے بال الگی کے ایک
پور کے چونخانی سے زیاد بے نہ ہوں گے، ملکیت اوری ہوتی نہ کوئی ہر قی محسوس
ہوتی تھیں، قطب خان نے اس لنجوان میں ارجمند کی شہادت حسر کر لی۔ ہادی بیٹھے
کہا: "اپنا کیا نام بتایا تھا؟ نام تو میں سمجھل بھی گیا" ॥

قطب خان نے جواب دیا۔ "ثابتہ میں نے اپنا نام ابھی تک بتایا اسی نہیں امیرا
نام قطب خان ہے اور میں سرمند کے حاکم اسلام خان مرخوم کا بیٹا ہوں ॥
اس تعارف نے باب پیٹھے کو بیکھاں چونکا دیا۔ ہادی نے گرم جوش سے
قطب خان کا باقہ پکڑ لایا۔ تو اپنا یہ تعارف تمہے ابھی تک نہیں کرایا تھا" ॥
مہدی نے مستکارتے ہوئے کہا: "ہاں میں نے اخپیں حیدر خان کے ہاں
مہان کی جیشیت سے دیکھا ہے مجھ کو یہ بات بھی معلوم ہے کہ حیدر خان ان سے
خوف رہہ رہتا ہے" ॥

ہادی نے پیٹھے سے کہا: "مہدی بیٹھے! آج اس لنجوان نے ہم پر ڈالا احسان
کیا، نظام الدین اولیا کی دلگاہ میں دو بدمعاشروں تے چالاکی سے تیری ہےنا کو اغوا
کرنے کی کوشش کی تھی مگر قطب خان اور اس کے چیا کے پیٹھے مل گران بدمعاشروں
کو چھکا دیا اور ارجمند کو میرے حوالے کر دیا۔ یہ دو لوں مشریف لنجوان ہم دولوں
کو گھر تک پہنچا بھی گئے۔ اب ہم ان کا جتنا بھی شکریہ ادا کریں کم ہے ॥

مہدی۔۔ پر جو شش اندار میں قطب خان سے بقل گیر ہو گیا، بولا: قطب خان!
آج سے تم میرے بھائی بھائی ہوں ہیں ہیئت پنا بھائی ہی سمجھوں گا! ۹

ہادی اس اتفاق سے سورج میں مبتلا تھا۔ جب قطب خان نے اپنا تعارف
کرایا تھا، جب مہدی اور قطب خان بغل گیر ہو کر بیٹھ گئے تو ہادی نے کہا
قطب خان! خدا تیری عمر دن از کرے اور مناصب اعلیٰ سے سرفراز کرے تو
اپنے چچا کے بیٹے کا تعارف کس طرح گرایا تھا۔ قدر ایک پار اور تھجت کر۔

قطب خان بھلوں کا تفصیلی تعارف تھیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ اس
کو ذر تھا کہ بھلوں کی بڑائی اور عظمت کسی اور کو اپنے سامنے چکھنے نہیں شے
گی۔ محض جواب دیا: جناب والا! وہ میرے چچا کا بیٹا اور میری بہن کا شوهر
یہی اس کا شان دار تعارف ہے۔

ہادی نے کہا: تب پھر اس کا یہ مطلب ہوا کہ اس کا نام بھلوں ہے
اسلام خان مر حوم کا بھتیجا اور فاما رہے۔

قطب خان نے حمد سے حاجی بھری: ہاں وہ میرا ہنونی اور میرے
پاپ کا داماد ہے مگر انسوس ہے کہ اس نے میری بہن کے ساتھ اچھا سلوک
نہیں کیا!

ہادی نے پوچھا۔ اس نے تھماری بہن کے ساتھ کون سا بُرا سلوک کیا
ہے؟ کیا مجھے بتانا پسند کر دے گے؟ ۹

قطب خان نے جواب دیا: کیوں نہیں؟ کیوں نہیں؟ اس نے میری
بہن کی لا اعلیٰ بیٹی ایک شادی اور کرنی اپ دہ..... دو بھلوں کا شوہر ہے:
مہدی نے انسوس سے کہا: پاوارا جان! انسوس کمیں جب آیا بھری
چاچکا تھا حالاً کو میں اس کو پاس سے دیکھنے کی بُری تمنا رکھتا ہوں! بھلوں کا شہزادہ
اس دور کے بُرے لوگوں میں ہوتا ہے!

ہادی نے پوچھا: بھلوں رہتا کہاں ہے؟ ۹

قطب خان نے جواب دیا: بھلوں چوری سے دہنی آیا ہے اپنی نئی توٹی
دہنی سے ملاقات کرنے، میں آپ لوگوں سے درخواست کروں گا کہ بھائی بھلوں
کی دہنی میں موجودگی کو پردازہ رکھا جائے گا۔ میں بھلوں کو کسی محبتیں
پھنسا ہوں نہیں رکھ سکتا۔

بادی نے کہا: قطب خان! ہم پر ایک احسان اور گرفت:

قطب خان نے کہا: ذرمائیے۔ میں حاضر ہوں!

بادی نے کہا: میں تم دنوں کی ایک شاندار دعوت کرتا چاہتا ہوں
تھا، ام پر ضریب احسان یہ ہو گا کہ تم اس دعوت میں اپنے ساتھ بہلوں کو بھی
لے آئے۔

قطب خان نے بے دل سے جواب دیا: بھائی بہلوں تو والپس جانے
ملے ہیں۔ علوم نہیں اس وقت تک وہ دہلی میں ہوں گے بھی یا نہیں۔ دعوت
میں بھائی بہلوں کی لڑکت کا لوگیاں ہی اسے دل سے نکال دینا چاہئے:
قطب خان پاسکل نہیں چاہتا تھا کہ بہلوں کا اس خاندان سے کسی
قسم کا بھی تعلق رہے اور ذرا سی دری بھی یہ دیکھ جانا تھا کہ ارجمند اور آس
کے باپ کے دل میں قطب خان کے مقابلے میں بہلوں کی نیاد اور عزت تھی۔
بادی نے کہا: ہماری خواہش تو ہری کہی کہ ہماری دعوت میں تم بہلوں
کو بھی لے آتے میں انگریزی وجہ سے ایسا ممکن نہیں ہے تو تم کیلئے یہ آسانی ہو۔
اس کے بعد قطب خان باپ بیٹے سے گوں گھنیں لیا گیا اور سوں
سے خاندانی مراسم چلے آرہے ہوں میکن اس خونگوار ماحول میں قطب خان کو
بس ایک ہی اذیت دری۔ کافی دیر تک بیٹھے رہنے کے باوجود ارجمند کی ایک
جھلک بھی دیکھنے میں نہ آئی۔

جب وہ رہاں سے واپسی کے لئے اٹھا تو اس کے دل پر بڑا بوجہ تھا۔
ستقلال ایسا محوس ہر تاریخ گویا درجہ ارجمند کی بیٹھک میں اپنا سب کچھ چھوڑ
آیا تھا۔

اب قطب خان بادشاہ سے جلد از جلد رابطہ قائم کرنے کی فکر میں
تھا اور یہ کام حمید خان کو راضی کئے بغیر ناممکن تھا۔ اس نے حمید خان سے
کہا: جناب والا! مجھے آپ کی ہمان نمازی سے شرم کرنے میں ہے اب یا تو آپ
مجھے بادشاہ تک پہنچا سکتے ورنہ والپس جلتے کے لیے اجازت دیجئے میں اپنے
بھائی بہلوں کے پاس والپس چلا جاؤں گا!

حمد خان یہ نہیں چاہتا تھا کہ قطب خان ناماضن ہو کر بہلوں کے پاس
والپس جلتے، حمید خان کو بہلوں کی طاقت سے خائف تھا مگر ساتھ ہی یہ بھی نہیں

چاہتا تھا کہ قطب خان کو پادشاہ کے پاس پہنچا دیا جائے ملتے کے لیے جواب دیا
”قطب خان اضمنہ کرو میں کسی مناسب موقع کی تلاش ہوں“ تیرا کام بہت جلد
ہرجاتے گا۔ زیادہ فکر من رہوئے کی حضرت ہمیں ॥

اس دولت اقطب خان کو تدبیر تمام ہیں اور اسی کے حوالے پر گیا لیکن ہم رسول
سے ملاقات ہمیں ہوتی، قطب خان سمجھ گیا کہ ہم رسول سرہند والپیں چلا گیا ہو گا۔ اب
وہ ارجمند کے لئے جو چیزیں تھیں لیکن جب تک ارجمند کا پابندیاں اس
کو خود نہ بلتا دے چکیں جانا چاہتا تھا اس کو ایسا کام کو یہاں پاہیزے اسی کو بھلایا جائے۔
بھادی کی پہلی ملاقات کے پاچھوں دن ارجمند کے بھائی نے قطب خان کو ایک
چکڑا تے میں روک لیا۔ ل عمر اور دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ”قطب خان! تم دو بارہ ہے
گھر کیوں ہمیں آتے؟“

قطب خان مہری سے مل کر یوں تو بہت خوش ہوا امگر خوشی کوچھ سے سے
ظاہر نہیں ہوتے ہیا، بے رُخی سے یو لا۔ تم تو گوئے یاد کیا ہوتا تھا صور آتا ہے
تو انتظار اسی لستارہ ہے یا۔

مہری نے کہا۔ ”بھائی قطب خان! دیبار کی قضا سے تم واقع ہو، اگر میں تم
سے حمید خان کے محل میں ملتا تو وہ شک دیجئے میں جتنا ہو جاتا تا اور دیات معلوم ہمیں
کمال ہے، پھر۔ اب تم کل دوپہر کا کھانا ہمارے گھر مکاٹ گے، وہاں ہر کوئی تمھارا انتظار
کر رہا ہے۔“

قطب خان تے آتے کا وعدہ کر لیا، مہری نے کہا۔ ”افسرس کہ میں سر رہا
زیادہ پاتیں نہیں کروں گا تھیے پاتیں گھر پر ہوں گی“

مہری چلا گیا۔ قطب خان ارجمند کے خیالوں میں گم ہو گیا۔ اس نے سوچا اگر
اس کیفیت کا نام مجت بے تو وہ ارجمند کے عشق میں جتنا ہو چکا ہے اور ہم رسول زیبا
کا معاملہ اب کسی حد تک اس کی سمجھ میں آچکا ہے وہ ارجمند کو کچھ زیادہ شکل الموصول
نہیں سمجھ سا تھا لیکن ارجمند اسی صورت میں آسان ہو سکتا تھا جیکہ وہ شاید
ملازمت حاصل کر جکے اور۔

اس دن رات کو حمید خان اس سے بہت اچھی طرح پیش آیا، حمید خان خلف محل
قطب خان کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ بھوکا پیٹھا ہوا تھا۔ اس نے قطب خان کو دیکھتے ہی
کہا۔ ”قطب خان! تو کہاں چلا گیا تھا؟“ تو تیرا بڑی دیر سے انتظار کر رہا ہوں گے۔

تیری وجہ سے ابھی تک کھانا بھی نہیں کھایا۔

قطب خان تمیرخان کے اس التفات خلاف تو قوت پر اس کو حرست سے دیکھا اور جلوپ دیئے بغیر کھاتے میں شریک ہو گیا۔ تمیرخان نے کھانا کھاتے کھلتے اچانک سوال کیا۔ قطب خان! کچھ معلوم ہے ان دونوں بہلوں کیا ہے؟^۲
قطب خان کے پاس سے نہ لالہ پھرست گیا۔ پھر بھی صبیط و اختیاط سے کام لیا۔ پر سکون ہی میں جلوپ دیا۔ بھائی بہلوں سرمندی میں مگر اس سوال سے آپ کام قصہ ہے^۳

حیہ عان نے کہا یہ مسلول سر برداری میں ہے یا کہیں اور۔ اگر میں تجھے اسکے پاس بھیجوں تو تو کتنی جلدی اس کے پاس پہنچ سکتا ہے؟

قطب خان نے پوچھا یہ بھائی ہسلوں کی اچانک یاد کیوں آگئی چونکہ میں پکھر عرصے سے سرستہ سے ددر ہوں اس لیے ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا کہ بھائی ہسلوں کیاں ہیں اور ان سے ملاقات کرنے کے لیے کتابوں کی دری کار برسگا۔

حیدرخان نے کہا تک میں تجھے کو بادشاہ کی خدمت میں پیش کر دوں گا ہے جسکے
بادشاہ میں جو باتیں کرتا ہیں بادشاہ تجویز سے خود کرے گا ایک بادشاہ کے پاس جانے سے
پہلے تجویز کو تجھ سے ایک دفعہ کرنا ہو گا۔

قطب خان احمد خان کی اشارتی باتھیت سے بہت پریشان ہو گیا تھا مگر اس پریشانی کو حقیقت ادا کرنے پڑھاتے کی کوشش کر رہا تھا جو نکد دوسرا دن دوسرا کا کھانا اونکہ کے گھر کھانا تھا۔ اس لئے اس سے پہلے بادشاہ کے پاس جانے میں اس کو تأمل تھا۔ اس کو کچھ بہت نہ تھا کہ بادشاہ نے اس کو کیوں طلب کیا تھا؟ اور یہ بھی شیس معلوم تھا کہ اس کو بادشاہ کے پاس کتفی دری رکنا پڑتا ہے گا۔

حیدر خان تے پوچھا۔ قطب خان کیا بات ہے کیا سوچنے لگا؟“
قطب خان نے جواب دیا۔ کیا یہ ممکن ہیں پہ کہ میں بادشاہ سے کل کے
بھائی تے گرسوں طوں ۹

جید خان نے سختی سے من کر دیا ہے میں ملاقات کل ہی ہونا چاہتے ہیں بلاشہ
کو آج ہی پلایا تھا جبکہ لیکن میں نے کل پر ٹھال دیا

قطب خان نے سوچا کہ جو کچھ ہوتا ہے اس کو وقت اور قسم کے حوالے کر دینا چاہتے ہو چکا۔ صحیب بے امگری یہ تو بتائی کہ بادشاہ کے پاس جاتے سے پہلے

مجھ کو آپ سے کیا دعہ کرننا پڑتے گا؟

حیدرخان مسکلیات یہ کہ تو میرا دفواڑا رہبے گا مجھ سے دھن کا ہتھیں کمرے کا ٹھ۔
قطب خان نے جلب دیا۔ دفواڑی کا دعہ تو میں پہنچے ہی کرچکا ہوں ٹھ۔
حیدرخان بولتا ہیں تھے پر اعتماد کیا اور تیرتے دھمے کے عوض میں بھی
دھمکتے ہوں کہ میں اس وقت تک تیرسا تھا دریارہوں کا جستک کہ تو میرا ساتھ میں
پھر دلوں خاصے گھٹے ٹھے اندر میں باہیں کرتے گئے لیکن ایک بات دو لمحوں
کی باتوں سے متشرع تھی۔ وہ یہ کہ اعتماد دلوں ہی کو نہیں ہے، نہ قطب خان کو ہی خان
پس اندر نہ حیدرخان کو قطب خان پر۔

لت کو ٹکر اور تشویش نے قطب خان کو سرنے نہیں دیا بار بار۔ ہی خیال
پر شان کرتا ہا کہ ہسلوں کو دہلی میں کسی تر دیکھا ضرور ہے اور یہ بادشاہ کے
علم میں آتی ہے اب بادشاہ قطب خان سے اس پر صحیح اور پریشان کن سوالات
کر کے ہلکا کر دے گا۔ اس تے نجہ بھر کے پتھے سوچا اگر بادشاہ کو ہسلوں کے
باہمے میں پہنچتا ہو جائے تو اس سے خود اس کی ذلت کو کیا فائدہ پہنچے گا؟ اس پیچے
سے وہ بادشاہ کا اعتماد حاصل کر لے گا اگر یہ ممکن تھا تو قطب خان تے خیال میں
یہ پہنچتا بادشاہ کے رو بہ رو بولا جانا چاہیے۔ اگر کسی طرح بادشاہ کامقرب بن گیا تو ارجمند
کی حصولیاں بہت آسان ہو جاتے تھیں اس کے خیال میں ارجمند کی حصولیاں بھی اس
کی زندگی کا سب سے اہم مسئلہ تھا۔ اس مسئلے کو اپنے حق میں حل کرنا چاہتا تھا۔
لت بھر اور تشویش میں مبتلا رہتے کے بعد صحیح سے فرا پہنچے اس کی آنکھ
جو لگی تو خوب میں بھی بھی اتنی آیا کہ بادشاہ ہمایت برم ہے اور وہ غصہ بن کر دب دے
لیجے میں اس کو ٹانٹ رہا ہے کہ جب ہسلوں اور قطب خان ایک ساتھ ہی دہلی میں
 داخل ہوتے تھے تو اس کو بادشاہ سے چھپایا کیوں گیا؟ اس تے حیدرخان کے تعمروں
میں بھی قرقی عحسوس کیا۔ حیدرخان بھی اس کی حرارت اور تائید سے مستبر و منظر آ رہا تھا۔

بصہ، ٹلاریٹ آفتاب سے فرا پہنچے قطب خان، حیدرخان کے ساتھ بادشاہ
کے پاس چلا گیا۔ بادشاہ نے قطب خان کو ہاتھوں ہاتھ دیا اور اس کو اپنے قریب بلایا
بادشاہ تین طرف سے گاؤں یوں میں نگرا ہوا تھا، بظہر دہ مسکرا رہا تھا لیکن اس کی
نظر دی سے وہست اور پریشان صاف عیان تھی۔ اس تے حالت احتطرار میں
قطب خان نے سوال کیا۔ تو دہلی میں کب سے آیا ہوا ہے؟

قطب خان نے جواب دیا۔ ”بندہ پروردہ ناچیز تو یہ جانتا ہے کہ حضور نے
جس دن مجھے اقتدار بیا یابی بخشا اگر یا اس دن میں دہلی میں داخل ہوا۔“
بادشاہ نے سکلتے ہوئے کہا۔ ”خوب خوب۔ اچھا یہ بتایا سمجھاں ہے سلویں
کہاں ہے؟“

قطب خان نے پڑھ لونا چاہا مگر فرداً ہی خیال آیا کہ اگر اس پڑھ سے افغان
مکوکوئی تقصیان ہے پس گیا تو بڑی شرم ناک بات ہو گی۔ جواب دیا۔ ”حضور والا جب
میں دہلی آیا تھا، ہے سلوی میر ہند میں تھا، اب پتہ نہیں وہ میر ہند میں ہے یا کہیں
اور چلا گیا۔“

بادشاہ نے کہا۔ ”اگر میں تجھے ہے سلوی کے پاس روانہ کر دتا تو تو اس کے پاس
کتنے غصے میں پہنچ جاتے گا؟“
قطب خان کو پسینہ آتے لگا، بولا۔ ”میں جلد از جلد بادشاہ کے پاس والپس
آنے کی کوشش کروں گا!“

بادشاہ نے حمید خان کی طرف دیکھا۔ حمید خان نے کہنا شروع کیا۔ ”قطب خان،
بادشاہ سلامت کو تیرتی قوم کی مدد کار ہے، والوں کا محمود خلبی لشکر ہزار بیلے دہلی
کی طرف بڑھا جاؤ اور ہا ہے، تیرا سمجھاں ہے سلوی ایک معافی سے کے تحت بادشاہ کی
مدد کرنے کا پابندیتے، تو شاہی مکتب لے کر جلد از جلد ہے سلوی کے پاس جا اور اس
کو اپنی جگہ جو قوم کے ساتھ بادشاہ کی مدد پر لے آ جے سلوی کو یہ بات تباہ سمجھا
دے کہ وہ اس دقت اپنی قوم کے جتنے زیادہ آدمی لائے گا بادشاہ کی اتنی زیادہ
اہم دریاں اور توجہ حاصل کرے گا۔“

اب قطب خان کی جان میں جان آئی بولا۔ ”برہ کرم مجھے شاہی مکتب
بنام سمجھاں ہے سلوی عطا کیا جائے۔ میں کل ہی سر ہند ردان ہو جاداں گا اور
دد بارہ سمجھاں ہے سلوی اور اپنی قوم کے جیا لوں کے ساتھ دہلی واپس آؤں گا!“
بادشاہ نے حمید خان سے پوچھا۔ ”کیا یہ مکتب تیار ہے؟“

حمدی خان نے جواب دیا۔ ”بھی قبلہ پندرگان! جس دقت یہ سر ہند جانے کے
گارہ مکتب اس کے حوالے کر دیا جائے گا۔“ پھر قطب خان نے کہا۔ ”مکتب اپنے
سمجھاں ہے سلوی کے حوالے کر دیش کے بعد سمجھی تیرا کام ختم نہیں ہو جائے گا تو ہے سلوی
کو اجھوڑ کر دے گا کہ دہ محمود خلبی کے مقابلے پر اپنی قوم کے زیادہ ہے ہادیا۔“

کو لا کر کھڑا کر دے۔"

قطب خان نے جواب دیا۔ "آپ اور جہاں پناہ کو مطمئن ہو جانا چاہیے۔

بھائی ہمسلوں کے ایک اشائے بس تھا تو ان افغان پادشاہ سلامت پر لئی جان پنچار کرتے حاضر ہو جاتی تھیں گے میں پادشاہ کا یہ کام انتہائی خلوص، تا دہی مستغیری اور پوری لیاقت اور صلاحیت سے انجام دوں گا۔ جب یہ اہم کام ہیرے پر در کیا جا رہا ہے تو پادشاہ کو یہ بیان کر لینا چاہیے کہ یہ کام ہو گیا۔"

پادشاہ نے کہا۔ اگر تیرا بھائی ہمسلوں اور تیری فرم محمود خلیجی کا منہ جوڑ دیتے ہیں کامیاب ہو گئی تو میں اس کا کوئی گناہ نیادہ اجر دوں گا۔ میں احسان شناس ہوں اندھپت محنتوں کو کسی حال میں بھی فراموش نہیں کرتا۔"

حمدیہ خان نے پادشاہ کو اس درجہ پر تھے جو دیکھتا تو گھبرا گیا، بولا۔ "بس حضور والا آن کا کام ختم ہو گیا، کل قطب خان شاہی مکتب بنام ہمسلوں لودھی لے کر روانہ ہو جلتے گا اور ہمسلوں کو اس مکتب پر شاہی حیان نثاروں اور دفادراروں کی طرح عمل کرنا ہو گا، وہ پادشاہ کا نک خوار ہے اور وہ پادشاہ کی خدمت انجام دے کر حضور پر کوئی احسان نہیں کرے گا بلکہ حق نک ادا کرے گا۔"

پادشاہ سن چل گیا، بولا۔ "اچھا تو قطب خان کو رخصت کر دیا جاتے؟"

حمدیہ خان اس وقت قطب خان کو شاہی ددیوار سے باہر لے آیا اس کو شاہی معتمد کے پاس بٹھا کر وہ پادشاہ کے پاس ددیوارہ گیا اور فائزی سے عرض کیا۔ جہاں پناہ! قطب خان ایک معمولی آدمی ہے اور ہمسلوں پادشاہ کا ایک صوبے دار حضور کو ان کے سامنے شاہی دیدیہ کام میں لانا چاہیے۔ انہیں حکم دینا چاہیے۔"

پادشاہ نے جواب دیا۔ "ہاں تو بھی صحیح کہتا ہے آئندہ میں اس کا خاص خیال رکھوں گا۔"

پادشاہ اور حمید خان میں کمہ خاص باتیں تیر بحث رہیں، حمید خان کی پلوری پوری کوشش تھی پادشاہ افغانوں کے ذیر اثرت رہے اس کو اعتماد کرنا ہے تو پسے وزیر حمید خان پر کمرے، احسان مندرجہ ہوئے تو اپنے ذریکار احسان حمد ہوا دریے کہ مالوے کے عمرد خلیجی کا اگر کوئی مقابلہ کر سکتا ہے تو وہ حمید خان کی

فراست میہے۔

پادشاہ حیدر خان سے بھی ڈرتا تھا، اس نے وزیر کی تیموریوں پر بل جز دیکھتے تو ڈرد گیا، لولا۔ اگر تیری منی یہ نہیں ہے کہ ہم سلوں کو مرد کے لئے آزادی جلتے تو کوئی بات نہیں، میں تو اس بلا کوٹا نا چاہتا ہوں، یہ بلا تو خود ٹالے یا کوئی اور۔ میں آم کھانا چاہتا ہوں درختوں کی گنتی سے فائدہ ہے۔“
حیدر خان پادشاہ پرستگ جا کے باہر نکلا، قطب خان کو ساختہ بیا اور اپنے محل واپس چلا گیا، اس نے قطب خان سے صاف صاف کہہ دیا۔“ قطب خان!
ابھی کچھ دیر سپتے پادشاہ کہہ رہا تھا کہ ابھی اپنے آپ پر اعتقاد حاصل کرنا چاہیے اور ہم سلوں کو عکماً اسی طرح بلا یا جارہا ہے۔ جس طرح چند دوسرے صوبے داروں کو طلب کریا گیا ہے۔“

قطب خان نے جواب دیا۔ ظاہر ہے خانہ زادوں کو حکماً ہی بلا یا جاتا ہے جیسیں اپنی حیثیت کا بخوبی علم ہے۔“

وہ دوسرے سے ذرا پہلے ہی ارجمند کے گھر بداہنہ ہو گیا، جب دوسرے کے ارجمند کا گھر نظر آئے نگاہ قطب خان کا دل بری طرح دھرم کرنے لگا، شوق کی فراہم نے اس کے پورے وجود کو سشار کر رکھا تھا۔

اس نے ارجمند کے دروازے پر ہم سلوں کے گھوڑے کو کھڑے دیکھا دل پر ایک پھرٹ سی نگی، اس کے دھم و مگان میں بھی یہ نہیں تھا کہ ہم سلوں ابھی تک دہلی ہی میں موجود ہے اور اس کی دوسری ملاقات ارجمند کے گھر میں ہو گی اس دقت وہ حساس بھی تھا اور غصب تاک بھی، اس کے خیال میں ہم سلوں کو اس کی عدم موجودگی میں یہاں نہیں آتا چاہیتے تھا۔

قطب خان کے گھوڑے نے معلوم نہیں کیوں، ارجمند کے دروازے پر ہنگتے ہی اپنے پاؤں پٹکنا شروع کر دیتے۔ اس آواز پر مکان کے اندر سے مہری کنوارہ ہوا۔ وہ قطب خان کو دیکھتے ہی کھل گیا اور استقبال اور خوش آمدید کے لیے آگے بڑھا۔

قطب خان گھوڑے سے اتر پڑا اور اس کی راس زین پر پھینک دی لاہوری سے مہری کو مخاطب کیا۔“ اندر اور کون کون ہے؟“

مہری نے جواب دیا۔“ بھائی ہم سلوں! بڑی دلچسپ یا نہ کر می ہے میں

امحمد توہن مسلول کی باتوں پر لوٹ پڑت ہوئی جا رہی ہے۔“

قطب خان کے دل پر بھالی سی گری ابولا۔ ”کمال ہے“ تم لوگ غیر دن سے
اتقی جلدی ہے تکلف اور جلتے اور“

مہدی کا تے قطب خان کو برم جو دیکھا تو دیکھتا رہ گیا، بولا۔ ”قطب
خان! یہ تم کیا کہہ رہے اور کون غیر کیا غیر؟“ میں تم لوگوں کو اپنا سمجھنے لگا ہوں؟“
قطب خان نے چھوڑتے کو ایک درخت کے تنے سے باندھ دیا اور مہدی
سے پوچھا۔ ”یہ ہرسلوں کب کا آیا ہو رہا ہے؟“

مہدی نے جواب دیا۔ ”قریب ایک ساعت گزر گئی ہیکوں ہے۔“

قطب خان نے جواب دیا۔ ”مہدی! ابھی تم لوگ ہرسلوں سے واقف نہیں
ہو، یادشاہ کو ہرسلوں کی دہائی میں موجودگی کا کسی طرح علم ہو گیا ہے اس کو اپنے
گھر میں مت آئے دو، جاہا بادشاہ کے معنوں قرار بایجا۔“ دوسرا یہ کہ ہرسلوں
کو شادیاں کرنے کا شرط ہے، دو کرچکا ہے تیسری کی فکر میں ہے، کہیں ایسا نہ
اک دہ تہاری بھولی بھالی، آن ارجمند کو اپنی طرف مائل کرے اور اس نہ میں
طاں ہے۔“

مہدی گرم ہو گیا۔ ”بھالی“ قطب خان! تم کیسی پاییں کر رہے ہو؟ میں بتلتے
خود ہرسلوں سے بہت تیارا دہ میاں ہوں میں اس کو ایک نظر دیکھنے کے لئے بے
چین رہتا رہتا، وہ ہمارے گھر میں ایک تشریف انسان کی طرح داخل ہوا ہے، الگ تم
ددنوں بھا بیتوں میں کسی قسم کے خاندانی یا کوئی اور اختلافات موجود نہیں تو انہیں
ایسی اپنی ذات تک محدود رکھو، مجھے تعجب ہے کہ بھالی ہرسلوں تے تہاری
ایک بار بھی مختلف نہیں کی حالانکہ آج وہ بخوبی بارہ ہمارے گھر میں تشریف
لاسے ہیں۔“

اس اتنکا شفاقتے قطب خان کو اور زیادہ دل برداشتہ کر دیا یہ چیز سے
بوجھا۔ ”بخوبی یاد ہے کیا مطلب ہے کیا دہ ہر روز آتا رہا ہے۔“

مہدی نے جواب دیا۔ ”نہیں تو، وہ ایک دن چھوڑ کے آتے رہے ہیں ہمارے
گھر میں ہرسلوں سے پر دہ بھی نہیں کیا جاتا اور ابھی تک ہرسلوں ایک تشریف انسان
ثابت ہوتے ہیں!“

قطب خان کے سی میں آئی گردا ارجمند کے دروازے پر سے ہی واپس

چلا جاتے یہیں اور جنہ کا شوق دیدار اس کے باڈیں پکڑ رہے تھا، آہستہ سے بولا۔ ”جھا
آگر یہ رات ہے تو اچھی یا سُدھی، تم ان یالوں کا ذکر بھی سلوں سے نہ کرنا، میں تے وہ
کپڑہ بھی کہا ہے تیک نیتی اور خلائق سے کہا ہے کیونکہ میں اس گھر کو اپنا گھر سمجھنے
لگا ہوں، چلو اندر جل کے پائیں کرتے ہیں۔“

جب وہ دلوں اندر داخل ہستے تو ایسیں یہ دیکھ کر تعجب بھی ہوا اور
خفت بھی کہ در دانے کی آڑ میں بھسلوں کھڑا ان دلوں کی یا ائیں من رہا تھا،
وہ ان دلوں کو دیکھ کر مکرانے لگا اور قطب خان سے کہا۔ ”ہاں بھائی قطب
خان! تم بھی پس کہتے اُو، مجھ کو درہ ہی شوق ہیں، عورتوں کی تسبیح اور شہروں اور
علاقوں کی فتح اور بیرے خیال میں یہ دلوں شوق بھرے نہیں ہیں، دنیا کے ہر بڑے
آدمی میں یہ دشوق موجود ملیں گے۔“

قطب خان نے بات ٹانا چاہی لولا۔ ”بھائی! بھسلوں! پادشاہ کو
تمہاری ضرورت پیش آگئی ہے، وہ کل تمہارے نام ایک مکتب دے گا، جماں
کہو، پہنچا دو گا۔“

بھسلوں نے کہا۔ ”کل کی بائیں کل پر اٹھا کرھ، آٹ کی بائیں سوتارہ؟“
وہ تینوں ایک ساتھ اندر گئے، دہاں دعوت کا تمہاریت اہتمام کیا گیا
سکھا اور پورا کرہ معطر اور لذیذ کھالوں کی خوبیوں میں ڈھریا ہوا تھا، ہادی قطب
خان کو دیکھتے ہی پکا اور محبت سے بغل گیر ہو گیا، ہندی زبان خاتے میں
چلا گیا۔

جب یہ تینوں اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے، تو ہادی نے شکایتہ کہا۔ ”قطب خان
مجھ کو تم سے یہ امید نہ تھی کہ ہمیں اتنی جملہ بھلا دو گے ہے۔“
قطب خان نے جواب دیا۔ ”جناب! میں تو آپ کے بلا دے کا
 منتظر ہا۔“

ہادی نے کہا۔ ”کیا بلادا ہے کیس کا بلادا ہے یہ تمہارا اپنا گھر ہے، جب
چاہو آڈ جاؤ! بھسلوں نے اس گھر کو اپنا گھر سمجھ لیا تھا چنانچہ انہیں
نہیں بلانا پڑتا۔“

قطب خان، بھسلوں کے پاس بارڈ کمرے یہ محسوس کرنے لگا تھا، کوئی اس
کو پڑھا بایا جا رہا ہے، وہ حاموٹی سے بیٹھ گیا۔

ہمسلوں نے پوچھا۔ ”بادشاہ کو میری ضرورت کیوں پیش آگئی؟“

قطب خان نے جواب دیا۔ ”کچھ پتہ نہیں، کل صبح مجھے شاہی مکتب
یہاں ہمسلوں مل جلتے گا، میں اس کوئے کمر سر ہند روانہ ہو جاؤں گا۔ میری بات
سمجھنے کی کوششی کرو ہمسلوں!“

ہمسلوں نے ہنس کر کہا۔ ”اس مکتب میں کیا لکھا ہے میں جانتا ہوں،
بادشاہ بھی وہ سب نہیں جانتا جو میں جانتا ہوں،“ محمد خلیل ایک طاقت در
حکمران سمجھی یکن ہمسلوں لوڈھی سے نیادہ طاقت در تو نہیں ہو سکتا۔ میں خود
کو بھی جانتا ہوں اور بادشاہ کو بھی، محمد خلیل بھی میری نظر میں ہے۔ اچھا تو
اس ذکر کو ختم کرو۔“

کچھ درمبارہ مددی نزنان خان سے سفردار ہوا اور انہیں مطلع کیا کہ کھانا
دستخوان پر لگ چکا ہے ہاتھ دھو کر پیٹھ جائیں۔

دولوں ہادی کے ساتھ اٹھ، مگر کا خادم پانی اور پیٹھ لے آیا، ددلوں کے
ہاتھ دھلوتے، ہاتھ پر ٹیکھے کا کپڑا دیا اور پھر ہادی ان ددلوں کو اپنے ساتھ اس
کمرے میں لے گیا، ہبھاں دستخوان پر ٹیکے ہوتے لذیدہ کھلنے ان کا انتظار کر
رہے تھے۔

قطب خان کھانا تو کھامیا تھا مگر دل ارجمند میں لگا ہوا تھا۔ اس کو یہ دکھ
ہستہ پریشان کر دیا تھا اس کا رہنمہ اس کی عدم موجودگی میں تو ہمسلوں کے سامنے رہتی
تھی اور اس کی بالوں پر ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو جاتی تھی مگر جب قطب خان آیا
تو نزنان خانے میں روپوش ہو گئی اور ہمسلوں کو ہمہ خوش قسمت سمجھ رہا تھا
ہو کسی بھی لڑکی یا عورت کے دل کو جیت لینے کی خداداد صلاحیت رکھتا تھا۔

کھانے کے دوران پھر کوئی خاموشی نہ رہا، اس کے بعد جب یہ لوگ دعا برانہ
اسی کمرے میں دالپس گئے، ہبھاں پہلے بھٹائے گئے تھے تو بالوں کا سلسہ شروع ہو
گیا، ہمسلوں ہبھاں بھی بے کلف اور بے تکان بولے چلا جا رہا تھا، وہ بالوں ہبھاں کو
بالوں میں نام لیے بغیر بادشاہ کو ہرف ملامت بناتے ہوئے تھا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ
”اس دنیا میں بعض لوگ اپنی عقل حوصلہ اور معاملہ ہنسی میں بولتے ہوئے ہیں مگر
قسمت انہیں برابرا دیتی ہے اور بعض بڑے ہوئے ہیں مگر ان کی قسمت انہیں
چھوٹا بنتا رکھتی ہے۔“ پھر قطب خان کو بطور خاص مناطب کیا۔ ”قطب خان!

بنتے جو کچھ کہا اس کو سمجھ سمجھے گا۔ اب میں نے بھی یہ فصل کر لیا ہے کہ جو چھٹا ہے اس کو اس کی چھڑی سی جگہ پر تھا دیا جاتے اور جو بڑا ہے اس کو اس کے شایان شان جگدی جلتے۔ میں کوشش کروں گا کہ آدمی کو اس کی جیشیت کے مطابق مقام عطا کیا جاتے؟

قطب خان کو اپنے تھیز کا انتظار تھا۔ ہسلول کی باتیں زہر لگ رہی تھیں مگر ہادی ہسلول کی باتیں تھیات توجہ سے شدہا تھا اور الہام انداز میں دل بھی دے رہا تھا۔ باتیں کہتے کرتے ہسلول نے اچانک پانی مانگ لیا، ہسلول کو پانی خود پیش کرنے میں ہادی اپنی غرفت افرانی اور خوش نسبی سمجھتا تھا، اسکا اصرار پانی یعنی اندر چلا گیا، اس کے چاتے ہی ہسلول نے قطب خان سے کہا لاکل میں ہی میں اسی گھر میں تیرا انتشار کروں گا انو شاہی مکتب میں یہرے حوالے کرے گا اندر میں کل ہی سرمند چلا جاؤں گا۔

قطب خان نے پوچھا۔ اور میرا کیلئے گاہ کیونکہ بادشاہ اور حمید خان کے علم میں توہیر ہے کہ میں تھلا امکنوب تھیں میر مند پہنچاؤں گا۔
ہسلول نے جواب دیا۔ «جب تک میں والپس نہ آؤں، تم ہادی کے ہمان رہو گے اور میرے آجائے پر تم یہرے ساتھ بادشاہ اور حمید خان کے پاس چلو گے، اتنی دری میں ہادی پانے کر آگیا۔ ہسلول نے ایک ہی سالنی میں سلاپانی پی لیا۔

قطب خان نے پوچھا۔ کیا تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ بادشاہ کے محض میں درجی تکھا ہو گا جو تم سمجھ دیتے ہوئے؟
ہسلول نے جواب دیا۔ بادشاہ کو محمد خلیجی کے مقابلے میں میری مددگار ہے اور میں انشا اللہ ہیئت ہمار کا شتر لے کر حاضر دربار ہو جاؤں گا اس وقت تک تم ہادی کے پاس رہا گے!

ہادی نے ہسلول کی طرف دیکھتے ہوتے پوچھا۔ کیا بات ہے ہسلول؟
تمہاری عدم موجودگی میں یہرے گھر میں کون سہے گا؟
ہسلول نے جواب دیا۔ بھائی قطب ہمار میں گے، بات یہ ہے کہ بیری دہائی میں موجودگی ایک ذاتی معامل تھا۔ بادشاہ اور دزیر کو بالکل غمیں معلوم کر ہسلول کہاں رہ رہا ہے۔ کل قطب خان اس گھر میں یہرے لیے شاہی

مکتب لاتے گا۔ میں تم سے یہ درخواست کر دوں گا کہ جب تک میں داپس نہ آ جاؤں یہ ہمیں رہے گا۔"

ہادی کو کوئی اعتراض نہ تھا، ہمسلوں اس وقت اجازت لے کر وہاں سے چلا گیا۔ اس کے ساتھ جلتے دلوں میں وہ افغان مردار بھی تھے جو سرہند سے اس کے ساتھ آتے تھے۔

ہمسلوں کے چلے چلنے کے بعد قطب خان نے خود کو ملکا اور آزاد محض میں کیا مزاح کی گئی ددرا ہو گئی اب ہمدری بھی دریں آگیا، اولا۔ " یہ بھائی ہمسلوں کہاں چلے گئے؟" " ہادی نے جواب دیا۔ " ہمسلوں کل آئیں گے اور کل ہی سرہند پر چلے جائیں گے۔"

ہمدری نے کہا۔ " داہ دہ مجھ سے طے بغیر ہی چلے گئے یہ "

اب قطب خان نے کہا۔ " ہمدری ! میں ہمسلوں کو تم لوگوں سے زیادہ بہتر جانتا ہوں، اس کامِ دروں میں دل ہی نہیں لگتا، وہ ہمیشہ عورتوں کی تکریں رہتا ہے یہ "

انتہی میں اچانک احمدنگر بھی آگئی اور آتے ہی قطب خان کو جواب دیا۔ " ہمسلوں ہوت اچھا اُدی ہے اس کو برائی کرنے والا خود براہوتا ہے یہ "

قطب خان ایک دم اس کی طرف ہو گیا، اس وقت وہ نقاب سے آزاد تھی، قطب خان اس کو دیکھتے ہی کھڑا ہو گیا، سکرتے ہوتے کہا۔ " بسندرا سنجھ کو غلط انہی ہمگنی ہے، ہمسلوں ہمرا بھائی بھی ہے اور ہم نوچ بھی۔ عورتیں اس کے کمر دری ہیں، یہ کوئی انتہام نہیں اظہار فائز ہے، سنجھ کو اس کا برا نہیں مانتا چاہیتے یہ "

احمدنگر نے اپنے باپ سے کہا۔ " بادل جان اس بھی ایسے آدمی نہیں کہتے ہو جاسد اور نکتہ چیزوں ہوتے ہیں یہ "

ہادی نے جواب دیا۔ " احمدنگر ! ہمیں اپنی نظر میں ہمسلوں اور قطب خان میں کوئی فرق نہیں، ان دونوں ایسے ہم پر احسان کیا ہے، اب ہمسلوں کی طرح یہ قطب خان بھی اسی گھر کے ایک فرد ہیں اور سنجھ ان کی غریب کرنا چاہیتے یہ "

ہادی کی عزت افرانی سے قطب خان نے سنچالا لیا، بولا۔ "ارجمند امیں
کس طرح سمجھ کوئی یقین دلاوں کم ہے۔ مسلول ہم مت اچھا اور سچا انسان ہے لیکن چاند
میں بھی داعم موجود ہے، مسلول نے یہی ہن کی موجودگی میں ددمیری شادی
ایک ساری کیستی سے کرنی اور میں نے تو ہمہاں تک سنابے کہ سچائی؟" مسلول کا جائز
سارکی پڑی کی اولاد میں سے ہو گا۔ کیونکہ مسلول نے اپنی ددمیری بڑھی سے یہ دعوہ کر
لیا ہے اور جمند تو آجی بتایہ کہاں کی سرافراز ہے اور کیا اس طرح یہ سے بھائجوں کا
حق نہیں ملا جاتے گا۔"

ارجمند نے جواب دیا۔ "جن یاتوں کا سمجھے علم نہیں مان پر بات کرنا حافظت
ہے اور پھر انہی مسلول نے دو شادیاں کر لیں تو یہ ہمہ مسلول کا فاقہ فعل ہے کسی کے ذائقے
انحال سے ہیں کیا غرض؟"

ہادی نے اپنی پستی کو ڈانٹ دیا۔ "ارجمند! یہ کیا بدستبری ہے۔ قطب خان
اس گھر کا مہماں بھی ہے اور اس کتبے کا ایک فرد بھی، اس سے الجھہ کرائی و ضعداری
اور سرافراز کو داغدار کیوں کمرہ آتی ہے؟"

ارجمند روپا نشی ہو گئی، اندر واپس جانی ہوئی بولی؟ بادا جان! میں اتنی
ضعیور اور مصلحت اندیش نہیں ہن سکتی کہ کسی کی غلط سلطبا تیں بھی برداشت
کر لوں جب مسلول نے اس شخص کی کوئی برا فی نہیں کی تو یہ ہمہ مسلول میں کیسے
کیوں نکالے؟"

قطب خان، ارجمند کے واپس چلے جاتے سے پریشان اور غم زد ہو گیا،
ہادی اس کے پاس بیٹھ گیا اور آہستہ سے کہا۔ "قطب خان! ارجمند بڑی حساس
اور جنباتی لڑکی ہے اگر اس قسم کی یاتیں ہمہ مسلول نے تمہارے خلاف کیا تو ہی
تو یہ ہمہ مسلول سے جھکو پڑتی۔ ارجمند کا دل صاف ہے، تم اس کی یاتوں کا
برارت مالتوا۔"

قطب خان نے جواب دیا۔ "جذبات اور حساس تو یعنی بھی ہوں اور آپ
کو کیا پڑتا کہ ہمہ مسلول نے یہیے خلاف یاتیں نہیں کی ہوں گی لیکن میں اتنا خوش
قسمت نہیں کہ ارجمند نے جیری بروایاں سن کر ہمہ مسلول کو اسی طرح ڈانٹ دیا ہوا
ارجمند صحیح سے برگشتہ ہے، معلوم نہیں کیوں آپ ماں یا ز ماں یا ز بیکن میں یقین
اور پورے دنوق سے کہہ سکتا ہوں کہ ارجمند کو جیری طرف سے بھی طرح برگشتہ

کر دیا گیا ہے۔"

ہادی نے کہا۔ "ہو سکتا ہے!" پھر آہستہ سے کہا۔ "تم ایک بات تو بتاؤ؟ قطب خان نے جواب دیا۔ "پروچھئے میں آپ کی ہربات کا جواب دیتے کوتیار ہوں۔"

ہادی نے پوچھا۔ "ہسلول کی شادریوں والی بات پھر سے تو دہرا دیتے شاید دس سیطے بھی سن چکا ہوں۔ کیا ہسلول نے دافعی دشادیاں کی ہیں اور عورت ہسلول کی مکروری ہے؟"

قطب خان کی آنکھوں میں پھٹک اور ہمراہ پر شلگھی دوڑ گئی، بولا۔ "میں جھوٹ نہیں لوتا اور میں نے جو کچھ بتایا اس سے جووری افتخار قوم دافع ہے۔ اگر آپ چاہیں تو میں اس کی دلوں ہسلولوں سے آپ کی ملاقات کر سکتا ہوں۔"

ہادی نے جواب دیا۔ "تمیں اس کی کوئی حزورت نہیں میں تیری بالوں پر یقین رکھتا ہوں۔"

قطب خان نے کہا۔ "میں اپنی قوم کی طرح ہسلول کی بڑی عزت کرتا ہوں لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ میں پشت دشمنوں کو اس کی خامیوں سے مطلع ہی نہ کر دوں!"

ہادی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "قطب خان! میں تجھ کو سچا سمجھتا ہوں، تو تے سختی شادیاں کیں؟"

قطب خان نے جواب دیا۔ "میں نے ابھی تک ایک شادی بھی نہیں کی، ہاں اب امدادہ حمزہ درکھبا ہوں، سنتا ہوں خدا نے ہر جاندار کے جوڑ سے پیدا کر دیتے ہیں میرا اپنا ساٹھی بھی کہیں نہ کہیں موجود نہ ہو گا، ہو سکتا ہے وہ یہ سے اس پاس ہی موجود ہو۔"

ہادی نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔ "تو تو بھی تک کون لا بھی ہے؟"

قطب خان نے جواب دیا۔ "اس کی میرا خاندان ہی سچی گواہی دے سکتا ہے!"

ہادی نے کہا۔ "چھلا آج تو شاید تو واپس جلتے گا لیکن جب کل نہ آتے گا تو میں تجھ کو اس وقت تک ہلنے بھی نہیں دوں گا۔ چب تک کہ ہسلول دہلي

دالپس نہیں آ جاتے گا۔"

استا کچک کر دہ کسی سوچ میں پڑ گیا، آئندہ کہتے لگا۔ "میں نے ارجمند کو قانٹ
کر سمجھا دیا ہے، دہ اب تی باتوں پر مرشد مند ہا ہو گئی ہے، اب اگر تیری طاقت یا
طاقة توں سے دہ تجھ سے ماں وس ہا گئی تو یہ تیری خوش قسمتی ہو گی اور تجھ کو الیما
کرنا ہی ہو گا درست یہ لڑکی بہت زیادہ خود سرا درضد ہی ہے اس کو محبت سے
سر کیا جا سکتا ہے ۔"

قطب خان نے جواب دیا۔ "میں کو شش کروں گا لیکن میری گوشٹیں
اس وقت کا آمد ہوں گی جب ارجمند میرے پاس آتی جائی تو ہے شاید اس پر
میں اپنارنگ پڑھا دوں لیکن اس کے لیے بھی کافی وقت دکار ہے۔"
ہادی نے کوئی جواب نہیں دیا، بات کوٹاں گیا۔ قطب خان ارجمند
کے انتظار میں کافی دیر تک بیٹھا رہا لیکن جب ملوس ہو گیا کہ وہ نہیں آتے گی
تو دالپس چلا گیا، اس کو شہر سفا کہ ہمسلوں نے ارجمند کو قطب خان کے خلاف
کر دیا۔

قطب خان، ہمسلوں سے استا بدظن ہو چکا تھا کہ کسی ہماری فیصلہ کیا کر
عمر خان اور بادشاہ کو بتاہے کہ ہمسلوں نہ ہی میں موجود ہے لیکن یہ بات نہ ان
تک آتے آتے رہ گئی۔

دوسرے دن علی الصلاح بادشاہ کی طرف سے تھوڑا ہوا خط قطب خان
کو مل گیا اس خط میں بادشاہ نے ہمسلوں سے محمد خلبی کے خلاف جنگ میں
اس کی افادہ اس کی قوم کی مدد مانگی تھی، لیظاہر اس نے شاہی بھمانہ کے سفر کی
تیاری پڑھ دی لیکن اندر ہی اندر ہی اندردہ ہمسلوں کے اعزازد چڑھا رہا تھا
شاہی خط لے کر پہلے تو ارجمند کے گھر گیا، اس وقت تک ہمسلوں دہان خیس پہنچا
تھا، ہادی اور عمدی نے اس کی شاندار پذیرائی کی اور اندر لے گئے۔ کچھ ہی دیر
بعد ہمسلوں بھی پہنچ گیا۔

قطب خان فی بادشاہ کا خط ہمسلوں کے حوالے کر دیا۔ اس نے خط
پڑھا تو بے اختیار مسکرا دیا۔ "دہی بات نکلی جس کی میں پیش گئی کر چکا ہوں،
اللہ نے چاہا تو میں محمد خلبی کو شکست دے دوں گا۔"

قطب خان نے پوچھا۔ "بھائی ہمسلوں! تم کب تک دہی دالپس آ جاؤ۔

گے اس وقت تک میں کہاں رہوں گا۔ کیا تمہارے ساتھ میں بھی چلوں؟“
بہسلول نے جواب دیا۔ “تمہیں تمہیں دلہی میں رہو،“ ہادی کی طرف
اشارة کرتے کہا۔ “یہ لوگ تمہیں اپنے ساتھ رکھیں گے۔“
ہادی کرنے کہا؟ اس میں بہت اچاکی ہے، میں نے تو قطب خان کو منع
نہیں کیا، یہ ہمارے ساتھ رہ سکتے ہیں!“

لیکن اسی وقت اندر سے ایک بڑی بی شودار ہوتیں، ہادی ان بڑیوں
کی طرف پہکا، گھبرا کر لولا۔ یہ تم کہاں آگئیں ہا اندر چلو، یہ تمہیں باہر کس نے
آئے دیا ہے؟“

قطب خان اور بہسلول نے ان بڑی بی کو چھلی پا رہ دیکھا تھا۔ یہ کچھ
بدخواں نظر آئی تھیں، ہادی نے انہیں یا ان ووں میں جکڑ کر اندر دھکیلنا مژد
کر دیا، قطب خان اور بہسلول سیرت سے یہ منتظر رکھتے رہے۔ کچھ دیر بعد
جب ہادی واپس آیا تو مژد مندگی سے کہا۔ “دوستو! یہ ارجمند کی ماں تھی، تقریباً
پانچ یہہ سال سے اس کا دامانی توازن درست نہیں ہے۔ اسی وجہ سے ارجمند کی
تمہیت جسم طور پر نہیں ہو سکی اور اس کے مزان میں خود سری اور سرکشی سی لاگی۔
یہ کہتے کہتے اس نے سرچھا کیا اور آہستہ سے کہا۔ “میں نہیں چاہتا سفا کہ یہ تم
دولوں کو دیکھے ایکوٹک جب یہ کسی کو دیکھ لیتی ہے تو اس نرور سوہ سے تذکرہ
مژد مزد ع کر دیتی ہے، اس کے پارے میں ہر آتے جانے والے کو بتا دیتی ہے۔
انہوں کہ اس نے تم دولوں کو دیکھے یا اور کچھ پہنچنے نہیں کیا یہ تم دولوں کا کسی انتہا
ہیں ذکر کر سے گی؟“

بہسلول نے لاپرداج سے کہا۔ “میں تجلما، میرے ساتھی پڑا دپریرے
منتظر ہو گے۔“ قطب خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ “اب یہ تمہارا مستلم ہے ارجمند
کی ماں تھیلا اور کس طرح اور کس کو لوں سے کرفتی ہے تم جائز، لیکن دیکھو بہت
اکوشیار رہتا، حیدر خان قابلِ اعتیار نہیں ہے!“

بہسلول چلا گیا، ہادی نے قطب خان کو گھر کا دکھ دیا جو سب سے
آخر میں الگ تھا، اس کا ایک دروازہ تھا جو مکان کے اندر کھلتا تھا،
दوسری طرف آخری دروازہ تھی، ہادی نے کہا۔ “قطب خان! انسوں کی میں تمہارے
کرے کو اپنی طرف سے بند کر کے مقفل کر دوں گا، سوائے ضروریہ سے فراہت

کے لئے تم اپنی مرضی سے نہیں جا سکو گے لیکن یہ جمہر دلوں کی مجبوری ہے ایس وقتاً
جوتا ہیں آتا ہوں گا۔ خدا ہماری مشکلیں آسان کرے۔"

رات کو قطب خان نے ارجمند کی ماں کی آذازیں میں ادا ہیجھ پیچھے کر لیچھ
رہی تھی۔ اسے تم لوگ یہ بتلتے کیوں نہیں کہ تم نے ارجمند کے دل ہما کو قبضہ کر دھا
ہے۔ ارجمند کے دود دد دلہا، حسین، خوب صورت، طرح دل را انہیں مجھ سے کیوں
چھاٹے اور یہ کیا ارجمند میری بیٹی نہیں ہے؟"

قطب خان خوفزدہ ہو چکا تھا پھر اچانک کسی نے عورت کی آذاز کو دیا دیا،
غالباً منہ میرا خدر کھ کر آذاز کو دیا دیا گیا تھا، وہ اسے خوف کے صبح تک جائاتا ہا
قطب خان سوچ رہا تھا کہ اگر اس گھر میں اس پا گل اور مختبوت الحواس عورت نے ہی
ردی ہے مکھا تو وہ درخواست کس طرح گزائے گا۔

ففر کے وقت ہادی آیا اور قطب خان کی ساری ضروریات پوری کر کے
دالپس چلا گیا۔ دفعہ ہر کو اس کا دروازہ کھلا اور اس میں سے ارجمند کو دار ہوئی۔ دلوں
کی نظر میں تو ارجمند پڑھتا۔ "یہ تھاںی میں آخر کرتے کیا رہتے ہو؟"

قطب خان نے جواب دیا۔ "کرتا کیا رہتا ہوں؟ کچھ بھی نہیں۔"
ارجمند نے کہا۔ "میری ماں نے تم دلوں کے خلاف اول فول بکناٹر ورع
کر دیا ہے؟"

قطب خان نے پڑھا۔ "یہ ہادی کہاں ہیں؟"
ارجمند نے جواب دیا۔ "پڑتے نہیں اشایہ مشرمندگی کی وجہ سے مامنہ نہ آ
سہے ہوں۔ بہر حال میں انہیں... اسے میں کیا کہہ رہی تھی؟"

قطب خان نے شوٹن اسٹروگ کر دیا۔ "ارجمند! انہوں کو تمہاری ماں نے مجھ کو
سمجھا نہیں، ایرے خیال میں یہ جگہ سب سے زیادہ یعنی محفوظ ہو سکتی ہے۔"
ارجمند نے کہا۔ "میں نے کسی سے سنا تھا کہ تم بھادر آہر"

قطب خان نے جواب دیا۔ "میں نے صبح منا تھا مگر اس سوال کا مطلبہ
ارجمند نے ہنس کر طنزی کہا۔ "ابھی تک تمہاری بھادری دیکھنے
میں تو نہیں آئی۔"

قطب خان تڑپ گیا۔ "ارجمند! دل آزاری بدترین گناہ ہوتا ہے اور تیر اعجرب
ترین مشغل دبروں کی دل آثاری ہے۔"

ارجمند نے کہا۔ بات صاف صاف کر د قطب خان! یہ دوسرا کون کی دل آزاری سے تمہاری کیا مراد ہے؟ یہ دوسرا کون ہے؟

قطب خان ہنسنے لگا۔ یہ دوسرا کون ۹ کیا یہ بھی کوئی سمجھائے کی بات ہے؟ اس لفڑی دوسرا بیرے سوا اور کون ہے؟ بہر حال بہت بہت غکریہ۔ تم نے مجھے دوسرا کہا تو؟“

ارجمند نے کہا۔ اس وقت لفڑی میں نہ تو یاد اجانت پیں اور نہ اسی سمجھائی ہے لکھا موجود ہیں، ایمری ماں سودی ہوئی ہے بلکہ لفڑی تیند سوراہی ہے، میں تمہارے پاس پڑی ہوں، اس لیے نہیں کہ میں تم میں دکپچی لیتی ہوں، مخفی اس لیے کہ ازدھا اتنا نیت تم سے معلوم کرنا کہ تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں۔“

قطب خان نے کہا۔ شکریہ۔ اگر اتنا بھی میرا خیال ہے تو بہت بہت غکریہ میں اس پر بھی راضی ہوں۔“

ارجمند نے تکمیل نظر وہ سے قطب خان کی طرف دیکھا۔ اگر یہ بات پہ تو یہ چلی۔“

قطب خان نے بھی نظر سے کہا۔ ارجمند! میری بات توستوا۔
لیکن دہ بات سے بغیر اسی چلی گئی۔ قطب خان حسرت سے دیکھتا اسی روگا۔

* * *

قطب خان کوارڈمنڈ کے لفڑی میں رہتے ہوئے دداہ گز رکتے، اس دوڑان ارجمند اور قطب خان میں خاصی بے تکلفی ہو گئی، ارجمند کی ماں کی قطب خان سے صرف یہیں پلر مڈ بجیر ہوئی اور ہر بار خاصاً ہنگامہ ہوا لیکن پادی نے اس پر قابو پالیا جمدادی اور پادی اور دلوں رہی کی یہ خواہش تھی کہ ارجمند قطب خان کو پسند کرنے کے لیے کوئی کم قطب خان میں دو خوبیاں ایسی موجود تھیں، جو پادی اور اس کے بیٹے جمدادی کو بہت پسند آگئی تھیں، ایک تو یہ کہ قطب خان اسلام خان سرہنڈ کے سابق حاکم کا پیٹا تھا اور میسلوں کا چچا ناد بھائی، اور سالار تھا اور دوسرا خوبی یہ تھی کہ اس کا مستقبل بہت نابناک تھا۔ کسی بھی دن دہ پادشاہ سے کسی اعلیٰ منصب کا پروانہ حاصل کر سکتا تھا۔ دلوں اسی ارجمند اور قطب خان کو محبت کرنے کے حصے فرام کر رہے تھے لیکن حشكل یہ پیش آئی تھی کہ ارجمند قطب

خان کو کوئی خاص اہمیت دینے کو تیار نہ تھی، اس کے دل میں ہمسلوں کی بڑی عزت تھی۔

قطب خان، ارجمند سے اس حد تک محبت کرنے لگا تھا کہ اس کی ناگوار اور خلافِ صرفی پائیں بھی گواہ کر لیتا تھا، اس کی پوری کوشش یہ تھی کہ وہ ارجمند کے دل میں ہمسلوں کے خلاف نفرت کا زہر گھول دے چنا تھا جب بھی موقع ملتا ہے۔ ہمسلوں کے خلاف کوئی نہ کوئی بات کہہ گیتا۔

ہمسلوں دو ماہ گزر جانے کے باوجود جب نہیں آیا تو قطب خان کو محبت غصہ آیا، بولا۔ ارجمند ایہ کیا غصہ تھے ہے کہ ہمسلوں ایسی تک داپس نہیں آیا پادشاہ اور سمیر خان اس کا بڑی بے چینی سے انتظار کر رہے ہوں گے اور یہ بھی سنبھل میں آیا ہے کہ والوں کا محمد فتحی محبت جلد دہی کا معاشرہ کرتے والا ہے۔ میں اس مکان کے قید خلتے میں رہتے رہتے الگ ہاجز آپ کھا ہوں، ارجمند، تو ہم بتا مجھے کیا کرنا چاہتے؟“

ارجمند نے جواب دیا۔ تمہیں یہاں رکنے کے بجائے ہمسلوں کے ساتھ چلا جانا تھا تاکہ اس قید ہاتے سے سختی ملی رہتی۔“

قطب خان، ارجمند کی آنکھوں میں حجمانگی لگا۔ ارجمند! اے کاش میں ہم لوں کے ساتھ تجھ سے نہ ملا ہوتا۔“

ارجمند نے ناخوشگواری سے کہا۔ قطب خان! تم اپنی گفتگو میں ہمسلوں کا ذکر نہ کیا کہ دادرگر ہمسلوں کا ذکر آہی جاتے تو اس کی برائی نہ کیا کرد، اگر ایسا کرد گے تو میں اٹھ کر چلی جایا کر دیں گی۔“

قطب خان نے اپنکے کھڑے ہوتے ہوتے کہا۔“ میں خوب جانتا ہوں ارجمند ہمسلوں نے اپنی یادوں سے یہی شخصیت کو تیری نظر دی سے گردادیا ہے، اس نے تو مجھ سے نفرت کرتے لگی ہے۔“

ارجمند نے جواب دیا۔“ ایسی کوئی یات نہیں قطب خان! اس نے تمہاری بھی کوئی برا لی نہیں کی۔“

اس وقت ان دعاؤں کو تلاش کرتا ہوا مہمدی بھی آگیا، اس نے خوشخبری سنائی۔“ قطب خان حبل رک ہو، ہمسلوں بیس ہزار جیلے افغانوں کے ساتھ ہمیں میں داخل ہو چکا ہے۔“

اس خبر نے احمد کو باغ پاٹ کر دیا، دل کی خوشی آنکھوں سے جھانکنے لگی
نیبان گنگ ہو کر رہ گئی، بیشکل ۲ نکھیں پندر کے پوچھا۔ "ہمسلوں آگیا ہے پس؟"
مہدی نے جواب دیا۔ "پاں ہمسلوں تشریف نے آئے میوری دہی میں ان
کا ہڈا پھر چلا ہے۔"

ادمی اس خبر کے بعد قطب خان کے پاس فدا بھی نہیں رکی بچلی گئی،
قطب خان کے دل میں لگ سی گتی، مہدی سے کہتے لگا۔ "مہدی! ہم لوگ
ہمسلوں کا ذکر جس انداز میں کرتے ہو اس سے وہ کوئی آسمانی مخلوق معلوم ہونے
لگتا ہے، حالانکہ اخلاقی تفاضل یہ ہے کہ تم ہمسلوں کو مجھ پر ترزیع نہ دو، میں
بھی کوئی معمولی آدمی نہیں ہوں، ہمسلوں ہی کا بھائی ہوں، بس فرق صرف
اتنا ہے کہ ہمسلوں پر اس کی قسمت ہیراں ہے اور مجھ سے یہی قسمت
ناخوش ہے، اگر قسمت ہیرا ساقہ دے جاتی تو اچھے میں ہمسلوں سے کہیں بڑا
آدمی ہوتا۔"

مہدی نے کھیا کر جواب دیا۔ "بھائی قطب خان! یہی نظر میں آپ بھی ہی
آدمی ہیں اور میں آپ کی محنت تزايدہ عزت کرتا ہوں۔"
قطب خان نے کہا۔ "اگر تو یہی اتنی ہی عزت کرتا ہے جتنا ظاہر کر رہا ہے
تو پھر احمد کو سمجھا۔ وہ مجھ سے نفرت کرنا چھوڑ دے۔"
مہدی نے جواب دیا۔ "بھائی قطب خان! احمد سے اپنی عزت کرانا آپ کا
اپنا کام ہے، ہم لوگ اس میں آپ کی کیا مدد کر سکتے ہیں؟"
قطب خان ہمسلوں کی آمد سے خوش نہیں ہوا تھا، اس نے سوچا الگ بغل
دو چار ماہ اور نہ آتا تو اس کا کیا بگڑا جاتا۔

اسی رات، اندر ہیرے میں قطب خان نے احمد کا لگر چھوڑ دیا اور ہمسلوں
کے پاس چلا گیا، جو دہلی کے پاپر پڑا در دلے پڑا تھا۔
قطب خان چھپتا چھپتا بچتا بچاتا ہمسلوں کے شکر میں داخل ہو گیا، ایک
درست وہریق میدان میں ہمسلوں کی ساہ لوں خیمه زن تھی گوریاز میں پر دُور
دور تک بڑے بڑے لگرنے اگ آئتے ہوں یا پھر کپڑوں کے نکونے عنابر میں ہوا
بھردی گئی اور گھوڑوں کے ہنمانے اور ان کے ادھر ادھر در ڈرنے بچانے کی طاہوں
سے نضاگونج رہی تھی۔

انگلنوں نے قطب خان کو بھیجاں لیا اور ان میں سے درقطب خان کو
بہسلول کے پاس لیے جائے گئے۔ بہسلول نے اپنے عجیبے میں سرخ قالین، بچھا
رکھی تھی، وہ اس پر کارڈ تھیے پر کہنیاں تھیں کہ بچھی کھیلنے میں مشغول تھا اس کے
پاس دادا فغان اور تھے، ان میں سے ایک کو قطب خان نے بھلی ہی نظر میں بچھاں
لیا، یہ بچھا فیر وز خان تھے۔

بہسلول نے قطب خان کو بھیجا تو بچھی بچھوڑ کر کھڑا ہو گیا اور اس سے
بغل گیر ہو گیا، قطب خان نے کہا۔ ”بھانج بہسلول! میں تمہارے نامنے سے اتنا
پریشان ہو چکا تھا کہ اگر تم کل اٹک اور نہ آگے تو میں خود سرخند ہو پڑ جاتا۔ میں
ہادی کے گھر میں قیدیوں کی طرح رہ رہا تھا۔“

بہسلول نے پوچھا۔ ”اور ماہِ حمند کیسی ہے؟“

قطب خان نے منہ بنایا جواب دیا۔ ”اچھی ہے مگر تم تعجب کرو گے کہ تمہاری
عدم موجودگی میں اور حمند نے تمہیں ایک بار بھی نہیں پوچھا، میں تو اس کی یہ نیازی
پر حیران رہ گیا اللہ اللہ“

بہسلول نے ہنس کر کہا۔ ”تم یہی فکر فدا بھی نہ کرو، اور حمند میراڑ کو کرسے یاد
کرسے لیکن میں اس کے دل میں ضرور موجود ہوں!“

قطب خان نے حضور بدل دیتے کی کوشش کی۔ اچھا ایک بات تو ہتا ہے بہسلول
یہ مالے کا حکمران محمود خلبی کب تک آجائے گا؟“

بہسلول نے جواب دیا۔ ”وہ تو بس آتے ہی دلال ہے۔“

بچھا فیر قطب خان ان دولوں کی باتوں میں مخل نہیں ہوا تھا سختے تھے اسی
کے باہر جاتے ہوئے کہا۔ ”اچھا میں آتھا ہوں کچھ دیر بعد!“

وہ گیا اور اپنے ساتھی کو بھی لیتے ساتھ لے گیا۔ تمہاری میں بہسلول اور
قطب خان میں بڑی باتیں ہوتیں، بہسلول نے کہا۔ ”بھائی قطب خان! اب دقت
آچکا ہے کہ میں بادشاہ سے اپنی مرضی کا منصب مانگوں اور وہ بخوبی دیتے پر
تیار ہو جاتے گا۔ بھائی قطب خان! اب تمہیں وہ منصب دلوادیں گا کہ وزیر تک
نشستہ رہ جائے گا۔“

قطب خان نے سر جھکا لیا اور بہسلول کی پات ستی ان سمنی کر دی بہسلول نے
پوچھا۔ ”کیا پات ستی بھائی قطب خان، نیزیر پت تو ہے؟“

قطب خان کی آنکھوں میں آنکھ اپنے تھے، بولا۔ ”بھائی ہم لوں کیا تم لادے
پہنچ سے پادشاہ مجھ کو کسی اہلی متصیب پر فائز کر دے گا؟“
ہم لوں نے جواب دیا۔ ”اس میں شیر کی کوئی بات نہیں قطب خان !
پادشاہ عنقریب میر احسان مند اوجلتے گا اور اس احسان مندی میں میں اس سے
کوئی بھی کام لے سکتا ہوں !“
قطب خان نے کہا۔ ”اگر تم مجھ پر کوئی احسان ہی کرنا چاہتے تو ایک
اور احسان کر دو !“
ہم لوں نے کہا۔ ”قطب خان ! تو میرا بھائی ہے اگر میں یہرے ساتھ کچھ
کر دیں گا تو وہ احسان کس طرح ہو جاتے گا۔ بھائی، بھائی پر احسان کر سکتا
ہے جلا ؟“
قطب خان کی آذان پھر آگئی۔ ”بھائی، ہم لوں ! کچھ بھی ہوا میں تو اے
احسان ہی سمجھوں گا !“
ہم لوں نے کھڑے ہو کر قطب خان کا ایک باتھ اپنے ہاتھ میں لے بیا پڑھا
”ہاں ہاں بتا، وہ کیا کام ہے جو تو مجھ سے لینا پاہتا ہے ؟“
قطب خان نے کچھ کھٹا چاہا مگر آوازِ حقی میں پچنس گئی۔ ہم لوں نے
قطب خان کی پاشت چھپھیا۔ ”مت گھبر اقطب خان اتكلف نہ کر، جو کچھ کھنا
ہے کہہ ڈال۔“
قطب خان نے کہا۔ ”بھائی، ہم لوں ! میں ارجمند سے محبت کرتے
لگا ہوں۔“

اس کے آگے وہ ایک لفظ بھی نہ ادا کر سکا، ہم لوں نے ایک دم اس
کا ہاتھ بھی چھوڑ دیا اور پشت پر سے دوسرا ہاتھ بھی ہٹایا اور قطب خان سے
ہٹ کر ذرا دوڑ رجاؤ کھڑا، بولا۔ ”قطب خان ! اگر تو ارجمند سے محبت کر لے لگا
ہے تو میں کیا کر دیں ؟“
قطب خان نے کہا۔ ”بھائی ہم لوں ! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم بھی اس
کو چاہتے ہو، حالانکہ تم دو شادیاں کر رکھے ہو۔ ارجمند کو بیری خاطر میرے
لیئے معاف کر دو۔“
ہم لوں نے خلافِ توقع اپنا منہ پکھیر لیا اور فیصلہ کرن لیجئے میں کہا۔ ”قطب

خان! ایسا نہیں ہو سکتا، میں نے دعا شادیاں کی ہوں یا چار، اور جسند مجھ کو بھی اچھی لگتی ہے، میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔“

قطب خان کے پاؤں تلے سے تین تکل گتی پلورا جسم سنبھالنے لگا، بولا۔

”بھائی بہسلول! کیا تم اور جسند سے پہنچ پڑھ شادی کرنا چاہتے ہو؟“

بہسلول نے جواب دیا۔ ”شادیاں آئیں پہنچے آئی ہو اکرمی ہیں۔“

قطب خان نے کہا۔ ”تو یہ تمہارا آخری مفصلہ ہے کہ تم اور جسند کا بیچا نہیں پھرزاد گے؟“

بہسلول نے جواب دیا۔ ”ہاں یہ میرا آخری اور قطعی مفصلہ ہے!“
قطب خان ایک دم سنجیدہ ہو گیا، بولا۔ ”اگر یہ بات ہے تو میں آئندہ اس

موضو پر تم سے کوئی بات نہ کروں گا۔“

بہسلول نے کہا۔ ”قطب خان! اور جسند خطة زین کی طرح ہے جو نیا عہد چالاک، ہوشیار اور عقلمند ہوتا ہے وہی دوسرے دن کے مقابلے میں کامیاب رہتا ہے۔“

قطب خان نے حتمی اور قطعی لمحے اور مردباشی آوازیں کہا۔ ”بہسلول! میں تمہارا مقابلہ کروں گا اور میں دیکھوں گا کہ تم اس کو کس طرح حاصل کرتے ہو، اور جسند ہیری ہے اور میری ہی رہے گی کسی اور کسی کی موال نہیں کہ وہ اور جسند کو اپنانے کی ہمت کرے!“

بہسلول نے جواب دیا۔ ”ان فضول ہاتوں سے تجھے ملے ملے گا فاک نہیں، پھر فالی خلائق اتوں سے حاصل ہے اور جسند تیری موجودگی اور تیری زندگی ہی میں کسی کی دلجن بن جائے گی اور تو دیکھتا کادی یقیناً جلتے گا۔“

قطب خان خاموش ہو گیا، بہسلول نے اس کی صورت دیکھنے کی کوشش کی مگر نہیں دیکھ سکا، آخر بہسلول نے اس کو سمجھایا۔ ”قطب خان! میری طرف سے تجھ کو آنادی ہے کہ اور جسند کے سلطے میں میرا جس طرح چاہے مقابلہ کرے، میں بھی کروں گا۔“

قطب خان کی آواز حلق میں پھنس کر رہا گتی، اتنے میں کچھ کھلانے پسے کا سامان آگیا۔ بہسلول نے یہ سامان قالیں پر رکھا اور یہا اور اس میں قطب خان کو بھی شریک کر لیا۔ اس وقت وہ دعلوں خاموشی سے کھلتے پیٹتے رہے آخر قطب

خان نے ایک دم اپنا ہاتھ کھینچ لیا، بولا۔ "ہسلول! میں دیکھوں گا تم ارجندر سے کس طرح شادی کرو گے پہلے تو میری ہنس کو طلاق دے دے اس کے بعد تیرتی شادی کر لے!"

ہسلول نے مکار کر جواب دیا۔ "اس کی کیا ضرورت ہے ابھی میں دو شادیاں اور کر سکتا ہوں۔"

قطب خان نے سختی سے کہا۔ "میں اپنی ہنس کو تمہارے پاس نہیں سہنے مدد گا۔"

ہسلول نے کہا۔ "بھائی قطب خان! جس جنگ کی ابتدا تو نے خود ہی کر دی ہو، اس میں اپنے عریف کو لڑتے سے باز کس طرح رکھ سکتا ہے، تو نے اجمند سے یہ مری برائیاں کیں، میں نے برداشت کر لیں اب میں دار کر دیں گا تو اس کو دوک سکے تو درک لے!"

قطب خان، ہسلول کے تجھے میں تیادہ دیر نہیں رکا، تجھے سے نکلا تو حمید خان کی حوصلی کا رشتہ کیا وہ ہسلول کی آمد کی خبر سن تو رچکا تھا تین لاب دہ یہ شتر قطب خان کی نبایتی سنتے کا خواہ شہر تھا، چنانچہ قطب خان نے ہسلول کی اور اس کی پیاہ کی بابت اتنی بڑھا چڑھا کر بائیں کیں کہ حمید خان مرعوب ہو گیا۔ "قطب خان! میں ہسلول کی صلاحیتوں سے دافع تو نہ کھانا لیکن اتنا دافع نہیں تھا جتنا مشاہدے میں آ گیا۔"

قطب خان نے جل کر جواب دیا۔ "ہسلول بتا لے، نماش کرتا ہے میں اس کو گھٹیا، سریض اور مطلبی سمجھتا ہوں۔ وہ جو کچھ بھی ہے یہ رے علم اور میری نظر میں پے!"

قطب خان، حمید خان کے پاس بیٹھ کر ہسلول کی برائیاں کرتا رہا، بعد میں اس برائی میں دوسرا بھی سڑک ہو گئے اور دیہ دہ لوگ تھے جو حمید خان دزمر کی ہاں میں ہاں ملانے کا ہنر جانتے تھے۔ سقوطی دیر کی ددباری بالقوں اور قحطیوں سے قطب خان اس غلط نامی میں بستا ہو گیا کہ وہ جب اور جسمان کیسی بھی ہو گا، لوگوں کا تعادن اس کے حق میں ہو گا اور وہ ان کی مدد سے پاپر کسی سازش سے ادپ آتے کی کوشش کرے گا تو کامیابی اس کے قدم پھوٹے گی۔

حیدرخان کو یہ بھرت بھی کہ قطب خان پتے اقبال مند سجائی ہے۔ مسلول
کی مخالفت کوں کر رہا ہے۔ اس نے سوچا اس میں بھی کوئی مصلحت ہوگی۔ خود
اس نے ہے۔ مسلول کی مخالفت میں ایک لفظ بھی ادا نہیں کیا۔ قطب خان ہے۔ مسلول
کی جتنی مخالفت کرتا حیدرخان ہے۔ مسلول کی اتنی زیادہ تعریف کرتا۔

بادشاہ بھی ہے۔ مسلول کی آمد سے بہت خوش تھا۔ اس نے قطب خان کے
کو باریاں کا موقع بخشا اور اس وقت خوشی میں راپری کی حکومت قطب خان کے
نام کر دی۔ میں یونہی کی تحقیقی شکوہ آباد کامپری دی دیا تے جمنا کے بائیں کتابے
ایک آباد اور بارڈنی شہر تھا، شہر میں پوری سے چوالیں میں دوسرے مغرب میں۔
قطب خان بہت خوش تھا۔ بادشاہ نے کہا۔ ”مالوے کا محمود غلبی آج کل ہے
میں اپنی کثیر سپاہ کے ساتھ کنوار ہونے والا ہے۔“ ہماری فوجیں اس کے
استقبال کو موجود ہیں۔ ہماری افواح کے علاوہ تیرے بھائی ہے۔ مسلول کے
ہزار انغان بھی محمود غلبی کی خبر بیٹے کو موجود ہیں۔ اس معرکے کے بعد
تو راپری چلا جاتے گا اور ہمارا کی حکومت تیرے ساتھ میں منتقل ہو جاتے گی۔“

قطب خان پر فائدہ حکومت لے کر باہر نکلا اور سیدھا ہے۔ مسلول کے
پاس پہنچا۔ اس دربار بادشاہ نے اپنے امراء کو طلب کر لیا۔ ان میں ہے۔ مسلول
بھی شامل تھا۔ بادشاہ نے ان سب کو محمود غلبی کی شکر کشی سے رسمًا گاہ کیا اور
ان سے مشورہ طلب کیا کہ اس مصیبیت سے سنجات کس طریقے میں حاصل کی جاتے۔ کسی
امیر کی لب کشافی سے پہنچے ہے۔ مسلول۔ لول اٹھا۔ ”للہ! جب محمود غلبی والوں
سے چل کر دہلی کے دروازے تک آئی گیا ہے اور ہماری فوجیں بھی اس کا انت
رد کر کھڑی ہو گئی ہیں تو اب جنگ کے سوا کوئی اور صوت ای کہاں رہ
گئی ہے؟“

کتنی درس سے امراء نے منہ بنایا۔ بادشاہ نے اپنے درباری امراء سے پوچھا۔
”تم لوگ کیا کہتے ہو؟“ کیا ہے۔ کیا ہے۔ مسلول درست کہتا ہے۔“

ایک امیر نے کہا۔ ”حضرت والا، ہے۔ مسلول کا خیال درست ہے ہماری افواح
محمود غلبی کو سبق دیتے کے لئے تیار کھڑی ہیں۔ آپ تخت سے نیچے آجایتے اور
اپنی افواح کی قیادت فرمائیتے۔“

بادشاہ نے سامنے پورا چھا۔ ”یعنی میں نیچے آجائیں؟ پھر ہم سے تخت

پر کون بیٹھے گا ؟

امیر نے جواب دیا۔ "جناب والا! ہم سلوں ہماری قیادت کے لئے جناب ترین شخص ہے!"
بادشاہ نے کہا۔ "میرا اپنا بھی یعنی خیال ہے۔ میں اپنے قصر سے ہم سلوں کو
اس کے سبقاً کامیابی کی دعائیں کرتا رہوں گا یعنی میں اپنی دعاوں سے مترکیز
جگ جدل رہوں گا۔"
ہم سلوں نے کہا۔ "جمان پناہ! آپ کا میدانِ جنگ میں موجود ہنالے ہے حد
ضدی ہے!"

بادشاہ نے جواب دیا۔ "نہیں، کیا تو شہر میں جانتا کہ میرے دشمنوں کی کوئی
کمی نہیں۔ میں اپنے دشمنوں سے ارتباً احتیاط حفظ رہتا جاہتا ہوں۔ برخلاف
تمہارے کہ تم میری مندرجہ کے درپے ہو، کسی دقت کی وجہ سے مجھ کی محنت میں پہنچنا
سکتے ہو۔"

ہم سلوں نے جواب دیا۔ "ایسی یات نہیں ہے بادشاہ سلامت!"

بادشاہ نے لوچھا۔ "پھر کیا بات ہے؟ پھر کیسی یات ہے؟"

ہم سلوں نے جواب دیا۔ "حضور والا! اگر آپ میدانِ کارزار میں موجود
نہیں ہوں گے تو آپ کا دشمن آپ کی بہادری، آپ کے تدبیر اور آپ کی شہادت
پر مشتبہ کرنے گے لਾ۔"

بادشاہ نے اپنے خوشاملی امر کی طرف دیکھا۔ "ہم سلوں جو کچھ کہہ سکا ہے
کیا یہ درست ہے؟ کیا محمدؐ کو میدانِ کارزار میں موجود ہنماچا ہے؟"
بادشاہ کے امراء نے جب یہ محسوس کیا کہ بادشاہ فزار پر بغض ہے تو
اپنی خوشاملی رلتے ظاہر کر دی۔ "حضور والا! آپ محل میں ہی تشریف فرمائیں۔ ہم لوگ میدانِ کارزار میں دشمن کے دانت کھٹے کر دیتے کر لئے کافی
ہیں۔"

ہم سلوں نے اپنے دل میں "اَنَّ اللَّهُ اَكْبَرْ" پڑھی اور خاموش ہو گیا۔ بادشاہ
نے بوجھا۔ "تو کیا تم سب اسی پر منتفق ہو گئے ہو کہ میں اپنے محل میں تم لوگوں کی
فتح مندرجہ کی دعائیں کرتا رہوں ہے؟"

کئی امر لئے بیک زیان جواب دیا۔ "جی بادشاہ سلامت! ہم سب

آپ کو حل میں آلام اور دعائیں کرنے پر مجبور کردے ہے جس۔ آپ بے نکر ہو کر آلام کرمی ۔“

اسی دعوان دربار میں یہ نیز چانپ لئی کہ محمود خلیجی جنگ کی تیاریوں میں مشغول ہے۔ ایں بھی پتالیوں کا حکم دے دیتا چلتے ۔

لیکن یادشاہ کی اپنی کرفی چاہت نہ تھی۔ اس نے امراء کو رخصت کر دیا اور خود صلطے پر گر کر اپنی نوزج کی فتح مندرجی کی دعائیں مانگنے لگا۔

بہسلوں نے اپنے خیسے میں جاتے ہی فوج کو میدان جنگ میں آجائے کا حکم دے دیا۔ لیکن آج ہب دن نے یادشاہ کی ہمت صحت اور تدریم پر شک دشمن کی ہر رگادی تھی۔ اس نے قطب خان سے پوچھا۔ ”مجھا قطب خان! راجی کی حکومت کا پہنچانہ کہاں ہے؟“

قطب خان نے جواب دیا۔ ”میرے پاس ہے، کیوں؟“

بہسلوں نے کہا۔ ”نیز احتیاط سے رکھنا اور نہ میرا خیال ہے کہ شاید اس پر دوست کی صورت ہی تو پیش آتے۔“

قطب خان نے کھڑک پر پوچھا۔ ”کیوں؟ کیا علیمی کامیاب ہو جلتے گا اور محمد شاہ کی یادشاہت ختم ہونے والی ہے؟“

بہسلوں نے منہ بنا کر کہا۔ ”بات سمجھا کہ قطب خان!“ آہستہ سے کہا۔ ”دلہی کے تاج و تخت کسی اور کے منتظر ہیں، شاید میرے، اور میں بر سراقتدار آتے ہی محمد شاہ کے فرماں کو کا عدم قرار دے دوں گا۔“

مالو کے محمود خلیجی کو جب یہ معلوم ہوا کہ محمد شاہ میدان جنگ میں اپنی آڑ ہاتھ دخدا بھی اپنے خیصے سے باہر نہیں نکلا اور اپنی فوج کی قیادت ایسے سیٹوں کے پر کردی۔ دنوں فوجیں آئے سامنے کھڑی ہوئیں تو بیادوں افیض سواریا کے ہلے اور ان کے جوش و خروش کا سماع قابل دینی تھا۔ زرہ بکریوں اور خود (فراہیوں) میں غرقا سپا ہی لوہے کے پتلوں کی طرح صاف پر کھڑے تھے۔ ان کے اٹھے ہوتے نیزے ہتوں سے محروم یا اس اور گنگے کے کھیتوں کا منظر پیش کر رہے تھے۔ پچھے شالوں پر رکھی ہوئی ترکشیں عروط خوروں اور کوہ یہاڑیں نیزیں نظر آ رہی تھیں۔ طلوع ہوئے ہوتے سورج کی شعابیں چیخاتی عربان تلواروں سے نکل اکر نقادوں کو خیرہ کر رہی تھیں۔

طبل جنگ بجا اور دلوں نوجیں آگے بڑھیں اور آپس میں گتھ گئیں۔
ذخیروں کی چیزیں اور گھوٹوں کی ہبھتاہست مل کر دلوں میں خوف و ہر اس اور جوش و
خروش کے طے جلبے پیدا کر رہی تھیں۔ ہسلول نے اس جنگ میں مرکزی
کردار ادا کیا۔ وہ جس حصہ کو مکر زد دیکھتا تھا، پہنچ کر مکر زدی کا سبب جانشی کی
کوشش کرتا اور پھر اس کو دکھر دیتا۔ محمود خلیقی کے آدمی بار بار اس کے چیزیں
جلتے اور اس کو جنگ کی لمجھ پر لمحہ بدلتی ہوئی صورت حال سے باخبر کرتے۔ اس
کے ماہرین جنگ نے جب اس کو یہ بتایا کہ محمد شاہ اگر موجود ہوتا اور یہ جنگ
اس کی قیادت میں لڑائی جاتی تو اس کا نقشہ ہی کچھ اور ہوتا۔ انہوں نے محمود
خلیقی کو بتایا کہ دہلی کی افواح کا قائد ہے۔ ہسلول بودھی اپنے عہد کا زیر دست
ماہر جنگ اور سودا ہے اور اس کی موجودگی میں فتح حاصل کرنا آسان ہے۔

شام ۲۰ تھے ہوتے جنگ کے اسخام کا دلوں کو پتہ چل چکا تھا۔ محمود خلیقی^۱
ملوس ہو چکا تھا اور دہلی کی نوجیں حادی ۲ گئی تھیں۔ محمود خلیقی موسے دن
جنگ ہماری رکھنے کے حق میں نہیں تھا۔ اس تے پتے بیٹوں سے مشورہ
ba'z چھپا۔ "کیا کوئی؟" ایسی صورت ممکن ہے کہ ہم جنگ سے پرے جائیں اور صلح
ہو جاتے؟"

بروئے بیٹے غیاث الدین نے جواب دیا۔ "باداہان! اب اس وقت
اگر ہم محمد شاہ سے صلح کی بات کریں گے تو وہ نہیں مانے گا اور ہماری
بے عزیز ہو جاتے گی، اس لیتے ہماری یہ کوشش ہونا چاہیتے کہ جنگ کا
نقشہ ہی پدل دیں؟"

محمد خلیقی نے کہا۔ "جنگ کا نقشہ نہیں پسلے گا اور اگر پسلے گا تو اس صورت
میں کہ ہسلول بودھی کو افواح دہلی سے الگ کر دیا جاتے۔ اگر اس نہیں ہو سکتا
تو پھر افواح دہلی کو شکست بھی نہیں دی جاسکتی۔"

غیاث الدین نے مایوسی سے کہا۔ "تب پھر ہماری طرف سے صلح کا لامکھ
بڑھانا بھی اپنی بات نہیں۔ ہم بے عزت ہو جائیں گے، ذمیل و خوار ہو
جائیں گے۔"

محمود خلیقی نے جواب دیا۔ "اتنی بات تو ہیں بھی ہانتا ہوں۔ صلح کا
باتھے محمد شاہ کی طرف سے بڑھنا چاہیتے۔ لیکن یہ کس طرح بڑھے اس پہلو

پر عزوف کرنا ہے۔"

خلیجی رات بھر، بریشان رہا۔ رات کے پچھے بھر صبح آونسے ذما پہلے بھسلول لوڈھی نے علماء اور مذہبی لوگوں کی ایک چھوٹی سی جماعت کو محمود خلیجی کی طرف جاتے دیکھا تو انہیں روک لیا۔ ان لوگوں نے بتایا کہ "ہم لوگ محمود خلیجی کے پاس بادشاہ کا پیغام لے کر جا سے ہیں کہ وہ بھی مسلمان ہیں اور ہم بھی مسلمان ہیں۔ اس مذہبی رشتے کے پیش نظر محمود خلیجی عورتوں، پچھوں، بیالوں، ضعیفتوں اور معندرودن کا خاص خیال رکھتے گا، نصلوں اور مسجدوں کو برباد نہیں کرے گا۔"

بھسلول لوڈھی نے کہا۔ "اب ہم صحیح کی جنگ میں محمود خلیجی کو شکست دے دیں گے۔ پھر بادشاہ کو اس پیغام رسانی کی کیا ضرورت پیش آگئی؟"

دینداروں نے جواب دیا۔ "صرف اس لیے کہ خلیجی کے عقب کا حصہ اس کے قبضہ و اختیار ہیں ہے ہمیں اس حقیر کو تباہی اور بیبلوی سے بچانا ہے۔"

بھسلول نے سوچتے ہوتے کہا۔ "عجیب بات ہے۔ محمود خلیجی مسلمان ہے کیا وہ یہ باشیں نہیں جانتا جنہیں تم لوگ بتلنے جا رہے ہو۔ پس پہنچ پڑتا دیہے سعادت کیا ہے؟"

علماء تے سوچتے ہوتے کہا۔ "ہم جو کچھ بتاتے جا رہے ہیں، یہ حملہ درجن ہے۔ بادشاہ نے ہم دینداروں کو اس غرض سے بھیجا ہے کہ ہم درجن روز اور لکات دوسروں کے مقابلے میں زیادہ بہتر طور پر خلیجی کے ذہن لٹھیں کر دیں گے۔"

بھسلول نے اس وفد کو چلا جاتے دیا، روکا نہیں، لیکن دینداروں کے جواب نے اس کو مطہن نہیں کیا تھا۔

دینداروں کی یہ جماعت محمود خلیجی کے ختمی تک پہنچ گئی عیاث الدین نے باہر نکل کر ان کی آمد کی غرض و فایت معلوم کی۔ ایک مولوی نے جواب دیا۔ "اپنے باب سے کہہ دد ہم اپنے بادشاہ کی طرف سے پیغام صلح نے کر آتے ہیں؟"

غیاث الدین کو اپنے کاون پر یقین نہیں آیا۔ حیرت سے بلوچھا۔
”پیغام صلح ہے“

مولوی نے جواب دیا۔ ”ہاں پیغام صلح۔ اس میں جو شکنے یا حیرت نہ ہوئے
کی کوئی بات نہیں۔ امیں اپنے باپ سے ملوا دد“

غیاث شلپتے باپ کے پاس گیا۔ اندر کا نوری شمعیں روشن تھیں اور محمد
علی فیزیر کی سماز کے لئے اٹھ چکا تھا۔ جب غیاث الدین نے اپنے باپ کو یہ بتایا
کہ دینداروں کا ایک وفد محمد شاہ کی طرف سے پیغام صلح لے کر آیا ہے تو وہ سی
قد میریشان ہو گیا۔ اس نے سوچا کہیں اس میں کوئی چال نہ ہو۔ بیٹے سے کہا۔
”محمد شاہ کے اکمیوں کو یہ مرے پاس بیجھ دو، اور تم خود اپنے شکر کے چاروں
طرف ہو جو در طلایہ گردوں کو چوکنا کر سوتا کہ ہائل اور ہی ہمارے کسی بازپر
دھوکے سے حملہ آور نہ ہو جاتے۔“

غیاث الدین دینداروں کے وفد کو اپنے باپ کے خواہ کر کے اپنے لٹکر
ہیں چلا گیا۔ محمود خلیجی نے انہیں لاپرداہی سے بخھادیا اور متکبر انداز میں بلوچھا۔
”کیا ہے؟ تم لوگ یہ سے پاس کیجھ آتے ہو؟“
ایک مولوی جو وفد کا سربراہ تھا بولا۔ ”جناب والا! خداوند تعالیٰ لپنے
کلام میں فرماتا ہے کہ زمین پر فساد نہ پھیلاؤ اور ایک مسلمان پرہ دسرے مسلمان
کا خون حرام ہے۔“

محمود خلیجی نے ترشی سے کہا۔ ”فیزیر کی نمائندگاہ کا وقت تحریب ہے مطلب کی
بات کی جاتے؟“

مولوی نے کہا۔ ”ہمارے بادشاہ کو آپ سے جنگ کرنے میں عار ہے۔“
نہیں چاہتے کہ مسلمان مسلمان کا خون ہجاتے۔ وہ چاہتے ہیں کہ جنگ کے بجا تے
صلح کا ماستہ اختیار کیا جاتے؟“

خلیجی نے بلوچھا۔ ”تمہارا بادشاہ کن مژانت پر صلح کرنا چاہتا ہے؟“
مولوی نے جواب دیا۔ ”ہمارے بادشاہ کی خواہش ہے کہ جانشین کا جو تعصیان
ہو چکا ہے اسے ہر قریب خود ہی برداشت کرے تھا۔ آپ سے کوئی مطالی کریں
اور نہ آپ ہم سے کچھ چاہیں!“

خلیجی نے کہا۔ ”تمہارا بادشاہ ہیں بہت ہوشیار اور دانا معلوم ہوتا

ہے۔ اس نے قرآن اور اسلام کے حوالے سے صلح کی درخواست کی ہے اور اپنے طک کے دینداروں کو اپنا خاتمہ بنایا ہے اس کی بات تو ماننی ہی پڑھے گی۔ مولوی تھے خوشی کا اقہار کیا۔ ”میں اپنی کامیابی پر خوشی ہو گی اور آپ کی فرت افرانی کے شکر گزار ہیں۔“

خلبی نے پوچھا۔ ”کیا تمہارے پادشاہ نے صلح نامے کی کوئی بات قاعدہ تجویز تحریری شکل میں اپنے دستخطوں سے بھی ہے؟“
مولوی نے جواب دیا۔ ”ہاں وہ بھی ام لے کر آتے ہیں۔ اس کے بعد پادشاہ کا صلح نامہ خلبی کے سامنے رکھ دیا۔
خلبی نے صلح نامہ کو مرمری نظر سے دیکھ کر اپنی جیب میں رکھ لیا اور کہا۔
”چلو ہم سب قبر کی نمانی پڑھ دیں۔“

غیر کی اذان سے فضا گو بختے ہی۔ اذان کے بعد خلبی اور پادشاہ کے دیندار وقار نے مالوے کے شہزادوں کے ساتھ ساز غیر ادا کی اور خلبی نے پادشاہ کے صلح نامے کو شرفی قبولیت بختا۔ اس نے پادشاہ کا صلح نامہ پیش پاس رکھ لیا اور اپنی منظوری کی تحریر پادشاہ کو روائانہ کر دی۔ اس نے دینداروں سے کہہ دیا کہ ”وہ اپس جا کر اپنے پادشاہ سے کہہ دینا کہ یہ نہیں اس کی خواہش پر ہے اور صلح قبیل کی ہے۔ میں اپنی نوٹ کے ساتھ مالوے والوے والیں جا رہا ہوں۔ وہ خود بھی اپنی اتریخ کے نام مراجعت کا حکم صادر کر دے۔ اگر اس میں مکروہ فرب اور دخادر جمل سے کام یا کیا تو صلح نامہ خود بخوبی تاریخ ہو جاتے گا اور میں اس کے بعد جس جنگ کا آغاز کروں گا وہ استقامی ہو گی۔“

لیکن جب دیندار چلنے لگے تو خلبی نے انہیں روک کر بہایت کی۔ ”اے پادشاہ کے دیندارو! ہا اپنی میں بہ سلول کو اس صلح نامے سے مطلع کرتے جانا تاکہ وہ خون خریب سے باز رہے!“

دینداروں نے وہ کیا اور مہاں سے سیدھے ہر سلول بوجھی کے پاس سنبھلے اور اس کو اس خفیہ نامے سے مطلع کر دیا۔ ۲۔ سلول جنگ کی تیاری اور صفت آرائی کر چکا تھا۔ اس کام کے غصتے کے برحال ہو گیا۔ زور ترور سے پادتوں پختنے رکا، بولا۔ ”یہ پادشاہ نے کیا کیا ہے میں۔۔۔ تو کل ہی جنگ جیت چکا تھا۔ آخر صلح کیوں کرنی پادشاہ نہیں؟“

دینداروں کے سربراہ نے جواب دیا۔ جناب، میں اس سے زیادہ کچھ بھی معلوم نہیں کہ بادشاہ نے اورے کے حکمران سے صلح کرنے ہے اور اس مسلح نلے کی رو سے ہم جنگ نہیں کر سکتے؟

بہسلول نے عفظ میں کہا۔ یہ سب بادشاہ نے اپنی مرضی سے کر لالا، انہوں کہ اس نے ہماری پشت میں چھرا اتار دیا۔ میں اس مسلح نامہ کو نہیں مانتا۔ میں خلیجی سے جنگ جاری رکھوں گا!

ایک دیندار نے حوالہ دیا۔ «اگر تم ایسا کردے گے تو تم ہی اس کے ذمہ دار ہو گے اور شاہی اخراج تم سے کنارہ کشی اختیار کر لیں گی!»

بہسلول نے اپنی جگہ قطب خان کو کھڑکا کر دیا، بولا۔ «قطب خان! تم یہ قائم مقامی کر دے۔ میں بادشاہ کے پاس جا رہا ہوں اور اس سے مسلح نامہ کو منسوخ کراؤں گا۔ میں اس کو نہیں مانتا۔ میں جنگ کروں گا!»

بہسلول اسی وقت بادشاہ کے پاس چلا گیا۔ بادشاہ نے شرف باریاں بخشد دینداروں کا وقار بادشاہ کو اپنی ردداد سنائے۔ اس نے اسی وقت اپنی اور بہسلول کی گفتگو بادشاہ کے گوش گزار کی تھی۔ بادشاہ نے بہسلول کی بات چیز کو ناپسند کیا تھا، لیکن بہسلول کو دیکھتے ہی ترمیم پڑ گیا اور اس کو نوش اخلاقی سے اپنے پاس بھٹایا۔

بہسلول کے ماتھے پر شکنیں پڑتی ہوئی تھیں۔ اس نے تلنی سے سوال کیا۔ «حضور والا! یہ آپ نے کیا کیا؟»

بادشاہ نے بہسلول پر لے ہوئے جواب دیا۔ «بہسلول! میں جنگ کو ناپسند کرتا ہوں۔ میں نے سوچا، اگر جنگ کا پانہ پیٹ گیا تو کیا ہو گا؟ میں جنگ کے ناپسندیدہ نتائج سے دل برداشتہ ہوں گا تھا!»

بہسلول نے سختی سے کہا۔ «اگر آپ کو صلح ہی کرنا تھی تو کم از کم مشورہ تو کرنا تھا۔ آپ موجود ہوئے تو خلیجی نے اس مسلح نامے سے احادیثے بارے میں کیا رائے قائم کی ہوگی؟ حضور والا! ہم یہ جنگ جیت پکے تھے۔ آپ نے اس کو ہماری شکست میں پر دل دیا۔»

بادشاہ نے بڑے بڑے حوار دیا۔ «بہسلول! میں نے اپنے بیے جو مناسب سمجھا کیا۔ میں بادشاہ ہوں اور کیا بادشاہ بھی اتنا بھجوں جو تھے کہ وہ اپنی مرضی اور

خواہش سے کوئی کام نہ کرے۔"

بہسلول نے کہا۔ "حضور والا آپ بادشاہ ہیں۔ میں نے یہ کہ کہا کہ آپ صاحب اختیار نہیں۔ اس لئے پر آپ کی حکومت ہے اور آپ ہی کافی۔ نافذ العمل ہو سکتا ہے لیکن اگر آپ مشورہ کریں تو کیا ہر جھا۔" بادشاہ نے سختی سے کہا۔ "بہسلول! احمد سے تم بڑھو۔ اگر محمود خلیجی دہلوی میں داخل ہو جاتا تو ہے۔"

بہسلول نے جواب دیا۔ "جہاں پناہ ایسا نامکن تھا۔ اس صلح نامے کے باوجود مدد میں والوں کے حکمران کا پیچھا کروں گا۔ اور یہ ثابت کر دوں گا خلیجی جنگ ہار چکا تھا اور راہ فراہ اختیار کرنے کے علاوہ اور کوئی ناستہ نہ تھا۔" بادشاہ پریشان ہو گیا، اسکے کر ٹھلنے لگا بولا۔ "بہسلول! کہیں ایسا نہ ہو کہ محمد خلیجی پیٹھ پڑے اور حالات ہمارے قابو سے باہر ہو جائیں۔" بہسلول نے جواب دیا۔ "ایسا نہیں ہو لا جہاں پناہ! میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔"

بادشاہ نے کہا۔ "پھر بھی میں تمہیں پیچھا کرنے کی اجازت نہیں ددلے گا۔"

بہسلول نے اٹل اپنے میں کہا۔ "جہاں پناہ! اگر میں نے خلیجی کا تعاقب نہ کیا تو یاد رکھیں وہ تیاری کر کے ایک بار پھر حل آور جو گا۔" بادشاہ نے کہا۔ "تم جو چاہو کرو لیکن ایک بات ذہن نشین رہے اگر خلیجی داپس آیا تو یہی مدد حاصل نہیں ہوگی۔"

بہسلول بادشاہ کے پاس سے چلا آیا اور اپنے لشکر میں پہنچا اس نے خلیجی کے لشکر کو جاتے دیکھا۔ کچھ لشکر سامان سمیٹنے میں مشغول تھا۔ لیکن خلیجی روانہ ہو چکا تھا۔ بہسلول نے بقیہ اندرون پر حملہ کر کے ان کا سارا سامان چھینا یا اور قیچیں السیف کو سکتا چھوڑ کر محمود خلیجی کے تعاقب میں روانہ ہو گیا۔ خلیجی نے اپنے پیچے دوست آئی بودبھی نزگ ہبھا اگیا اور فوج کو منہادت تیزی سے والوں کی طرف بھگلنے لگا۔ خلیجی کے مرداروں نے کہی جگہ بہسلول کو رونکنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہے۔ آخر کار جب وہ نقطہ سے او جعل ہو گئے تو بہسلول داپس آگیا۔ اس نے خلیجی کا لوٹا ہوا سامان ساخت لیا اور بادشاہ کی خدمت میں پہنچ گیا۔

پادشاہ نے مالی عنیت دیکھا تو ہمت تھوڑی ہوا۔ اس نے ہمسلول کو اپنے پاس بلایا اور کہا۔ ”قریب من! میں تمہاری اصابت رائے کا قاتل ہو گیا۔ تم نے محمود شاہ کا بیچھا اسکے جو کائنات میں انجام دیا ہے اس کی جتنی تعریف کی جاتے کم ہے۔ اتنے سے تم خانخانان ہو، ہمسلول خانخانان۔ لاہور، دہلی پور اور ساماند کی حکومتیں تمہارے نام منتقل کی جا رہی ہیں۔ لاہور کے حاکم جست ٹھکریم کو قید کر کے میرے پاس بیجع دو!“

ہمسلول اتنا خوش بخاک مارے خوشی کے اس کے منہ سے بولا تک نہیں جاہما تھا۔ اس نے قطب خان کو راپری کی حکومت دے دی۔ قطب خان لپتی تریسوں اور علائقے کا طرف روانہ ہو گیا۔ وہ اس جنم سے طاقت کرتا چاہتا تھا مگر سترم کی وجہ سے ہنسی مل سکا۔

*.

*.

*.

ہمسلول سرہند گیا ہوا تھا۔ وہ لاہور جانے کی تیاریوں میں مشغول تھا۔ ایک دن علی الصھابہ دہلی سے ایک شخص ہمسلول کو تلاش کرتا ہوا آیا اور ہمہ ملکے ملاقات کی۔ ہمسلول نے پوچھا۔

”تو مجھ سے ملنے کیوں آیا تھا؟“

آنے والے نے افسردگی سے بتایا۔ ”خان خانان! محمد شاہ کا انتقال ہو گیا۔ اب مر جنم پادشاہ کا بیٹا علاء الدین تخت نشین ہوتے والا ہے اس کی رسم تاتا پڑھی میں افہار و فاداری کے لیے جمل امرت سلطنت اور حاکمان صوبہ و پر گنہ جات دہلی، پنجاب رہے ہیں۔ وہاں آپ کی موجودگی بھی ضروری ہے۔“

ہمسلول نے فخر سے جواب دیا۔ اپنے پادشاہ سے جاگر کر دے کہ ہمسلول تیرا دفادری نہیں رہا، پھر میں حاضری کیوں دوں۔ اگر تو علاء الدین سے کہہ کے تو یہ بھی کہہ دے کہ دہلی کے تاثر و تخت تیرے کمزد جسم کے شایان شان نہیں ہیں، انہیں ایک طاقتور اور داشت مند شخص کی ضرورت ہے۔ میں اس شخص کا انتظار کر رہا ہوں، جب وہ ظاہر ہو گا تو میں افہار و فاداری کے لیے حاضر ہو جاؤں گا۔ اور اگر وہ تھودار نہ ہو تو افہار و فاداری کی رسم ادا کرنے کے لیے دوسرا دن گوپتے سامنے آئے کا حکم دوں۔“ یو جم صریحت سمجھ سے زیادہ لائق

اور تخت دناتاں کے قابل کوئی اور شخص بے ہی نہیں؟

شاہی ہر کارہ سر ہند سے دہلی واپس چلا گیا۔ اس کے جانتے ہی بھسلوں نے ایک اپنا آدمی قطب خان کے پاس بعثت کر دیا۔ اس نے عبالت میں قطب خان کو لکھا تھا کہ وہ فوراً دہلی چلا جائے اور نئے بادشاہ کی وفاداری کا کام بھرنے لے گے۔ اس سلسلے میں اگر بھری مخالفت بھی کرنا پڑے تو نہایت مشعشع سے کمر سکتا ہے جب بادشاہ اس سے محبت کرنے لگے تو وہ پردہ بھر لور کو شتش کر کے حمید خان کو اپنی ماہ سے ٹادا دیا جاتے۔ حمید خان کو یعنی راہ سے گس طرح ہٹایا جاتے ہے تکمیر قطب خان کو خود سوچتا ہے۔

بالکل آٹھی سطروں میں ذاتی بانیں تکھی نہیں۔ اور قطب خان اور بھری ارتقان سے شادی نہ کرنا جب تک میں نہ کروں، یہ کام نہیں ہوتا چاہیتے ایکوں یہ میں بعد میں بتاؤں گا۔

اس کام سے فارغ ہوتے ہی بھسلوں نے پنجاب کا رجسٹر اور لڑکے بھر ٹے بیغر ہی لا ہو دے کھمراں بھرست کھکھر کو اپنا میٹن و فرمابردار بنا لیا۔ حضرت کھکھر بادشاہ کی وفاداری سے منحر ہو چکا تھا۔ اب بھسلوں بودھی پنچ منصوبیں اور خاکوں میں اپنی مرضی کے منگ بھرتا چاہتا تھا۔

قطب خان کو بھسلوں کا خط مل گیا۔ وہ اپنے علاقے دا پری سے دہلی آیا ہوا تھا اور نئے بادشاہ کے وفاداروں میں داخل ہو چکا تھا۔ بادشاہ بھسلوں کے پیغام سے پریشان بھی ہوا اور خوفزدہ بھی۔ اس نے تخلیہ میں بھسلوں کے بھائی قطب خان سے شکایت کی۔ قطب خان نے جواب دیا۔ "حضرت والو! میرا بھائی تھات دہلی کا وفادار ہے۔ اس نے اس قسم کی یا تین کیوں کیں؟ یا اس میری سمجھو بھائی نہیں آئی۔ میں معلوم کرنے کی کوشش کروں گا۔"

بادشاہ نے عائزی سے کہا۔ "بھسلوں تیرا بھائی ہے، طائفور بھائی۔ میں اس کی وفاداریوں کا طالب ہوں۔ اس کو کسی طرف سے سمجھا بھجا کمر بھر سے سامنے لے آئیں اس کو سنالوں گا۔"

قطب خان نے جواب دیا۔ "جہاں پناہ! میں کسی طرح بھسلوں سے رابطہ قائم کر کے اس کی رنجش کا سبب جانتے کی کوشش کرتا ہوں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ بادشاہ کا حلقة اطاعت اپنی گمن سے

نکال نہیں سکتا۔"

بادشاہ نے کہا۔ "قطب خان! میں بدلیوں جلتے والا ہوں کیونکہ بدلیوں
بھی دہلی سے زیادہ پسند ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ میں بدلیوں کو ہندستان کا دلخواہ
بنادول۔ میں چاہتا ہوں بدلیوں جلتے سے پہلے ہی میں تیرے سماں ہے ہسلوں کی
وفاداریاں حاصل کر لوں۔"

قطب خان بادشاہ کے پاس سے اٹھ کر احمد کے پاس چانا چاہتا تھا۔ وہ
یہ بھی چاہتا تھا کہ ہسلوں کی منظوری کے بغیر ہی احمد سے شادی کر لے کیونکہ
اس کو ہسلوں پر اعتبار نہیں رہا تھا۔ اور یہ خلاش اس کو یورپیشان کرنی رہتی تھی
کہ ہسلوں بھی احمد کو پسند کرتے ہے اور شاید اسی لیے قطب خان کو احمد کے
پاس جاتے یا شادی سے منع کر دیا ہے۔

وزیر حیدر خان ہوا کا رخ دیکھ رہا تھا۔ وہ بادشاہ سے مطہن نہیں نکلا اور
ابتدی وزارت کو خطیرے میں محسوس کر رہا تھا۔ اس کو وزارت کام منصب ہسلوں
نے دلوایا تھا، اور اب ہسلوں ہی دہلی دربار سے کم گیا تھا۔ اس لئے حیدر خان
کی وفاداریاں بھی مشتبہ فرار پا گئی تھیں۔ اس نے قطب خان کو اپنی خوبی میں لے
جا کر سمجھا۔ "قطب خان! تیرے بھائی ہسلوں کی وجہ سے ہم سب بے اعتبار
سے قرار پا گئے ہیں اور تو خدا کے نقتل سے نہ بادشاہ کے مغل بیرون میں شامل ہو
گیا ہے۔ میں تیرے بھائی کا ہمیشہ رہن منت رہا ہوں اور تو اپنے کاری کے
زمانے میں کچھ عرصہ ہرام ہان رہا ہے۔ ان خدمات اور احسانات کی روشنی میں تجھے ہیرا
ایک کام انجام دینا ہے۔"

قطب خان نے ناگواری سے کہا۔ "اس طول طویل تمہید کی کیا ضرورت، اپنا
کام بتائیتے؟"

حیدر خان نے جواب دیا۔ "بادشاہ کامزاح ہیری طرف سے برہم پے اعدہ
دار الخلاف کو بدلیوں لے جانا چاہتا ہے۔ میں نے اس کے اس خیال کی حنالفت کی
ہے۔ ان حالات میں یہست ممکن ہے کہ بادشاہ ہیرے خلاف سازش کرے اور ہیرے
عنالٹ بادشاہ کے کان پھرے گیں۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ اگر ایسی کوفی بات جو
ہیرے خلاف ہو اور تیرے علم میں آ جلتے تو تو اسے یہرے علم میں ضرور لاتے گا۔"
قطب خان نے جواب دیا۔ "ضرور فزور، میں آپ کے خلاف تو کبھی جاہی

نہیں سکتا۔ آپ بے فکر مہیں۔"

جمبیر خان کو مطمئن کر کے قطب خان ارجمند کے گھر چلا گیا۔ وہ سب قطب خان اور ہمسلوں کے اچانک غائب ہو جانے سے بہت پریشان تھے۔ قطب خان کو اچانک آیا احوال یکھ کر ہمہت خوش ہوتے۔ ارجمند کا باپ ہادی مسکرا آتا ہوا قطب خان کے گلے لگ گیا، بولا۔ "قطب خان! تم کہاں تھے؟ ہم تو تمہارا انتظام کرتے رہ گئے۔"

قطب خان نے جواب دیا۔ "میں کچھ عرصہ کے لیے اپنے علاقے رایبری چلا گیا تھا۔ بھائی ہمسلوں نے بخوبی سے یا قبضت تک نظر دستیں سنبھال رکھا ہے۔ ادھر بادشاہ سے کپڑا بن ہو گئی ہے۔ بادشاہ مجھ کو درمیان میں ڈال کر آپس کی ان بن در در کرنا چاہتا ہے۔ انہی مصروفینات نے مجھے پریشان کر رکھا ہے، درست میں ایک لمبے کے لئے بھی آپ لوگوں کو بھلا نہیں سکا۔"

ہادی نے اپنے دل کی بات چھپاتے رکھی، بولا۔ "میں تو ہمہت پریشان ہو گیا تھا۔ ارجمند بھی اپنے حمسزوں کے انتظار میں گم صم رہتے تھے۔ اس کے بعد ارجمند کو آواز دی۔ "ارجمند بھی! ادھر تو آ، دیکھو تمہرے سے کون ملنے آ گیا ہے؟"

ارجمند سر پر دو پتھ ڈال کر بھاگتی ہوئی آئی اور قطب خان کو بھی ٹھاکر کر مکرانے لگی۔ الیانگ رہا تھا گویا قطب خان کو دیکھ کر وہ خوشی نہیں ہوئی تھی جس خذی بے اور خوشی سے وہ باپ کے پاس ہے۔ اسی تھی۔ قطب خان نے ارجمند کو دیکھا تو سر تا پا کیف و سرورہ میں ڈھب گیا۔ انتہائی تکلف سے پرچھا۔ "ارجمند! اچھی تو ہو؟"

ارجمند نے جواب دیا۔ "اچھی ہوں، آپ تھا آتے ہیں؟" "قطب خان کے دل پر چوٹ سی لگی۔ وہ سمجھ گیا کہ ارجمند ہمسلوں کی بابت معلوم کر رہی ہے، بولا۔ "یاں میں تھا آیا ہوں اور دہلی کے حالات کچھ ایسے زین کے مثاید بھائی! جسار اب دہلی نہ آ سکیں؟"

ارجمند نے بڑے کرب سے پوچھا۔ "وہ کیوں بخیر مت تو ہے؟" "قطب خان نے جواب دیا۔ "ساری یا بیشترے باپ کو بتا دی ہیں ان سے معلوم کر لینا۔"

اس کے بعد ان لوگوں میں دوسرتک اوہ راڈھر کی باتیں ہوتی تھیں۔ ان کی پاتوں میں ایک پدر احمدنہ کی پاگل ماں نے اچانک منودار ہو گئی بڑی بہمنی پیدا کر دی لیکن ہادی نے اس کو ایک کمرے میں بندر گھر کے ماحول کے تلند کو معدہ کرنے کی کوشش کی۔ مہمدی کہیں گیا ہوا تھا جب وہ بھی آگیا تو ماحول میں پیدا ہو جلتے والی بہمنی کسی حد تک دودھ ہو گئی۔ قطب خان کے یہے مزے مزے کے کھانے پکولتے گئے اور ہادی نے اصرار کیا کہ ایک بات اس کے ساتھ گناہ کے قطب خان نے معمولی سی حیل دھیت کے بعد ہادی کی بات مان لی اور اس دن ہادی کام مان بتا رہا۔ اس دن قطب خان سے احمدنہ کا کمی پار سامنا ہوا۔ دو لوگوں ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکراتے بھی مگر قطب خان کی سکلاہست میں جو بات تھی، وہ احمدنہ کی ہنسی میں ہنپیں تھی۔

ملات کو ہادی اور قطب خان ایک ہی کمرے میں سوئے۔ دو لوگوں یہ لیٹے دریتک باتیں کرتے رہے۔ کمرے میں بخ شاذ مومی شمع جل رہی تھی۔ اکاؤنٹا کے پلکے پلکے جھونٹکے شمع کی لوگوں ایک جعلماڑا رہے تھے۔ ہادی باتیں کرتے کرتے اٹھ کر بیٹھ گیا اور صحن میں جا کر آسمان کی طرف کچھ دیکھتا رہا۔ پھر دو لوگوں ہاتھ پشت پر باندھ کر کچھ دیر ٹھیک ملتا رہا۔ وہ کسی کرب میں مبتلا نہ تھا۔ وہ اندر ہی اندر گھٹ رہا تھا۔ کڑھ رہا تھا، کچھ کھنے کے لیے، کوئی بات کرنے کے لیے۔

کچھ دیر صحن میں چل کر دہ دیوار لپٹے کرے میں چلا گیا، اور بستر پر بیٹھ کر کچھ سوچنے لگا۔ قطب خان اس کی بے چینی کو محسوس کر رہا تھا۔ آخر خود بھی انٹھ کر بیٹھ گیا، پوچھا۔ "کیا بات ہے آپ کچھ پریشان نظر آ رہے ہیں؟"

ہادی نے کہا۔ "ہاں قطب خان ایں پر لیٹاں ہوں۔ میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

قطب خان تھے براہ دیبا۔ "پھر کیجئے، کرتے کیوں نہیں؟" ہادی نے انٹھ کر اپنے پلنگ کے پاس ایک موڑھا، پچا دیا، بولا۔ "قطب خان تم اس پر بیٹھ جا دیا۔" میرے قریب اور میری باتیں غورتے سنو۔" قطب خان ہادی کے پاس مونٹھے پر بیٹھ گیا۔ اس کا دل دھک دھک کر رہا تھا کہ ہادی معلوم نہیں کسی قسم کی باتیں کرنے والا ہے۔

ہادی نے قطب خان پر اچھتی نظر گالی اور اس کے ہونٹ تھر تھر اس
ہو گئے۔ اسی وقت ہوا کا ایک تیز جہونکا بخ شاخہ موم بیرون کو پکپا
کر گزد گیا۔

ہادی نے کہا۔ "قطب خان! تم نے موم بیرون کو لرزتے کپکاتے دیکھا۔
بالکل اسی طرح ہمراہ لرزتا کپکاتا ہتھا ہے۔"
قطب خان نے پوچھا۔ "وہ کیوں؟"
ہادی نے کہا۔ "قطب خان! تم مجھ سے یہ کیوں نہیں بلوچتے کہ میں تم سے
کس قسم کی باتیں کرنا چاہتا ہوں؟"

قطب خان نے کہا۔ "میں نے ابھی ابھی بلوچھا تو تھا۔"

ہادی پھر چپ ہو گیا۔ چند لمحوں بعد کہا۔ "قطب خان! آج میں اپنی ارجمند
کے سلطے میں سنت رسول پر عمل کروں گا۔ میں طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
رشتے کی بات منوائی تھی۔ اسی طرح آج میں اپنی بیوی کی بات تم سے کر سیا ہوں ایسی
تم سے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ تم نے ارجمند کی بابت کیا فیصلہ کیا؟"
قطب خان کا سر چکر لایا، لولا۔ "ارجمند کے بارے میں کوئی فیصلہ آپ ہی کر
سکتے ہیں، میں کیا فیصلہ کروں گا!"

ہادی نے جواب دیا۔ "کیا تمہارے خاندان میں کوئی بڑا نہیں ہے جو تمہاری
طرف سے مجھ سے بات کرے؟"

قطب خان نے کہا۔ "یہ بات بھائی ہے مسلول کر سکتے ہتھے مگر۔"

ہادی نے بے چین ہو کر سوال کیا۔ "مگر، مگر کیا؟"
قطب خان نے سر جھکایا۔ "مگر یہ کام جمند کے مسلطے میں وہ یہی طرف
سے کوئی بات نہیں کھریں گے؛"
ہادی نے کہا۔ "یہ بات میں خود بھی سمجھتا ہوں اچلو، اگر کوئی نہیں ملتا تو
شدیدی۔ اپنی بات تم خود بھی کر سکتے ہو۔"

قطب خان نے کہا۔ "یہ بات میں چند روز بعد کروں گا۔ بھائی ہے مسلول کا
اثر دافتہ رہت بلاطہ چکا ہے۔ کل کیا صورت ہوگی کسی کو نہیں معلوم، اگر ہے مسلول
اپنے منصوبوں میں کامیاب ہو گی تو اس کا یہ مطلب ہو گا کہ آئیں اس کی مخالفت ہیں
پڑھ سے گی۔ میں ہے مسلول کو اچھا نہیں سمجھتا لیکن اس کی طاقت اور اثر دافتہ کی

درجہ سے اس کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔"

پادی نے پوچھا۔ "پھر میں کیا کر دن قطب خان؟ کیا میں احمد کے لئے
کسی اور گروتلاش کروں؟"

قطب خان نے جواب دیا۔ "مہربن۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ میں وعدہ کرتا
ہوں کہ احمد کا درآپ کر میں کبھی بھی کوئی دھوکا نہیں دوں گا۔"
پادی نے کہا۔ "تب پھر میں یہ یقین رکھوں کہ احمد کا مستحلب ہو گیا اور
میں تمہارے علاوہ کسی اور کی طرف نہ دیکھوں۔"

قطب خان نے انساری سے جواب دیا۔ "اگر آپ ایسا کریں گے تو مجھ پر
احسان کریں گے اور میں زندگی بھر آپ کا شکر گزار اور احسان مندرجہ ہوں گا۔"
پادی نے اس وقت مصلحت پھاک کے کتنی رکعت نماز شکرانہ ادا کی۔ قطب
خان بھی بے حد خوش بتفا۔ جب پادی نماز پڑھ چکا تو قطب خان نے کہا۔ "آپ آپ
بھی مجھ سے ایک وعدہ کریں۔"

پادی نے جواب دیا۔ "اب میں تیری حمایت اور سائیہ میں کوئی بھی وعدہ
کر سکتا ہوں۔"

قطب خان نے کہا۔ "میں چاہتا ہوں کہ ہم لوں بھی احمد کو ہمت پسند
کرتا ہے۔ اگر میں یہ کہوں کہ وہ احمد سے شادی کرنا چاہتے گا تو شاید غلط نہ ہو۔"
پادی نے اس کی بات کاٹ دی۔ "یکن قطب خان میں پہنچنے کی شادی
ہے سادل سے کس طرح کر سکتا ہوں، اس کی دعویٰ بیوان تو پہنچے اسی منحود ہیں۔ اس سے تو
یہ بہتر ہے کہ میں احمد کا گلا اپنے ہاتھ سے گھوٹ دوں۔"

قطب خان نے اٹھ کر پادی کے ہاتھ پکڑ لیے اور انہیں بوسہ دیتے ہوئے کہا
"میں جناب اپنی اس بات پر آپ ایسے قائم مہیئے گا۔"
پادی نے جواب دیا۔ "پاکل۔ یہ ایک مرد کا قول ہے۔"

قطب خان نے کہا۔ "دیسے میں بھی ایک تیرہ دست چال چلتے والے ہوں۔ اگر
میں اس میں کا میاں ہو گیا تو ایک نیا اس مقام حاصل کر لوں گا اور اس وقت میں بھائی
ہم سلوں یا اسکی اور کی کوئی پیر وادہ نہ کروں گا۔"

اس رات وہ دلوں اتنے ٹھیٹن ہوتے اور سونے کے بعد نینہ سنے ایسا ظلم
کیا کہ جس سے نبیر کی نماز بھی قضا ہو گئی۔ دلوں اس وقت بیدار ہوتے جب کہ دیوار

کی دھر پہنچے اتے جگی تھی۔ بادی خل کرنے چلا گیا۔ جلدی کہیں چاچکا تھا قطب خان
بادی کے خل خلنے سے نکلنے کا انتظار کر رہا تھا۔ اس عالم میں پاک جمیلیاں اور جنہوں نے
قطب خان کے پاس آئی اور جلدی جلدی قطب خان سے کہا۔ ”قطب خان! میں نے
رات کی باتیں سن لی ہیں۔ میں صرف اتنا کہوں گا کہ جیرے باسے میں جو کام تیرے کھانی
بہسلوں کی مرضی کے خلاف ہو گا وہ میرے بھی خلاف ہو گا۔ میرے باپ با تمہیں میری
مرضی کو بھی ذہن نشین رکھنا ہو گا۔ میری تائید بھی حاصل کرنا ہو گی یا“
قطب خان کا سارا سکون ساری طاقتیت ایک یا اس پر برباد ہو گئی اور وہ صر
پکڑ کر بیٹھ گیا۔

*.

*

*

بادشاہ بدالیوں جانے کے لیے پہنچا۔ حیدر خان مخالفت کر رہا تھا۔ مگر
بادشاہ نے اس کی ایک بھی زمانی اور بدالیوں جانے کی تیاریاں عمل کر لیں۔ بادشاہ کو
پہنچنے جن امریکی تائید اور حلیمت کی فزرویت تھی ان میں قطب خان سر فہرست تھا۔
بادشاہ نے قطب خان سے حیدر خان کی شکایت کی، کہا۔ ”قطب خان! کیا تو نے پہنچ
بھانی بہسلوں سے رابطہ قائم کیا ہے؟ میں اس کی وفاداریاں حاصل کیے۔ بغیر کچھ
بھی نہیں۔“

قطب خان نے موقع غنیمت دیکھا تو بہسلوں والاداؤ نگاریا، بولا الحضور
والا۔ میں نے بہسلوں سے رابطہ قائم کیا تھا۔ اس نے اپنی وفاداریوں کے عرض
حضرور والائے جو کچھ چاہا ہے میں اس کو اپنی زبان سے ادا کرتے گھبرا تا جوں اس کا
یہ فاموشی اختیار کرنی پڑی۔“
بادشاہ نے بناوٹی فصے سے کہا۔ ”قطب خان! تو نے مجھ پر بڑا ظلم کیا، بتا
بہسلوں مجھ سے کیا چاہتا ہے۔ میں اس کو ہر دشمن سے سکتا ہوں جو میرے قبضہ
اختیار میں ہو گی۔“

قطب خان نے لپٹ آس یا من دیکھتے ہوتے مرگوں شی میں عرض کیا۔ ”حضرور والا
جان کی امان پاؤں تو عرض کروں!“
بادشاہ نے جواب دیا۔ ”جان کی امان دتی، جو کچھ کہنا ہے بے خوف خطر
کہہ دستے۔“

قطب خان نے عرض کیا۔ "حضرت والا میر بھائی" ہم سلوں حمید خان سے لفڑت کرتا ہے اس نے کہل دیا ہے کہ اگر بادشاہ میری فرمانداریوں کا طالب ہے تو یہی میمنان کو قتل کر دے۔ اس کے بعد ہم خود حاضر ہو جاؤں گا" اس مطالعے نے بادشاہ کو پرسوں کر دیا۔ وہ کسی سوچ میں پر لگا۔ قطب خان اس کی صورت نکتارہ گیا۔

آخر بادشاہ ہوش یہں آگئا۔ لولا۔ پشت بھائی ہم سلوں کو میری طرف سے یہ خوش خبری بیخی دے کر مینا اس کی فرمانداریاں اس قیمت پر بھی حمید نے کوتیا ہوں اُنقریب اس کی شرط پروردی کر دی جلتے گی۔

قطب خان نے جواب دیا۔ "اور میرے بھائی ہم سلوں نے یہ بھی کہل دیا ہے کہ حمید خان کے قتل کے بعد مجھے اس کا قائم مقام پتا دیا جائے۔ پھر جب وہ دہلی آ جائے گا تو میری قائم مقامی ختم ہو جاتے گی"۔

بادشاہ نے کہا۔ "یہ اس پر بھی عمل کروں گا تو یہ فکر رہ"۔

بادشاہ نے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق بدالیوں کا سفر نزدیک کر دیا۔ حمید خان نے ایک بار پھر مراجحت کی۔ بادشاہ نے اپنے حافظوں کو حکم دیا۔ "حمید خان کو قید کرو دیا جائے"۔

ٹھاہی حافظوں نے اسی وقت حمید خان کو گرفتار کر لیا۔ حمید خان کے مشرطوں نے اس کی گرفتاری کی خیر جو سبق تودہ پڑھ کرنا ہو گئے۔ انہیں کسی طرف یہ بات بھی حملہ ہو گئی کہ کسی نے بادشاہ کو حمید خان کے قتل کا مشورہ دے دیا ہے۔ یہ مشوہہ کس نے دیا ہے اس کا پتہ نہیں چل سکا۔

بادشاہ کچھ دن امر دے ہے ہم رہا اور دہان سے بدالیوں روانہ ہو گیا۔ حمید خان کے بھائی تے نہایت ہوشیاری اور جالا کی سے حمید خان کو رہا کرایا اور لے کر دہلی روانہ ہو گیا۔ یہ بھری بھر بادشاہ نے جو سبق تودہ پیار سا ہو گیا اور حمید خان اور اس کے ماتھیوں کی گرفتاری کا پروانہ دے کر ایک دستہ ان کے تعاقب ہیں روانہ کر دیا۔ حمید خان کے بھائیوں اور حماتیوں نے متعاقبین میں سے اکٹھ کو قتل کر دیا اور یہ لوگ اس تے بھڑتے دہلی قلعہ میں داخل ہو گئے۔ دہان بادشاہ کا حرم اب بھی رہ رہا تھا۔ حمید خان میں موقک لُوك اندر گھس گیا اور عورتوں کی بے حرمتی کرنے لگا وہ بادشاہ سے انتقام لے رہا تھا۔

قطب خان نے اپنی تدریس کو لئے جو دیکھا تو اتنا پریشان ہوا کہ بادشاہ کے روپ میں جانے کی ہمت تک نہیں باقی رہی۔ اس نے بادشاہ سے کہلوایا۔ "حضرت والا! یہ کیا ہو گیا؟ اب کیا ہو گا؟"

بادشاہ نے جواب دیا۔ "میں کیا جاؤں کہ یہ کیا ہو گیا۔ میں خدمت پریشان ہوں۔ اپنے بھائی، ہمسلول کو سارے حالات لکھ کر بداہ کردے پھر وہ جو مشورہ دے ان پر عمل شروع کر دیا جاتے گا۔"

قطب خان نے ساری معاذاد ہمسلول کو لکھ بھیجی۔ ہمسلول نے پڑھا تو خوب ہنسنا بولتا۔ "واہ رے قطب خان تو تے میری ہی طریقہ پر عمل کیا سگننا کام رہا۔ واہ بھتی واہ خوب کام کیا!"

اس کے بعد اپنے آپ سے کہا۔ "ہمسلول! مجھے کچھ کچھ کرننا ضرور ہے پھر قطب خان کے آدمی کو جواب دیا۔ جا، میرے بھائی قطب خان سے کہہ دینا۔ گھر لئے کی کوئی ضرورت نہیں میں جہت چل رہا ہی چونچ رہا ہوں!"

۴۶

۴۷

۴۸

سمید خان نے وقتی جوشِ انتقام میں جو کچھ کیا تھا، بعد میں تحویل زدہ ہو گیا۔ اس کو خوب معلوم ہتا کہ وہ کسی سہارے کے بغیر مستقلًا شاہی محل میں نہیں رہ سکتا۔ اس بارے میں اس نے اپنے عزیز بزرگ اور رشتہ داروں سے بھی مشورہ لیا۔ اس باب میں ہر کوئی پریشان تھا۔ اس کے ایک لائق عزیز نے مشورہ دیا۔ "کسی طاقت در شخص کو دلہی بلوکے تاج و تخت اس کے حوالے سر کے خود دے دیر جا جا۔ اس طرح تو اپنے دشمن بادشاہ سے نجات بھی حاصل کر لے گا اور اپنا منصبِ فرمانداری پہنچائے گا!"

مشورہ بہت اچھا تھا اور اس سلسلے میں سمید خان کے ذہن میں دو نام آتے۔ محمود خلیلی والوے کا حکمران اور محمود شرقی جو شورہ کا قربان بغا۔ اس عہد میں یہ دلوں ہی تہذیت طاقت و حکمران تھے۔ سمید خان ان میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنے ہی دلا اتھا کہ ہمسلول کا ہر کارہ ایک ضروری پیغام کے ساتھ سمید خان کی خدمت میں چونچ گیا۔ ہمسلول نے سمید خان کو لکھا تھا۔

"سمید خان! میں آپ کو منقبل کے بادشاہ کی حیثیت دیتا ہوں اور عاجز رہا۔"

سلمان پیش کرتا ہوں۔ نیا بادشاہ علاؤ الدین اسمن اور مزول تھا۔ آپ نے اس کو
تحت دہلی سے بے دخل کر کے بلا کام کیا ہے مراصل دہلی کے تحت ونات آپ ہی
جیسے کسی شخص کے منتظر تھے۔ میں دہلی آگئا ہوں تاکہ آپ کو کوئی گزندہ ہمچنانکے
آپ کو بادشاہ کرے گا کہ میں تے ماٹی میں بھی آپ کا بے حد ساتھ دیا تھا اور اب بھی
میری ساری صلاحیتیں اور میرے ہنود سائل آپ کو فرماتے ہیں جنہیں نے میں معروف
اوجائیں گے۔

آپ کسی اور کو بادشاہ ہرگز نہ بناتیں کیونکہ آپ جس کو بھی بادشاہ بناتیں گے
وہ آپ کو اس کا یہ صلم دے گا کہ آپ اسی کے قتل کا فرمان چادری کر دے گا اس لئے کسی
پر بھی احسان کرنے کی خرد رفت ہمیں۔

آپ کو اگر کسی پھر احسان ہای کرنا ہے تو ایسے آپ پر کیجئے۔ میں آپ کو بادشاہ
بنانے کے حق میں ہوں میں اپنے فقادار اور جان شار فتوح کے ساتھ دہلی آگئا ہوں
تاکہ آپ کو بادشاہ پختے میں مدد ہو جائے۔“

حمدی خان نے اس خط کے بعد محمود خلبی اور محمود شرقی کا خیال دل سے نکال
دیا اور اپنی بادشاہی کے خواب دیکھنے لگا۔

ہمسلوں نے اس قسم کا ایک خط قطب خان کے ذریعے بادشاہ کو بھی بڑھانے
کیا۔ اس میں ہمسلوں نے بادشاہ کو نکھانا تھا۔

آپ کے ساتھ جیبی خان اور اس کے بھائیوں نے جو کچھ کیا اور بادشاہی حرم کو
جس طرح کر لیں دخواڑ کیا ہے اس پر سب سے تیارہ افسوس بھجھے ہے۔ حمید خان ایک
طاقوڑ شخص ہے۔ اس طاقوڑ شخص کو ممتاز دینا ہیرا کام ہے۔ میں اس مقصد سے دہلی
چاہ رہا ہوں، حضور دلادعا فرمائیں کہ خالصی کا میاب کرے۔ حکمت علی اور ہدایاتی
سے غاصب اور غدار حمید خان کو کیفر کو دار کو بھی خانا اور حصہ نہ والا کو تحفظ دہلی پر
ددبارہ بھٹکا جیری ازدگی کا عظیم مقصود ہے۔ بیرون میں صبر و تحمل سے تشریف فرمائے۔
رسیئے اور میری کوششوں کے نتائج کا انتظار فرمائیں۔

ہمسلوں افغان سپاہ کے ساتھ بادقار اندر میں دہلی میں داخل ہوا تو حیر
خان نے جوش و شرودگی سے اس کا استقبال کیا اور اپنے محل سے دروازہ ان کی سہائش
اور طعام کا انتظام کر دیا۔ اس نے ہمسلوں کو سمجھایا اگر وہ جب بھی حمید خان سے
ٹھنڈے آئے اپنے ساتھ افغانوں کو تیارہ تعداد میں بدلاتے۔ لیکن ہمسلوں نے اس سے

اتفاق نہیں کیا۔ اس نے جواب دیا۔ "جناب والا! میری قوم کے سارے ہی ادی تخت
دہلی کے حفاظت اور خدمت لگا رہا۔ اول توہین ان کی بھیج بھاٹ کے ساتھ دہلی پر
آنے سے ہے۔ دوسرا یہ کہ میں اندھے اتنا ہے تکلف بھی جیسیں کہ نہیں یعنی مانع
لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوں" میں نے پسے اور ان کے درمیان ایک حجاب سا
قاںم کر رکھا ہے اور یہ ہمیشہ قائم رہتا ہے۔"

حیدرخان: ہسلوں کے جواب سے مطمئن ہو گیا۔ ہسلوں نے قطب خان کو بھی
دہلی میں بلا بیبا۔ اور یہ دولتوں نے یہ مبایت ادب و احترام سے حیدرخان کی خدمت میں خارج کر
 دیا۔ حیدرخان اس دن کا انتظار کر رہا تھا جب اس کو بادشاہ کی جگہ بھجا گر اس
 کا نام محظی میں داخل کیا جائے والا تھا۔ لیکن ہسلوں کا مستورہ یہ تھا کہ پہلے اپنی
 فوجی طاقت میں غیر معمولی اضافہ کر لیا جاتے اور بڑا یون میں بادشاہی مرکبات و مکنات
 اور ارادوں کے بارے میں پوری معلومات حاصل کی جاتے۔ اسی کے بعد
 اس کی رد شنی میں حیدرخان کی بادشاہی کے اعلان کے دن تاریخی کا تعین کر
 دیا جاتے۔

مشورہ درست تھا اس یہے حیدرخان خاموش ہو گیا۔

قطب خان ان نازک اور خطرناک ملکات میں ارجمند کا مستلزم حل کرنے کی نظر
 میں تھا۔ اس نے ہسلوں سے صاف مانگ کر دیا کہ "تم جو کھیل کھیل رہے ہو مجھے
 اس سے کوئی سروکار نہیں۔ میں اسی میں اسی دقت اور اس حد تک ساتھ دے سکتا
 ہوں کہ تم میرا ساخت دو" میرے ساتھ ارجمند کے لفڑا وہ میرے لیے ارجمند کا رشتہ
 مانگ دیکھو کہ مادی نے ہی تجویز کیا ہے وہ اس کام کو اسی انداد میں کرتا چاہتا ہے جس
 انداز میں یہ ہوتا آیا ہے"۔

ہسلوں ایک دم برمیں ہو گیا۔ "قطب خان! کبھی نلا حق اور حاقدت کی بات
 کرتے ہو۔ یہ شادی کا وقعت ہے! کیا تم نہیں جانتے کہ ہم پل عراڑ سے گرد رہتے ہیں
 تلوار کی دھلاتے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک راستے پر مفرک رہتے ہیں۔ ہماری
 فدا سی لغوش ایسیں جنمیں ہیں گرافے گی۔ ان حالات میں کم از کم میں ارجمند کے گھر
 نہیں چاہتا۔ دوسرے یہ کہ ارجمند کا ایک امیدوار میں خود ہوں، میں تمہام سے لیے بات
 کیوں کر دیں بلکہ تم میرے لیے بات کر دے گے"۔

قطب خان کے پہرے کا رنگ اڑ گیا۔ بگڑ کر بولا۔ "جیا! ہسلوں! ہسلوں! ہسلوں!

ریادی ہے۔ جن اس ناالصافی کو بہرداشت ہمیں کر سنا تم کو ہیرے مانتے سے
ہٹلے بڑے گا۔"

ہمسلوں نے جواب دیا۔ "اس لیے میں کہتا ہوں کہ ابھی اس مسئلے کو نہ چھپو
اس کو کسی اور وقت پر اظہار کھو۔"

قطب خان من بناتا بیندروں پر بیل ڈالے ہے۔ سلوں کے سلاسل سے ہٹ گیا۔
یکن اب وہ خطرناک ہو چکا تھا اور ہم سلوں کے خلاف منصوبہ بنندی میں مشغول ہو
چکا تھا۔ ہمسلوں کے پیچے پیچے آہستہ آہستہ چلتا رہا اور اس کو پکار کر مخاطب کیا
"قطب خان! ریادہ جنبدیق نہ ہو، میری بات سلو!"

قطب خان نے پیچھے ہڑتے بغیر جواب دیا۔ "اب میں تھاری کوئی بات
نہیں سنوں گا، تم آزاد ہو جو چاہو کردار مجھے سمجھی آزاد سمجھو، میں یہ مناسب
سمجھوں گا کروں گا۔"

ہمسلوں نے کہا۔ "نہیں ہے۔ یکن ہم دعویوں سچ کوئی بھی کریں گے۔ اس کا
خاص خیال رکھیں گے کہ ہمارے اقدام سے افغان قوم کے مقاوم کو کوئی نقصان تھے ہم
ہمارے اتحاد کو ہزر نہ پہنچے۔"

قطب خان نے جواب دیا۔ "میں اس کا وقارہ نہیں کروں گا۔"
ہمسلوں بینے پڑا۔ "قطب خان! اتب پھر میری بات بھی سی لے میں ہر اس
شخص کو اپنی راہ سے ہٹا دوں گا۔ جو میری قوم کو نقصان پہنچاتے گا۔ میرے نزدیک
کسی ایک شخص کا انکل کوئی معنی نہیں رکھتا۔ میں افغان قوم کو سفرازی و سر بلندی
کی طرف یہے جا رہا ہوں، تم جیرا استہانیں روک سکتے۔ افغان قوم کے لئے میرا درجود میں
تیہتی اور ضروری ہے تھا۔ نہیں، یکن میں۔"

قطب خان نے بات کاٹ دی۔ "مجھاں! ہمسلوں! مجھے مبارزت کی دعوت
نہ دو، اس وقت میں بھی اتنا ہی اہم اور ضروری ہوں جتنے تم۔ میری ذرا سی جنبش لب
تھیں وہ نقصان کی پٹکی سکتی ہے جس کا تم خود بھی اندازہ لگا سکتے ہو۔"

ہمسلوں نے جواب دیا۔ "بہر حال اس وقت تو تم خاموش رہو آپس کے
چھپے بعد میں نہست جائیں گے۔"

قطب خان نے کہا۔ "میں اپنے قومی مقاوم کی وجہ سے چپ رہوں گا۔ یکن
لرمند سے تھہرہ کی قاطر دستبردار ہو جاؤں یہ ناممکن ہے۔" ہمسلوں اپنی جگہ پر واپس گیا

* * *

رفتہ رفتہ بھسلوں کا زیادہ وقت حمید خان کے پاس گزرنے لگا۔ بھسلوں کے ساتھ دس بارہ افغان بھی ہوتے تھے۔ ان افغانوں نے حمید خان کے دربار میں گزارنا جبی رہا۔ اکتوبر داری کا سلیقہ بالکل نہ آتا تھا اور درباری آکاپ سے بھی تاتفاق تھے۔ بھسلوں کے ایک ساتھی نے حمید خان کے دربار میں بھی ہوتے تھے۔ قالین کا ایک کوتہ اسحاق بغور درستھنا شروع کیا۔ اس کی دیکھا دیکھی چند دفعے افغانوں نے بھی قالین کو والٹ پلت کر دیکھنا شروع کیا۔ حمید خان نے تاؤلوں سے بوجھا۔ ”بھسلوں! یہ لوگ قالین میں کیا دیکھدے ہیں؟“

بھسلوں نے پریشان ہو کے جواب دیا۔ ”پتہ نہیں!“ ”پھر افغانوں سے بوجھا۔ یہ کیا بد تحریر ہے؟“ ”تم لوگ قالین میں کیا سمجھتے تھے کہ مرد ہے یوئے؟“ ”ایک افغان نے جواب دیا۔ ”جناب والا! اس کپڑے کو کیا کہتے ہیں؟ یہ ہیں بہت اچھا لگتا ہے!“

حمدی خان نے کہا۔ ”یہ کہرا نہیں قالین ہے۔ تم نے قالین نہیں دیکھے؟“ ”ایک افغان نے جواب دیا۔ ”یہ کہرا نہیں، قالین ہے یہ کیا مطلب ہے؟“ ”تو یہ کہرا ہی نظر آتا ہے؟“ ”پھر خشمہ اور عرض کیا۔“ ”جناب والا! ہم نے آپ کے دربار کی اپنے رشته داروں سے بڑی تعریفیں کی ہیں۔ براہ کرم اس کپڑے کے چند لکڑے ہیں بھی عنایت فرمادیں۔ ہم انہیں گھر بھجوادیں گے۔ ہمارے بچے ان کی تربیا بنائیں گے۔“

حمدی خان نے کہا۔ ”میں ایک مکڑا نہیں پورا قالین دے دوں گا۔ اس کی بوجیز چاہو جو بخالیتا!“

اس نے کئی افغانوں کو اپنے پیٹھے ہاتھوں میں جو تیان لے کر دربار میں داخل ہوتے دیکھا۔ یہ افغان جو تیان لئے ہوتے ہیں حمید خان کے سر برائے دریوار میں ایک طاق کی طرف بڑھے اور اس میں اپنی اپنی جو تیان رکھنے لگے۔ بھسلوں نے انہیں ڈانتا۔ ”یہ کیا جنگلی پن ہے۔ یہ دربار ہے یہاں انسان ادب و احترام سے اٹھتا بیٹھتا ہے!“

ایک افغان کی تحریر بود پہلے بڑھ گئے۔ اس نے ہرسول کو قاتل دیا۔
”لودھی سردار! تم خاموش ہو جاؤ، اب ہم دہلی دربار کے طالزم ہیں۔ یہ سمت
نے نیادتیاں کر لیں۔ ہم حمید خان کا شک کھا سکتے ہیں۔ حمید خان ہی کا حکم مایا
گے، تمہارا تمہیں“

حمدی خان نے دوسرا سے افغانوں کو دیکھا۔ وہ دربار میں پیش کیے جانے
 والے پانوں کا جو ناچاٹ رہے تھے۔ کھقا چونا چاٹ کر پان کا پتہ چھینک دیا۔ ہرسول
 نے کہا۔ اور سا سکتو، تمہے مجھے ذلیل دخوار کر کے رکھ دیا۔ یہ پان ہے۔ اس کی ہر
 پتیز شوق سے کھائی جاتی ہے۔“

افغان سردار پھر ناراضی ہو گئے۔ ایک نے کہا۔ ہرسول، اب یہ تمہارا
 طالزم نہیں ہے، اگر تم نے بے پاباڑ لٹکنے کی روشنی ختم نہ کی تو یہ تمہارا ساتھ
 چھوڑ دوں گا۔“

قطب خان بھی وہی موجود تھا۔ معنی خیز نظروں سے ہرسول کی طرف دیکھا
 اور دربار سے اکٹا کر باہر چلا گیا۔

گھر پر قطب خان نے ہرسول سے کہا۔ ”جھائی ہرسول! اپنے بیویوں میں
 تبدیلی کر دے وہ سارے ہی افغان باعنی ہو جائیں گے اور تمہیں چھوڑ کر حمید خان
 کی وفاداری کا دم بھرنے لگیں گے؟“

ہرسول نے کہا۔ ”میری قوم میرا ساتھ نہیں چھوڑ سکتی۔ یہ لوگ اجڑہ
 اور بدرزاں صروف ہیں لیکن میرے ہمداد اور فرشاں بردار بھی ہیں۔ میں ان سے
 مالوں نہیں ہوں۔“

قطب خان نے پڑھ کر کہا۔ ”جھائی ہرسول! میرا خیال ہے تمہاری موجودہ بوجھہ قوم
 سے پھنس چکی ہے اور تم اب وہ نہیں رہیے جو پہلے ہوا کرتے تھے۔
 ہرسول نے لامپردا ہی سے جواب دیا۔ ”ہو سکتا ہے، لیکن یہ بھی ہے کہ
 میری قوم مجھ سے والہانہ محبت کرتی ہے۔ مجھ کو اپنی قوم پر اعتبار ہے میں اس پر
 اعتماد کرتا ہوں۔“

قطب خان خاموش ہو گیا۔ لیکن اب قطب خان بھی ہرسول سے مل برداشت
 ہو چلا تھا۔

کئی دن بعد درباری افغانوں نے ہرسول کی پروواہ کیے بغیر حمید خان کا

دم بھرا شروع کر دیا۔ وہ خود کو کھلਮ کھلا حمید خان کا نیک خوار کہر ہے تھے اور بھسلوں کو یک مر لفڑا نہ کر دی پہنچے۔ بھسلوں پر بیشان دکھائی دیتے رہے۔ حمید خان ان اچھے اتفاقوں سے اتنا متاثر ہوا کہ ان کی دعوت کر دی۔ بھسلوں اور قطب خان نے معذبت کر دی۔ وہ اس میں اپنی سبکی حسود کر رہے تھے۔ حمید خان نے اٹھیں مٹانا چاہا اور ان دولوں سرداروں کو ناخوش ٹھیکیں کرتا چاہتا تھا۔

بھسلوں نے شکایت کی۔ ”جناب والا! اگر یہ دعوت ہام دولوں کا عجز ہے میں کی جانب نہ ہیں کوئی اختیار نہ ہوتا۔ میکن اہمیس کہ ہمارے انت سرداروں کی دعوت کر کے ایسے ہماری اپنی اور اپنے ماتحت سرداروں کی نظروں سے گرفتے کی کوشش کی گئی ہے۔ ایسے ایسا لگتا ہے گوریا ہیں آپس میں لڑاتے کی کوشش کی جا رہی ہے!“

حمید خان نے اپنی جگہ سے اٹھ کر بھسلوں کا ہاتھ پکڑ دیا۔ بولا۔ ”بھسلو! میں تجھے اپنا بیٹا سمجھتا ہوں۔ تو نے مجھ پر کتنی ایسیں بیکے ہیں۔ یہ دعوت تیرے ہی الفزار میں کی گئی ہے۔ درستہ میں ان افغان سرداروں کو کیا جاؤں۔ اگر تو نے اس دعوت میں شرکت نہ کی تو میں۔“

بھسلوں نے حمید خان کی بات کاٹ دی بولا۔ ”جناب والا! یہ اچھا گنوار لوگ۔“ گھری میں ادیا گھری میں بیووت، اگر ان کے دولوں سے یہی عزت و قدامت نکل گئی تو میں آپس کا بھی آپس رہ جاؤں گا۔“

حمدی خان نے وعدہ کیا۔ ”اچھا اس دعوت کے بعد میں کوئی ایسی بات نہیں کروں گا جس سے تم میں اور تمہاری قوم میں اختلاف پہنچا ہو جاتے ہیں وعدہ کرتا ہوں۔“

بھسلوں رکا تو قطب خان بھی رک گیا۔ حمید خان نے ان سب کی بڑی شاندار دعوت کی تھی۔ دستر خوان پر کھانے سے تھے فضا کو معطر۔ کھنے کلتے جگہ جگہ عطر دھر کلاب میں تر رفتہ تک پہنچتے رکھتے ہوئے تھے۔ خاصہ دلوں میں پان کی گلودیاں بھی سجادی گئی تھیں پھرلوں کے گل دستے اپنی تعداد کے اضداد سے کھاؤں کی برابری کر رہے تھے۔

بھسلوں کے ساتھی اتفاقوں نے کھلنے کے بجائے عطر اور کلاب کے معطر

پھلے اٹھا لیے اور انہیں پوسا شروع کر دیا۔ ادھر سے فارغ ہوتے تو پالوں کے پونے چائے لگے۔ پونے کی تیرتی نے منہ کو زخمی کیا تو پسے لپٹے منہ پیشہ لگا اور جب اس سے فائدہ حسوس نہیں ہوا تو پھولوں کے گلستے اٹھا لیے اور ان میں سے چورا کی پیتاں نزدیک رجھ کر چلتے لگے۔

حیدر خان ان کی حرکتوں پر سکرا تامہا، اس نے ہسلوں سے لوچھا ہسلی
یہ انہیں ہو کیا گیا ہے؟

ہسلوں نے جواب دیا۔ "جناب والا! میں ان کی دھشیانہ خربوں سے ہمیشہ پریشان رہا ہوں اور میں یہ انہیں چاہتا تھا کہ انہیں اتنی طرس دی جاتے۔ یہ دینہ بھی گنوار اور تمہری بدمختگی سے نا آشنا لوگ اس لائق نہیں ہیں کہ شاہوں کی محفل میں بھاتے جاتیں ان کے خلوص پر مشتمل ہیں لیکن ان کی بجهالت اور نادافان کو برداشت نہیں کیا جاسکتا۔"

حیدر خان نے ہمس کر کھا۔ مجھے تو یہ سادہ لوح بھولے پھالے لوگ ہوتے اپنے لگ بھے ہیں؟"

ہسلوں نے افخالوں کو ڈانتا۔ "سمتعو! مہذب بنشے کی کوششی کر دی کیا جنگلی بن اختیار کر رکھا ہے؟ کھانا کھاؤ کھانا، تم نے تو محمد کو متہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑا۔"

کتنی پیٹھان ہسلوں سے ناراضی ہو گئے، ایکتے کھا۔ "ہسلوں زبان سنجال کرائے کر دیا ان میں سے مل کھالوں اور معطر ہیز دن کو دیکھو کہا میں تیرتی کم مایتیگی اور عسرت کا اندازہ ہوا۔ اب ہم حیدر خان کے ملازم ہیں تیرے نہیں، خجوار ہوتے آم، ہر چشم چلنے کی کوشش کی ہے؟"

افخالوں نے ہسلوں اور قطب خان کو نظر انداز کر کے خوب خوب کھایا۔ حیدر خان خوش ہوتا رہا اور ہسلوں اور قطب خان کو گھنٹے جلتے رہے۔ اب قطب خان کو بیان بنانے کا موقع ہاندھا گیا تھا۔ طنز آکھا۔ "بھائی! ہسلوں یہ کیا ہو رہا ہے؟ میرا خیال ہے انسانی بیت کی خرابی ویرے بڑے نقصانات ہے نچاہدیتی ہے، اب بھی وقت ہے کہ تم اپنی اصلاح کر لوا اور تیک شیقی اختیار کر لو۔"

ہسلوں نے ناراضی ہو کر کھا۔ "قطب خان! اٹھوں کہ تو بھی باتیں بتانے لگا۔ محمد کو تجوہ سے یہ امید نہیں تھی۔"

قطب خان نے جواب دیا۔ "ادر بھائی! ہمسلوں مجھ کو بھی تکمیل سے یہ امید
نہیں تھی کہ تم ازتھر سے محبت کرنے کو گے اور اس سے اپنی شادی کرنا چاہو گے جبکہ
تمہیں معلوم ہے کہ اس سے یہی محبت کرتا ہوں؟"
ہمسلوں نے کہا۔ "تو اس کا مطلب ہوا کہ تمیری پریشان سے خوش ہو
رہا ہے؟"

قطب خان نے جواب دیا۔ "ایسا ہی سمجھو لو۔"

ہمسلوں نے اچانک حمید خان کے پاس آنا چاہا ترک کر دیا۔ حمید خان نے
لے یا بھی اور حب وہ دربار میں پہنچا تو حمید خان نے ہمسلوں کو گلے سے لگایا۔
لوقتھا، کیا بات تھی؟ کیا تم مجھ سے ناراض ہو گئے ہو۔ ۶

ہمسلوں نے جواب دیا۔ "نہیں تو ایسی کوئی بات نہیں۔ میں اپنے عرفی دنیوال
پر خود کردا ہوں!"

حمدی خان نے مکار اکر ہمسلوں کی طرف دیکھا۔ وہ ہمسلوں کی پریشانیوں پر
خوش ہو رہا تھا۔

اس لمحہ باہر سے لڑنے جنگروں کی آوازیں آنے لگیں۔ ... جہت ساری
آوازیں بحث و سیاست میں الیکی ہوئی تھیں۔ حمید خان نے خدمت گار کو حکم دیا۔
باہر جا اور دیکھ تو سما یہ شور و قل کیسا ہے؟"

شہزادی دیر بعد خدمت گار داپس آیا اور کہا۔ "حفظ و الا! اجڑا فغالوں
کا ایک گروہ دربانوں سے اس بات پر جنگ لڑ رہا ہے کہ حب اسکے چند بھائیوں
نے دہلی کے نئے پادشاہ کا دبیر کریا ہے تو ان کی کیا خطاب ہوئے پادشاہ کے
دیدار سامنہ میں محروم کیا جا رہا ہے اور وہ اس محروم کو اس بیدار دلنوں تک
نہیں برداشت کری گے؟"

حمدی خان نے کہا۔ "تو ایک بار پھر باہر جا اور انہیں سمجھانے کی کوشش کر
کہ تیا بادشاہ آن سے ضرور ملے گا۔ میں چند دن صیر کر لیں!"
خدمت گار نے کہا۔ "جہت خوب غالی جاہ! میکن مجھے امید نہیں کہ وہ
میری بات مان ہیں گے؟"

حمدی خان نے کہا۔ "اگر وہ تم میں اور انہر آنسے پر مصروف ہیں تو انہیں اپنے
ساتھ لے آنا، میں انہیں خود ہی سمجھا لوں گا!"

خدمت کا رچلا گیا لیکن کچھ دیر بعد ہی دالپس آیا تو افغانوں کا جم فیروز کے ساتھ تھا دری لوگ حمید خان کی حیات میں بغیر سے لگا رہے تھے 6 ہوں نے آتے تھے حمید خان کے اور گرد طواف کرنا مشروع کر دیا۔

ہمسلوں اور قطب خان اپنی جگہ سے اٹھے اندafganoں کو "ڈاٹنے" گے۔ ہمسلوں نے کہا۔ "حشیم اتم محمد کو سرمنہ کیوں کر رہے ہو ہمارے لیے باز آجاؤ!"

وہ جمیع کو پہرتا ہوا حمید خان کی طرف بڑھا۔ حمید خان افغانوں کے والہانہ اندامی عقیدت سے بہت خوش تھا۔ دفعاتوں در اور مجب شکل افغان ہمسلوں کے ساتھ حمید خان کے پاس رہ گئے اور اپنے اپنے خبر دنی کی لذکیں حمید خان کے لگے اور پہیٹ میں آہستہ سے جبھوپتیں ہمسلوں نے مکراتے ہوئے ایک دوسرے افغان کو آزاد دی۔ "داؤ دخان! زنجیر کمان ہے؟ لانا تو!"

ایک تیسرا بھقان زنجیر یہی ہوتے ہمسلوں کے پاس جا کھڑا ہوا ہمسلوں نے حمید خان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اس زنجیر کو دہلی کے نئے بادشاہ کے دلوں ہاتھوں میں ڈال دے۔" پھر حمید خان سے کہا۔ "بادشاہ سلامت، اب زیادہ وقت نہیں ہے۔ براہ کرم اپنے دلوں ہاتھ داؤ دخان کی زنجیر کے حوالے کر دیجئے!"

"داؤ دخان نے کہا۔" سورت کرنا درست قتل کر دیتے جاؤ گے!" حمید خان نے افغانوں کے ہجوم کے اس پار دیکھنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ انتہائی مالوسی اور دکھ سے اپنے دلوں ہاتھ داؤ دخان کی طرف بڑھا دیتے، اس نے انہیں اپنی زنجیر سے جکڑ لیا۔ قطب خان بھی یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ یہ سب کیا اور کس طرح ہو گیا۔ قطب خان کی سمیہ میں سمجھی نہیں آہماستنا۔

قطب خان نے مشترک ہو کر پوچھا۔ "بھائی ہمسلوں یہ کیا؟" ہمسلوں نے کہا۔ "یہ باقاعدہ تیری سمجھی میں نہیں آییں گی تو نے بیرا سمیہ استعمال کر کے علاوہ الدین کوتاچ و تختن سے محمد کمر کے حمید خان کو اور تیارہ طاقتہ کر دیا تھا اور میں نے اپنا خود ساختہ داؤ چلا کے حمید خان کو منہایت آسائی سے ایک قطرہ خون بھاٹے بغیر مجبور اور بے لیس کر دیا۔"

حمدیہ خان نے بڑی مالوں سے کہا۔ "ہم سلوں! میں نے صحیح کو اپنا بیٹا کہا تھا، تو سوئہ کیا کیا؟"

ہم سلوں نے جواب دیا۔ "میں زندگی پھر اس کا پاس کروں گا اور صحیح قتل نہیں لوتے دوں گا۔"

حمدیہ خان نے بلوچھا۔ "کیا پس پچھے؟"

ہم سلوں نے جواب دیا۔ "ماں پس پچھے!"

ہم سلوں نے اسی دن آئا فاتحہ حیدر خان کے بھائیوں اور حامیوں کو حوت کے گھاٹ اتار دیا لیکن حیدر خان کو تنه رکھا۔ وہ قید خانے میا پہنچا۔ اب دن زندگان سے بے غیر، ہم سلوں کا شکر گزار رہا جس نے اسے قتل نہیں کیا تھا۔

ہم سلوں نے چند دن شب دروز کام کر کے دہلی پر قایروں پر اور جب اس کویہ اٹھیاں ہو گیا کہ اب ہر شے اس کے قبضے میں ہے تو جمع کے خطے میں علاقہ الدین کے نام کے ساتھ ہی اپنا نام بھی شامل کر دیا۔ اس نے پادشاہ کو مطلع رہا کہ اب دہلی میں حیدر خان کا عمل و خلق نہیں رہا۔ اس نے پادشاہ کے پتوں اور دشمنوں کو یا تو قتل کر دیا ہے اور یا پھر فیروز خالون میں ڈالا دیا ہے اور یہ کہ وہ خود پادشاہ ہیں بننا چاہتا۔ اسکر کمزور پادشاہ کی طرف سے دہلی میں اس کی نیا بہت کے فرائض ضروراً نجام دے گا۔ اور اسی نیا بہت کی وجہ سے اس نے خفیہ میں پادشاہ کے نام کے ساتھ ہی اپنا نام بھی داخل کر دیا ہے۔

علاقہ الدین ہم سلوں کی تسلی دلکس سے یوں بہل گیا جس طرح کھلونوں سے رفتا بسوتا۔ پچھے بہل جاتا ہے۔

قطب خان ہم سلوں کو اقتدار میں دیکھ کر دہل گیا۔ اب وہ ارجمند سے مالوں ہو چلا تھا۔ ہم سلوں کے خوف نے اس سے ارجمند کے گھر کا نامستہ تک پھلوایا تھا وہ کتنی دلت تک ہے! سوچتا رہا کہ ان بدے ہوتے یا اس انگلی خالات میں اس کو کیا کرنا چاہیتے۔ اب اس کویہ امیر بھی نہیں تھی کہ ہادی اب یعنی اپنی بالوں پر قائم ہو گا۔ قطب خان خوب جانتا تھا کہ ارجمند یہ راتِ خود ہم سلوں سے محبت کرنی ہے اور سادی۔ میں اتنی ہمت نہیں ہو سکتی کہ چند دستان کے پادشاہ ہم سلوں پر اس

کے ناکام اور مکر در بھائی قطب خان کو تحریر جمع دے۔

وہ بھسلول سے پایتیں کرتے ہیں کبھی اچھکیا ہمٹ اور نہاد مامت محسوس کر رہا تھا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ بھسلول اپنی صدر کا پکار کا درہ ہمٹ کا سچا ہے۔ اس نے اگر ارجمند کو پسند کر لیا ہے تو اس امر جمند کو بھسلول سے کوئی کبھی پیش نہیں سکتا۔ آخر کار وہ اس نتیجے پر جنچا کہ بھسلول کا سانحہ چھوڑ کر حشر کا لاگر جاتے۔

وہ رات کی تاریخی ہیں بھسلول کی خواب گاہ کی طرف گیا اور مخالفوں سے کہا۔ ”بھسلول سے کہہ دواں کا بھائی قطب خان اس سے اس وقت چند صدری پایتیں کرنا چاہتا ہے؟“

ایک طازم بھسلول کے پاس گیا اور کچھ دیر بعد شرط و ظاہانت لے کر دیپی آگیا۔ اس نے کہا۔ ”بادشاہ بھسلول نے حکم دیا ہے کہ اس کے بھائی کو غیر مسلح کے حاضر کر دیا جاتے۔“

قطب خان کے دل پر ایک اور چوت لگی عصہ بھی آیا۔ مگر خون کے گھوٹن پر کر رہا گیا۔ دریاؤں نے قطب خان کی تلاشی لی اور شنجہ اور تلوار پیش پاس رکھوالی۔ دو طاقت درمی افاظ قطب خان کو شانوں سے پکڑ کر اندر خواب گاہ ہیں لے گئے۔ قطب خان نے بھسلول کی آنکھوں میں شیند نام کو بھی رت دیکھی۔ وہ جاگ رہا تھا اور شاید کسی ستلے پر عنز کر رہا تھا۔ بھسلول نے قطب خان کے دلنوں شانے پھر را دیئے اور مدیا لوں کو حکم دیا کہ باہر نکل جائیں پھر قطب خان سے پوچھا۔

بھائی قطب خان، کچھ سے کوئی خاص کام جو اتنی رات گئے رسمت کی۔ قطب خان نے کسی تمہیر کے بغیر کہا۔ ”بھائی بھسلول اب آپ بادشاہ بن چکے ہیں میں بہت دن آپ کے ساتھ رہ چکا مگر کل صبح میں یہاں سے چلا جاؤں گا میری آپ سے یہ آخری ملاقات ہے؟“

بھسلول نے درشتی سے جواب دیا۔ ”میں تم اپنی مرضی سے منہیں جا سکتے جیری اجازت کے بغیر کوئی کہیں کس طرح جا سکتا ہے میں تھیں اپنی خوشیوں میں مشریک کرنا چاہتا ہوں۔“

قطب خان کا پی گیا۔ ”انا فالم نہ کیجیے آپ محمد کو اپنی کن خوشیوں میں مشریک کرنا چاہتے ہیں؟“ بھسلول نے جواب دیا۔ ”میری زندگی میں ایک ای تو ایسی خوشی ہے جو

تیری ناخوشی کا باعث بن جاتے گی۔ اور ہند سے شادی خانہ آپادی۔ یہں کل ارجمند کے گھر
بات پیش کرتے کرنے جاؤں گا تو میرے ساتھ چلے گا؟

قطب خان نے سختی سے جواب دیا۔ "یہاں نہیں جاؤں گا۔"

ہمہ لوں ترک کر کھڑا ہو گیا۔ "تو ہماں ضرور جلتے گا تجھے کو یہیں لے جاؤں گا
تم بردستی۔ الحشوا کے۔ یہ سمجھ کو دیہ بتانا چاہتا ہوں کہ کسی بھی شخص کو اپنے مقصد کی حوصلیہ
کے لئے یہاں تک آگے بڑھنا چاہیے جنگ لور محبت یہی سب کچھ جائز ہے میری ازندگی یہاں
ختم ہی کی توک کو ترجیحی اہمیت حاصل ہے یہیں نے حکومت اور عورت خانگر کی توک ہی سے
حاصل کی ہے۔ ارجمند بھی ختم کی توک سے میرے ہمہ چلی آئے گی"

قطب خان نے کہا ہیں تے کتنی بار سوچا کہ آپ کو قتل کر کے اپنی راہ سے پہلوں اخوس
کر آگر یہیں جاتا تو آپ نے خود فرض اور سے کہیں تو یہیں آپ کو کبھی کاموت کے گھاٹ اتنا بڑا کاہر تک
ہمہ لوں نے جو بدل دیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا علم رہا ہے اور یہیں اتنا آسان کبھی بھی خیس رہا
کہ تو مجھ کو قتل کر دیتا۔ میرت پہ کو اس وقت بھی میر سخ کے اپنے پاس آتے دیا ہے تو مجھے ابھی
نکھن نہیں سمجھا۔

قطب خان تھک کر کچھ بھی کچھ بھول نہ تھا جا کر دربانہ کو بلدیا اور انہیں حکم دیا
مگر قطب خان کو صدمتیک اپنی تحول یہیں نکھا جاتے اور اس کے قرار کی ساری ریاست مسند کر دی جاتی
در بالوں نے قطب خان کو اپنے شکھوں میں جکڑ کر قید خلتے ہیں ڈال دیا۔ قطب خان
کہہ دے کر ہمہ لوں پر غصہ آئیا تھا گھر تھر دھر دھر میٹھا برجان دھر دھر۔

ددسرے رنگی ٹھنڈا آفتاب کے ایک ساعت بعد ہمہ لوں قطب خان کو ساتھ کر
ارجمند کے گھر پہنچا۔ ہادی اور مہدی کے ان کاشانہ راستوں کیا۔ اور سہایت عزت والحرام سے
بھلیا۔ ارجمند سامنے نہیں آئی۔ ہمہ لوں نے پوچھا۔ "یہ ارجمند کہاں پے؟" ۔

ہمدردی کے جواب دیا۔ اندر۔ کیا بلوایا جاتے؟

ہمہ لوں نے کہا۔ "ہاں۔ اس کو بلوایا جاتے!"

ہمدردی ارجمند کو بلا نے چلا گیا۔ قطب خان نے عاجزی سے گما۔

"اگر آپ توک محسوس نہ کریں تو مجھ کو کہیں اور بخدا دین کیونکہ میں ارجمند کی موجودگی
یہیں رہاں ہیں۔ یہ چنانچاہتا تھا۔

ہادر کا اس کی شکل دیکھنے لگا۔ ہمہ لوں نے مکرا کر کیا۔ "اس کو کہیں اور بخدا دکیونکہ یہ
حالمہ میری بالوں سے خوش ہیں ہے، یہ کہنے کو تو میرا بھائی ہے۔ لیکن بھائی کی خوشیوں سے کٹھنے

حمد کرتا ہے جلتا ہے لا

بادی قطب خان کو برا برا دے کرے میدیے چلا گیا۔

کچھ دیر بعد مہمند ارجمند کوے کر آگیا۔ لمحاتی شرائی ارجمند سر حکم تے ہسلول کے ساتھ بیٹھ گئی۔ ہسلول نے اس کو پر شریعت نظر وہ سے دیکھتے ہوتے بادی سے پوچھا تاہدی اب میں اس ملک کا بادشاہ ہوں، ایک بادشاہ اور اس کا بھائی تھا امام ہے کیا یہ بات تم سب کی بہت افرادی کا سبب نہیں ہے؟“

بادی نے جواب دیا۔ ”کیوں نہیں، کیوں نہیں؟“

ہسلول نے کسی تہمید کے بغیر کہا۔ ”میں تم سب سے ارجمند کا رشتہ مانگنے آیا ہوں؟“

بادی نے جواب دیا۔ ”میں اس کا انتظار کر رہا تھا اور لطف کی بات یہ ہے ارجمند بھی آپ سے بے حد محبت کرتا ہے اس نے کہی یاد گیر ارادتی طور پر آپ کا نام بھی لیا ہے۔“

ہسلول کسی سوچ میں پڑ گیا پھر بولا۔ ”تم لوگ غلط فتحی میں مبتلا ہو اور تمہارے ساتھ ارجمند بھی۔ میں ارجمند کا رشتہ پختے ہیں میں بھائی قطب خان کمیلے مانگ رہا ہوں۔ میری دعویٰ یا تو پہلے ہی سے موجود ہیں اور پھر ابھی چند لوگوں پہلے میں نے تیسری شادی بھی کر لی ہے۔“

بادی نے بے اختیار پوچھا۔ ”تیسری شادی کرنی ہے وہ کس سے؟“

ہسلول نے سکرا کر جواب دیا۔ ”اس ملک سے، سلطنت سے، حکومت سے!“

بادی سکرا دیا مگر وہ بادشاہ کو چھوڑ کر اس کے بھائی کو ارجمند کا سختق نہیں سمجھتا تھا اولادا۔ ”حضرت والا، بادشاہ تو کچی کچی شادیاں کر لیا کرتے ہیں تیسری شادی تو دہاں کوئی اہمیت نہیں رکھتی!“

ہسلول نے سختی سے کہا۔ ”میں تیسری پوچھتی اور معلوم نہیں کہی اور شادیاں کر دیں گا لیکن ارجمند کی شادی بھائی قطب خان ناہی سے ہو گی جبرا جان شزاد فاقد اور سادہ لوح بھائی۔ وہ ارجمند سے بے پناہ محبت کرتا ہے؛ میں اس کو غمزدہ نہیں دیکھ سکتا!“

بادی نے کہا۔ ”یعنی جناب ارجمند تو آپ سے.....“

بہسلول نے سخنی سے کہا۔ ”بین ہمیں جانتا کہ ارجنند کس سے محبت کرنے
ہے میں تو بس یہ جانتا ہوں کہ بھائی قطب خان کو ارجنند سے محبت ہو گئی ہے اور
ارجنند کو بھائی قطب خان سے منسوب ہو جانا چاہیے ۔“

قطب خان کان رکائے بہسلول کی باتیں سن رہا تھا۔ فطر جنبدات میں وہ
امتحا اور بہسلول کے ہاتھوں اور پیشائی کو بلو سے مدینے لگا۔ بھائی بہسلول آپ کے
شاندار اور عظیم ہیں۔“

بہسلول نے اس کے سر پر ہما کھڑ پھرا۔ ”بھائی قطب خان! میں نیری ہمت
اور حوصلے کا امتحان لے رہا تھا میں نے تجھے کو گمراہ کر کے یہ جانتے کی کوشش گی کہ تو
چنان اور افغان قوم کا کتنا دقادیر ہے تو امتحان میں پورا اتما اور ادب میں اور بیری قوم
تجھے پر اعتبار کر سکتی ہے ۔“

اس کے بعد بہسلول نے پادی سے کہا۔ ”اب میں جاؤں گا تو شادی کی
تیاریاں کر اور اس پر نازکرتا رہ کہ ہندوستان کے بادشاہ بہسلول لودھی کے بھائی
قطب خان نے اپنی فرزندی کے شرف سے تجھے فواز دیا ہے۔“

پادی اور اس کا بھائی بیہدی دو لوگ اس سنتے سے خوش تھے لیکن اگر
ارجنند بہسلول سے منسوب ہو جائی تو اور زیادہ خوشی محروم کرتے۔
ارجنند سر جھکاتے بیٹھتی روری تھی۔ اس میں بلتنے جلنے بہاں تک کہ
نظریں تک اکھلتے کی ہمت نہ رہ گئی تھی۔ قطب خان بھی فطر جنبدات سے آنحضرت
بہسا رہا تھا لیکن ارجنند اور قطب خان کے آنسوؤں میں ہٹا فرق رکھا۔ ایک کے آنحضرت
پا جانے کی خوشی میں بہرہ نکلے نئے اور دوسرے کی آنکھیں زندگی کی متاثر غمزبر
کھو دیتے کے عنم سے لبر برزا ہو رہی تھیں۔